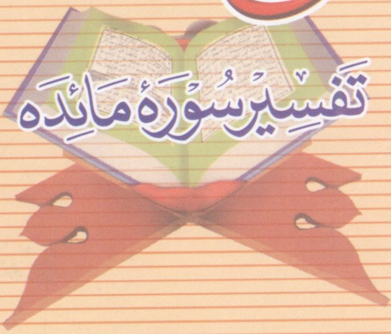


توضیح الفرقان



تفسیر سورہ مائدہ

حافظ عبدالوہاب روپڑی

ناشر

محدث روپڑی اکیڈمی

جامع القدس چوک دالگراں لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

معزز قارئین توجہ فرمائیں!

کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب ....

- عام قاری کے مطالعے کے لیے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد آپ لوڈ (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کی خاطر ڈاؤن لوڈ، پرنٹ، فوٹوکاپی اور الیکٹرانک ذرائع سے محض مندرجات نشرواشاعت کی مکمل اجازت ہے۔

☆ تنبیه ☆

- کسی بھی کتاب کو تجارتی یا مادی نفع کے حصول کی خاطر استعمال کرنے کی ممانعت ہے۔
- ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کے لیے استعمال کرنا اخلاقی، قانونی و شرعی جرم ہے۔

﴿اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں﴾

- نشرواشاعت، کتب کی خرید وفروخت اور کتب کے استعمال سے متعلقہ کسی بھی قسم کی معلومات کے لیے رابطہ فرمائیں۔

kitabosunnat@gmail.com

www.KitaboSunnat.com

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ

اور البتہ تحقیق ہم نے اس قرآن کو سمجھنے کے لیے آسان بنا دیا ہے پس ہے کوئی نصیحت لینے والا؟ (القمر: 17)

توضیح الفرقان

تفسیر سورۂ مائدہ

حافظ عبدالوہاب روپڑی

ناشر

محدث روپڑی اکیڈمی لاہور

نام کتاب	**توضیح الفرقان** (تفسیر سورۂ مائدہ)
مفسر	حافظ عبدالوہاب روپڑی
کمپوزنگ وسیٹنگ	حافظ نصر اللہ بھٹی، حافظ محمد سعید
ایڈیشن اول	ستمبر 2007
ناشر	محدث روپڑی اکیڈمی لاہور
ہدیہ	

برائے رابطہ:

محدث روپڑی اکیڈمی

جامع مسجد قدس اہل حدیث

چوک دالگراں برانڈرتھ روڈ لاہور

0300-9476230

042-7656730

فہرست

انتساب

شیخ الاسلام مجتہد العصر حافظ عبداللہ محدث روپڑی رحمۃ اللہ علیہ کے نام

جن کی ساری زندگی

قرآن مجید اور احادیث نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت،

نصرت اور مدافعت میں بسر ہوئی۔

قرآن مجید اور احادیث طیبہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کی وجہ سے انہوں نے

کتاب وسنت کی مخالفت میں معمولی سی مداہنت یا تاویل

برداشت نہیں کی، بلکہ مخالفین کی طرف سے کیے گئے

اعتراضات کا جواب

کتاب وسنت کی روشنی میں دے کر

کتاب وسنت کی حقانیت کو واضح کر کے

ان کی قلموں اور زبانوں کو خاموش کرا دیا۔

عرض ناشر

قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب ہے آخری نبی پر نازل ہوئی اس کی حفاظت کا ذمہ بھی اللہ تعالیٰ نے خود ہی لیا، ارشاد ربانی ہے: ﴿ اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّكۡرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوۡنَ ﴾ (الآیة پ١٤)

یہی وجہ ہے قرآن مجید اپنی اصلی شکل میں موجود ہے اور کوشش بسیار کے باوجود کوئی محرف اس میں تحریف نہیں کر سکا، جس طرح اس کے الفاظ محفوظ ہیں اس طرح اس کا معنی اور مفہوم بھی محفوظ ہے، اگر کسی نے اس کے معنی میں تغیر و تبدل کی ناکام کوشش کی ہے تو اللہ تعالیٰ نے فوراً علمائے حق کو توفیق دی کہ انہوں نے اس ناپاک جسارت کی نشاندہی کرتے ہوئے ان کے مذموم عزائم کو بے نقاب کیا۔

ہمارے ملک پاکستان میں قرآن مجید کی کئی تفاسیر لکھی جا چکی ہیں ان میں سے بعض تفاسیر ایسی ہیں جو منہج سلف سے ہٹ کر ہیں اور ان میں رائے اور تاویل سے قرآنی مفہوم کو بیان کیا گیا ہے، جس سے لوگوں کے ذہن شک وشبہات میں مبتلا ہوئے۔

محدث روپڑی اکیڈمی نے ہمیشہ ایسی کتب شائع کرنے کا اہتمام کیا ہے جس سے اسلام کے متعلق پیدا ہونے والے شکوک وشبہات دور ہو سکیں اور لوگوں کے عقائد اور اعمال کی اصلاح ہو سکے اور معاشرہ میں پائی جانے والی خرافات سے قوم کو آگاہ کیا جا سکے۔

سورۂ مائدہ چونکہ احکام پر مشتمل ہے اس کی تفسیر توضیح الفرقان کے نام سے پہلی جلد شائع کی ہے، جس میں قرآن کے احکام کو بڑی تفصیل سے بیان کیا گیا ہے، اس کے بعد ان شاء اللہ دوسری جلدوں کو پایہ تکمیل تک پہچانے کی کوشش کی جائے گی اور اسی طرح حضرت محدث روپڑی کی مایہ ناز تصنیف مظہر النکات شرح مشکوٰۃ بھی طباعت کے آخری مراحل میں ہے، وہ بھی جلد قارئین کرام کے ہاتھوں میں ہوگی اور حضرت محدث روپڑی رحمہ اللہ کی دیگر کتب کو بھی ہم منصۂ شہود پر لانے کا عزم کیے ہوئے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے دعا گو بھی ہیں کہ خالق کائنات مالی مشکلات میں ہماری مدد فرمائے۔ (آمین)

نوٹ: اگر کوئی صاحب ثروت اور اہل خیر محدث روپڑی رحمہ اللہ کی کتب تبلیغ کی غرض سے فی سبیل اللہ تقسیم کے لیے مالی تعاون کرے تو یہ صدقہ جاریہ ہوگا آگے بڑھیں تعاون کریں اور ثواب دارین حاصل کریں۔

فقط

حافظ عبدالوہاب روپڑی
ناظم، محدث روپڑی اکیڈمی
جامع مسجد قدس، چوک دالگراں، لاہور

تقریظ

(۱) تسمیۃ:

زیر نظر کتاب سورۃ مائدہ کی تفسیر ہے، یہ سورۃ مدنی اور احکام پر مشتمل ہے۔ اس سورت میں اس آسمانی مائدہ (دسترخوان) کا تذکرہ ہے جو حواریوں کے مطالبہ پر اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح علیہ السلام کی رسالت کی تصدیق اور دلیل کے طور پر بصورت معجزہ آسمان سے نازل فرمایا تھا۔

(۲) شان نزول:

اس سورت کے نزول کا آغاز اس وقت ہوا جب آپ ﷺ صلح حدیبیہ ۶ھ سے فارغ ہو کر واپس مدینہ منورہ تشریف لا رہے تھے، یہ وہ وقت تھا کہ حالات یکسر تبدیل ہو چکے تھے، یا وہ وقت تھا کہ جنگ احد کے صدمہ نے مدینہ منورہ کے قریبی ماحول کو خطرناک بنا دیا تھا، مگر جنگ احد میں جو زخم مسلمانوں نے کھایا تھا، وہ ان کے حوصلے پست اور ہمت توڑنے کی بجائے ان کے عزم کے لیے ایک تازیانہ ثابت ہوا، مسلمان زخمی شیر کی طرح بپھر کر اٹھے اور تین سال کے عرصہ میں حالات کا نقشہ بدل کر رکھ دیا، اب یہ وقت ہے کہ اسلام ایک طرف نجد تک، دوسری طرف حدود شام تک، تیسری طرف بحر احمر کے ساحل تک اور چوتھی طرف مکہ مکرمہ کے قریب تک پھیل گیا۔

غازیان اسلام کی تگ وتاز اور دعاۃ اسلام کی مخلصانہ دعوت کا یہ ثمرہ تھا کہ مدینہ منورہ سے ڈیڑھ ڈیڑھ اور دو دو سو میل تک قبائل عرب کا زور ٹوٹ چکا، مدینہ کے اطراف واکناف میں یہودی قبائل کا قلع قمع ہو چکا اور وہ اس نوخیز اسلامی ریاست کے باجگذار بن کر رہ گئے اور اسی طرح کفار مکہ اپنی آخری کوشش جنگ خندق میں شکست وریخت کی شرمندگی سے سراسیمہ ہو کر رہ گئے، اب اسلام محض ایک عقیدہ اور مسلک ہی نہ تھا، جس کی حکمرانی صرف دلوں اور دماغوں تک رسائی پاتی ہے، اب اسلام ایک ریاست تھا جس کی حکمرانی پوری قلمرو میں مکمل طور پر نافذ اور جاری وساری تھی، تاہم یہ نوخیز اسلامی ریاست اپنے استحکام کے ابتدائی مراحل میں تھی، اس کو ایسے مکمل منہج ربانی کی حاجت تھی، جو مسلمانوں کو ہر قسم کی اعتقادی، مذہبی، دینی، اخلاقی، معاشرتی، معاشی، اقتصادی، انتظامی، سیاسی اور عدالتی لغزشوں سے محفوظ رکھے اور اس میں عقیدہ، عبادت، قانون فوجداری، قانون شہادت کا بیان موجود ہو۔

اس لیے اب اسلامی نظام حکومت کی تکمیل کے لیے کچھ مزید احکام اور دفعات کی ضرورت تھی، اس لیے دوسری طویل مدنی سورتوں، سورۃ البقرہ، سورۃ النساء اور سوۃ الانفال کی طرح یہ مدنی سورت درج ذیل (۱۸) احکام پر مشتمل ہے۔

1 العقود یعنی احکام شریعت اور ایفاء عہد و پیمان

2 احکام الذبائح۔

3 شکار کے احکام۔

4 احکام احرام۔

5 احکام حج۔

6 اہل کتاب کی عورتوں کے ساتھ نکاح کے احکام۔

7 مرتدین کے احکام۔

8 طہارت کے احکام۔

9 سرقہ (چوری) کی حد۔

10 بغاوت کی حد۔

11 حرابہ یعنی ڈاکوؤں اور مفسدین فی الارض کی حد۔

12 شراب کے احکام۔

13 جوئے کے احکام۔

14 قسموں کا کفارہ۔

15 احرام کی حالت میں جنگلی شکار کے احکام۔

16 موت کے وقت وصیت کے احکام۔

17 بحیرہ، سائبہ، وسیلہ اور حام یعنی غیر اللہ کی نذر میں چھوڑے گئے اونٹوں کے احکام۔

18 شریعت الٰہیہ کے ترک کے احکام۔

مزید برآں اس سورت میں نصیحت اور عبرت کے لیے ہابیل اور قابیل کا قصہ یہود و نصاریٰ کے ساتھ دوستانہ روابط قائم کرنے کی ممانعت (آیت: ۵۱) اور قیامت کے روز نصاریٰ کو شرمندہ کرنے کے لیے حضرت مسیح علیہ السلام سے ﴿ أَأَنتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُونِي وَأُمِّيَ إِلَٰهَيْنِ مِن دُونِ اللَّهِ ﴾ (الآیۃ: ۱۱۶) کا استفسار مذکور ہے۔

خاندان روپڑیہ:

مجتہد العصر حافظ عبداللہ محدث روپڑی متوفی ۱۳۸۴ھ حافظ محمد اسماعیل روپڑی متوفی ۱۹۶۲ء اور سلطان المناظرین ومسلک اہل حدیث کے پاسبان حافظ عبدالقادر روپڑی متوفی ۱۹۹۹ء رحمہم اللہ کسی تعارف کے محتاج نہیں، ہاتھ کنگن کو عارسی کیا؟ کے ماشاءاللہ مصداق ہیں، یگانے اور بیگانے ان کی دینی خدمات اور جماعتی روایات کے معترف چلے آرہے ہیں۔

حضرت محدث روپڑی رحمہ اللہ نے روپڑ ضلع انبالہ میں جماعتی خدمات جاری رکھتے ہوئے، دینی مدرسہ اور خالص علمی ہفت روزہ اخبار تنظیم اہلحدیث کا اجراء فرمایا جو تقسیم ملک تک دینی اور جماعتی خدمات سرانجام دیتا رہا، تشکیل پاکستان کے بعد چوک دالگراں لاہور میں ایک عظیم الشان مسجد (القدس) تعمیر کر کے ان دونوں اداروں کو از سرنو جاری فرمایا، جو تا ایں دم مصروف عمل ہیں۔

بزرگوں کی وفات کے بعد اب یہ دونوں ادارے حافظ عبدالغفار روپڑی حفظہ اللہ کے زیر اہتمام اور حافظ عبدالوہاب روپڑی، حافظ محمد جاوید بن محدث روپڑی رحمہ اللہ اور جناب عارف سلمان کی مساعی جمیلہ سے دن بدن ترقی کے مراحل طے کر رہے ہیں۔ اللھم زدفزد

حافظ عبدالوہاب روپڑی، حافظ عبدالغفار روپڑی کے چھوٹے بھائی اور خاندان روپڑیہ کے چشم و چراغ ہیں، جامعہ ام القریٰ (مکہ مکرمہ) کے خریج، صاحب قلم اور اچھے خطیب ہیں، ان کے زیر اہتمام محدث روپڑی اکیڈمی بھی قائم ہے، جس کی طرف سے محدث روپڑی رحمہ اللہ کی بعض علمی اور تحقیقی کتب اور سلطان المناظرین حافظ عبدالقادر روپڑی رحمہ اللہ کے مناظرات بنام میزان المناظرہ اور خطبات طبع ہو چکے ہیں۔

تفسیر توضیح الفرقان جو اس وقت آپ کے ہاتھوں میں ہے وہ انہی کی تصنیف لطیف ہے، الفاظ کے معانی، آیات کے شان نزول اور پھر تفسیری مطالب حسب ترتیب قلم بند کیے گئے ہیں، بڑی سہل الفہم اور علمی فوائد اور تفسیری نکات پر مشتمل ہے۔

یہ ایک نا قابل انکار حقیقت ہے کہ بیشتر عربی، فارسی اور اردو کتب تفسیر مفسر کی خود ساختہ سوچ اور ذوق کی آئینہ دار ہیں۔ جیسے مثلاً علامہ جاراللہ زمخشری اور علامہ ابوحیان اندلسی جیسے ادیب اور نکتہ سنج کی تفاسیر پر ان کا ادبی ذوق غالب ہے، امام فخر الدین رازی، قاضی بیضاوی، شیخ الاسلام اور فاتح مرزائیت ابوالوفا ثناءاللہ امرتسری علیہم الرحمۃ جیسے متکلم اور فلسفی کی تفاسیر میں فلسفیانہ انداز فکر نمایاں طور پر جھلکتا ہے، مولانا مودودی کی تفسیر تفہیم القرآن میں سیاسی پہلو نمایاں ہے اور امین احسن اصلاحی کی تفسیر تدبر القرآن میں انکار حدیث ہویدا اور عیاں ہے اور بعض تفاسیر میں سراسر جھوٹے قصہ کہانیوں کی بھرمار ہے اور کتب تفاسیر میں تورات جیسی محرف اور مبدل کتاب کے حوالہ سے حضرت نوح علیہ السلام، حضرت لوط علیہ السلام، حضرت داود علیہ السلام اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے متعلق

شرمناک اور حیا سوز بھتانات کو بھی قرآن کی تفسیر میں سمو دیا ہے، حتی کہ رسول اللہ ﷺ کو بھی معاف نہیں کیا گیا۔ **العیاذ باللہ العظیم من تلک الھفوات.**

غرضیکہ امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے قول کے مطابق کتب تفسیر میں جھوٹ کے ریکارڈ مات کر دیئے گئے ہیں، اور کسی دل جلے کا یہ قول قدرے بجا لگتا ہے: **كُلُّ شَيءٍ فِي التَّفْسِيرِ إِلَّا التَّفْسِيرُ.**

اس لیے ہمارے نزدیک پیش نظر تفسیر توضیح الفرقان کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ فاضل مولف **حفظہ اللہ** نے اپنی اس تفسیر کو امام ابوجعفر محمد بن جریر الطبری المتوفی ۳۱۰ھ کی تفسیر جامع البیان، امام ابو حاتم عبدالرحمان بن محمد رازی المتوفی ۳۲۷ھ، حافظ ابوبکر احمد بن عیسیٰ المشھور بابن مردویہ المتوفی ۴۱۰ھ اور امام عماد الدین ابوالفداء اسماعیل بن عمر المعروف بابن کثیر المتوفی ۷۷۴ھ کی متداول تفسیر القرآن العظیم اور سید احمد حسن محدث دہلوی کی تفسیر احسن البیان کے سلفی منہج کے مطابق تالیف فرمایا ہے، اور عقلی تاویل کو جھٹک کر قرآن کی تفسیر قرآن سے اور حدیث، صحابہ، تابعین تبع تابعین سے منقول تفسیر کا مرقع اور مسلک سلف کی ترجمانی کی ہے، اعماق قلب اور سودائے فواد سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ فاضل مؤلف کو اسی منہج پر مکمل تفسیر ارقام فرمانے کی توفیق ارزانی فرمائے، اس کو ان کے لیے توشہ آخرت اور پڑھنے والوں کے لیے مفید بنائے، آمین۔

وماذلک علی اللہ بعزیز والحمد لولیہ وبنعمتہ تتم الصالحات والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ محمد وآلہ وصحبہ اجمعین الیٰ یوم الدین.

خادم القرآن والحدیث

محمد عبیداللہ خان عفیف بن الشیخ محمد حسین بلوچ غفرلہ ولوالدیہ

صدر مدرس جامعہ اہل حدیث چوک دالگراں لاہور

دارالافتاء مسجد امۃ العزیز اہل حدیث، رحمت ٹاؤن، فیصل آباد

۱/۷/۱۴۲۸ھ

تقریظ

قرآن کریم کی تفسیر ایک مبارک علم ہے جو اشرف العلوم ہے، اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی کتاب کے رموز وحقائق کھلتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی مراد کو بیان کیا جاتا ہے، یہی وجہ ہے کہ جناب رسول اکرم ﷺ خود بھی قرآن کی تفسیر فرماتے۔

امام شافعی رحمہ اللہ تو فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے جو کچھ فرمایا ہے یا عمل کیا ہے وہ سب قرآن کی تفسیر ہے۔ (الرسالہ)

صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین جو صاحب زبان تھے قرآن کریم کا نزول ان کی زبان میں ہوا ہے مگر پھر بھی وہ بہت دفعہ قرآن مجید کی بعض آیات سمجھنے میں رسول اللہ ﷺ کی طرف رجوع کرتے، رسول اللہ ﷺ ان کی راہنمائی فرماتے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی قرآن مجید کی تفسیر کی طرف پوری طرح توجہ تھی، خلفاء راشدین عبداللہ بن مسعود، عبداللہ بن عباس، ابی بن کعب رضی اللہ عنہم اور ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے تفسیر کا بہت سا حصہ منقول ہے۔ ابن مسعود تو فرمایا کرتے تھے: **وَالَّذِيْ لَاۤ اِلٰهَ غَيْرُهٗ مَا نَزَلَتْ اٰيَةٌ مِنْ كِتَابِ اللّٰهِ اِلَّا وَاَنَا اَعْلَمُ فِيْمَنْ نَزَلَتْ وَاَيْنَ نَزَلَتْ** (الاتقان)

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے حق میں تو رسول اللہ ﷺ نے یہ دعا فرمائی تھی کہ **اَللّٰهُمَّ فَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ وَعَلِّمْهُ التَّاْوِيْلَ** اے اللہ اسے دین میں سمجھ عطا کر اور اسے تفسیر کا علم عطا کر، یہ رسول اللہ ﷺ کی دعا کا نتیجہ تھا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ ترجمان القرآن کے نام سے معروف ہیں بسا اوقات سیدنا عمر رضی اللہ عنہ بھی ان سے تفسیری نکات دریافت کرتے۔ (بخاری کتاب التفسیر سورۃ النصر)

عہد صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین کے بعد جب اسلام عرب کے ریگستانوں اور کوہساروں کو شاداب کرتا ہوا عجم کی دل گداز وادیوں میں داخل ہوا تو بہت سی عجمی اقوام نے اسلام قبول کیا، تو قرآن کریم کا تعلیم وتدریس میں دائرہ وسیع ہوگیا تو کبار تابعین جس میں مجاہد، عطاء بن ابی رباح، سعید بن جبیر، طاؤس، زید بن اسلم، قتادہ، حسن بصری، ابوالعالیہ، ضحاک، رحمہم اللہ ہیں انہوں نے قرآن کی تفسیر پر پوری توجہ دی اور اس کے لیے باقاعدہ تعلیمی مراکز قائم کیے۔

الغرض صحابہ کرام کے دور سے لے کر آج تک ہر زمانہ میں پورے تسلسل کے ساتھ علماء کرام نے قرآن کریم کی تفاسیر لکھیں اور آج سینکڑوں ائمہ کرام کی لکھی ہوئی تفسیر کی کتب ہمارے سامنے موجود ہیں اور اس میں کوئی مبالغہ نہیں کہ قرآن کریم دنیا بھر میں وہ کتاب ہے جس کی تفسیروں کی تعداد اتنی زیادہ ہے کہ اتنی تعداد کسی اور کتاب کی نہیں، دنیا کی ہر زندہ زبان میں اس کے تراجم اور تفاسیر موجود ہیں۔

برصغیر میں دینی علوم کے ناطہ سے سلفی خاندانوں میں بس نخاندان نے شہرت دوام حاصل کی ہے، وہ روپڑی خاندان ہے

اس خاندان کے علمی مورث اعلیٰ، مجتہد العصر حافظ عبداللہ محدث روپڑی رحمہ اللہ سے لے کر آج تک کتنے ہی نامور علماء گزر چکے ہیں، جنہوں نے کتاب وسنت کے علوم کو ایک دقیقہ ضائع کیے بغیر قائم رکھا اور علوم وفنون کے ہر میدان میں سبقت حاصل کی، محدث روپڑی رحمہ اللہ اپنے دور کے مجتہد، محدث، مفتی اعظم اور عظیم مدرس تھے، جن کے تلامذہ سے تمام علمی حلقے بخوبی واقف ہیں، ان کے بعد حافظ عبدالقادر روپڑی رحمہ اللہ اپنے دور کے نامور خطیب اور مناظر اور اس میدان کے شہسوار تھے حتیٰ کہ ان کو سلطان المناظرین کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے، حافظ محمد اسماعیل روپڑی رحمہ اللہ اپنے دور کے لاثانی خطیب تھے جن کے خطاب کو سننے کے لیے دور دراز سے لوگ جوق در جوق آتے تھے۔

اس خاندان کا علمی تسلسل بحمداللہ برقرار ہے اور ان کا علمی سیل رواں دواں ہے حافظ محمد جاوید روپڑی، عارف سلمان روپڑی، شیخ الحدیث حافظ عبدالغفار روپڑی اس خاندان کے آسمان علمی کے درخشندہ ستارے ہیں، جو اپنی علمی ضیاؤں اور شعاعوں سے ایک زمانہ کو منور کر رہے ہیں۔ اسی خاندان کے گل سرسبد حافظ عبدالوہاب روپڑی حفظه الله بھی ہیں، جوام القریٰ مکہ مکرمہ کے فاضل ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان میں گوناگوں صلاحیتیں جمع فرمائی ہیں، موصوف بیک وقت مناظر بھی ہیں، خطیب بھی ہیں، مدرس بھی ہیں اور قابل اعتماد مؤلف بھی ہیں۔

''توضیح الفرقان'' ان کے رشحات قلم کا نتیجہ ہے جو قرآن کریم کی بہترین تفسیر ہے۔ جو قصے کہانیوں کے بجائے تفسیر سلف کا نمونہ ہے جس میں مؤلف گرامی نے مفردات کے معانی، اسباب، استنباط احکام پر خصوصی توجہ دی ہے، اسلوب تحریر سہل انگیز اور دل نشین ہے جو ہر ایک کے دل پر اپنا اثر ڈالتی ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ موصوف کی خدمت کو قبول فرمائے اور اسے پایہ تکمیل تک پہنچانے کی توفیق عطا فرمائے۔

ابوانس محمد یحییٰ گوندلوی
شیخ الحدیث جامعہ تعلیم القرآن والحدیث
ساہووالہ سیالکوٹ، پاکستان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ

تعارف:

عربی زبان میں تفسیر کے معنی ''کھولنا'' کے ہیں اور اصطلاح میں قرآن مجید کی وضاحت سے معانی بیان کرنے کو تفسیر کہتے ہیں، قرآن مجید میں آنحضرت ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے ارشاد ہے:

''اور ہم نے آپ ﷺ پر قرآن مجید اتارا، تاکہ آپ ﷺ لوگوں کے سامنے وہ باتیں وضاحت سے بیان کریں، جو ان کی طرف اتاری گئی ہیں۔'' (النحل :٤٤)

علامہ زرکشی (م ۷۹۴ھ) نے علم تفسیر کی مختصر تعریف یہ کی ہے، یعنی (تفسیر) وہ علم ہے جس سے قرآن کریم کا فہم حاصل ہو اور اس کے معانی کی وضاحت اور اس کے احکام اور حکمتوں کا استنباط کیا جا سکے۔ (البرھان ۱۳/۱)

علم تفسیر کا آغاز سب سے پہلے عہد رسالت میں ہوا، آنحضرت ﷺ قرآن مجید کے اول شارح اور ترجمان تھے جب بھی قرآن مجید نازل ہوتا تو آنحضرت ﷺ اس کی تشریح و توضیح فرماتے، عہد رسالت میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تفسیر قرآن کی جسارت نہیں کرتے تھے کیونکہ رسول اکرم ﷺ خود اس عظیم بار کے کفیل تھے، جب آپ ﷺ اس دنیائے فانی سے رحلت فرما گئے، تو قرآنی اسرار و رموز سے آگاہ و آشنا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لیے اپنے علم کا اظہار اور آپ ﷺ سے حاصل کردہ معلومات کے کشف و توضیح کے سوا چارہ نہ تھا۔

علمائے تفسیر نے تفسیر کے ماخذ حسب ذیل بیان کیے ہیں:

1 قرآن کریم

2 حدیث نبوی ﷺ

3 اقوال صحابہ رضی اللہ عنہم

4 اقوال تابعین رحمہم اللہ

5 لغت عرب

6 تدبر و استنباط (عقل سلیم)

1 علم تفسیر کا پہلا ماخذ قرآن کریم ہے یعنی اس کی آیات بعض اوقات ایک دوسرے کی تفسیر کر دیتی ہیں، ایک جگہ بات مبہم انداز میں کی جاتی ہے عملاً دوسری جگہ اس ابہام کو رفع کر دیا جاتا ہے، ایک جگہ کوئی آیت مختصر ہے تو دوسری جگہ مفصل۔

2　تفسیر کا دوسرا ماخذ آنحضرت ﷺ کی احادیث ہیں، قرآن مجید نے متعدد مقامات پر یہ واضح کیا ہے کہ آپ ﷺ کو اس دنیا میں مبعوث فرمانے کا مقصد یہی تھا کہ آپ ﷺ اپنے قول فعل سے آیات قرآنی کی تفسیر فرمائیں۔

3　تفسیر کا تیسرا ماخذ اقوال صحابہ ؓ ہے، صحابہ کرام ؓ نے قرآن کریم کی تعلیم براہ راست آنحضرت ﷺ سے حاصل کی، نزول وحی کے وقت وہ بہ نفس نفیس موجود تھے اور انہوں نے نزول قرآن کے پورے ماحول اور پس منظر کا بذات خود مشاہدہ کیا تھا، اس لیے فطری طور پر قرآن کریم کی تفسیر میں ان حضرات کے اقوال کو مستند اور قابل اعتبار سمجھا جا سکتا ہے، جس آیت کی تفسیر قرآن وحدیث سے نہ ملے تو اس کے بعد صحابہ کرام کا کسی آیت کی تفسیر پر اتفاق ہو گیا ہے تو اس تفسیر کو معتبر سمجھا جائے گا۔

4　تفسیر کا چوتھا ماخذ اقوال تابعین ہے، تابعین سے مراد وہ حضرات ہیں جنہوں نے صحابہ کرام ﷺ سے علم حاصل کیا تھا، اس میں اختلاف ہے کہ آیا اقوال تابعین تفسیر میں حجت ہیں یا نہیں۔ مولانا سید احمد حسن دہلوی (م ۱۳۳۸ھ) لکھتے ہیں:

تفسیر کے باب میں مفسر تابعی جو کچھ کہتے ہیں وہ صحابہ ؓ سے سن کر کہتے ہیں کیونکہ جس طرح صحابہ کرام ؓ کو یہ بات معلوم تھی کہ قرآن پاک کی تفسیر میں اپنی طرف سے عقلی طور پر کچھ کہنا دوزخ میں اپنا ٹھکانہ بنانا ہے، اس لیے یہ بات تابعین کرام کو بھی معلوم تھی پھر تابعین کی نسبت بھی گمان جائز نہیں ہے کہ بغیر صحابہ کے سننے کے وہ کسی آیت کا مطلب اپنی طرف سے عقلی طور پر بیان کریں گے۔ (تفسیر احسن التفاسیر ۳۲/۱)

5　تفسیر قرآن کا پانچواں ماخذ لغت عرب ہے

مولانا مفتی محمد شفیع (م ۱۳۹۶ھ) لکھتے ہیں:

تفسیر قرآن مجید کا ایک ماخذ لغت عرب بھی ہے، کیونکہ قرآن مجید عربی زبان میں نازل ہوا ہے، اس لیے تفسیر قرآن کے سلسلہ میں اس زبان پر مکمل عبور حاصل کرنا ضروری ہے، قرآن مجید میں بہت سی آیات ایسی ہیں کہ ان کے پس منظر میں چونکہ کوئی شان نزول یا کوئی اور فقہی وکلامی مسئلہ نہیں ہوتا اس لیے ان کی تفسیر میں آنحضرت ﷺ یا صحابہ وتابعین کے اقوال منقول نہیں ہوتے، چنانچہ ان کی تفسیر کا ذریعہ صرف لغت عرب ہوتی ہے اور لغت ہی کی بنیاد پر اس کی تشریح کی جاتی ہے، اس کے علاوہ اگر کسی آیت کی تفسیر میں کوئی اختلاف ہو، تو مختلف آراء میں محاکمہ کے لیے علم لغت سے کام لیا جاتا ہے۔ (معارف القرآن ۵۱/۱)

6　تفسیر کا آخری ماخذ تدبر واستنباط (عقل سلیم) ہے

قرآن کریم کے نکات واسرار ایک ایسا بحر ناپیدا کنار ہے، جس کی کوئی حد نہیں، چنانچہ جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے عقل سلیم عطا فرمائی ہے اور اسلامی علوم میں جتنا غور وفکر کرے گا، اتنے ہی نئے نئے اسرار ونکات سامنے آئیں گے، لیکن یہ اسرار ونکات اسی وقت قابل قبول ہوں گے جب کہ مذکورہ بالا پانچ ماخذ (قرآن کریم، حدیث نبوی ﷺ، اقوال صحابہ ؓ، اقوال تابعین ؒ اور لغت عرب) سے متصادم نہ ہوں، اگر وہ ان اصول شرعیہ سے ٹکراتے ہیں، تو پھر ان کی دین اسلام میں کوئی قدر و قیمت نہیں ہے۔

سورۃ المائدۃ:

اس سورت کی آیت (۱۱۴) میں ''مائدہ'' کا لفظ آیا ہے جس کی مناسبت سے اس کا نام ''مائدہ'' رکھا گیا ہے۔ اس سورۃ کا زمانہ نزول ۳ھ تا ۷ھ ہجری ہے اور یہ سورت حالت سفر میں نازل ہوئی، جب آپ ﷺ اونٹنی پر سوار تھے وحی کے بوجھ سے یہ معلوم ہوتا تھا کہ اونٹنی کی گردن ٹوٹ گئی ہے۔ (مسند احمد)

جب اونٹنی پر بوجھ زیادہ بڑھ گیا تو آپ ﷺ اونٹنی سے نیچے اتر آئے۔ (مسند احمد، تفسیر ابن کثیر ۴۳/۲)

تفسیر روح المعانی میں بحوالہ ابوعبید حمزہ بن حبیب اور عطیہ بن قیس یہ روایت رسول اللہ ﷺ سے منقول ہے کہ سورۃ مائدہ ان چیزوں میں سے ہے جو نزول قرآن کے آخری دور میں نازل کی گئی ہیں۔ اس میں جو چیز حلال کی گئی ہے اس کو ہمیشہ کے لیے حلال اور جو چیز حرام کی گئی ہے اس کو ہمیشہ کے لیے حرام سمجھو۔

اس قسم کی ایک روایت حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے مستدرک حاکم کے حوالہ سے حضرت جبیر بن نضیر رحمہ اللہ سے نقل کی ہے کہ وہ حج کے بعد ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے، تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: جبیر تم سورۃ مائدہ پڑھتے ہو، انہوں نے عرض کی پڑھتا ہوں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ یہ قرآن مجید کی آخری سورت ہے، اس میں جو احکام حلال وحرام کے آئے ہیں، وہ محکم ہیں ان میں نسخ کے احتمال نہیں ان کا خاص اہتمام کرو۔ (معارف القرآن ۳/ ۱۰)

اسلامی معاشرے کی تشکیل اور نشو ونما کی اولین اساس عقیدہ توحید کو ہر ملاوٹ سے پاک صاف کرنا ہے اور زندگی کے جملہ معاملات میں اللہ کے احکام کو جاری کرنا ہے۔ یہی ایمان اور اسلام ہے اور اس کے بغیر توحید کا تصور مکمل نہیں ہوتا۔ توحید کا مفہوم یہ ہے کہ خصائص الوہیت میں اللہ تعالیٰ کی ذات کو یکتا تسلیم کیا جائے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بنایا جائے، اسی کی حاکمیت کو تسلیم کیا جائے، اسی کی ہی عبادت کی جائے، اسی موضوع کو اس سورت میں بیان کیا گیا ہے۔

اس کے علاوہ اس سورت میں مختلف اقسام کے اخلاقی سبق دیئے گئے ہیں، جن کا تعلق جس طرح ایک قوم کی انفرادی اور اجتماعی زندگی سے ہے، اسی طرح ان کا تعلق بین الاقوامی معاملات اور تعلقات سے بھی ہے۔

اس سورت میں اسلامی شریعت کے بیشتر احکامات بیان کیے گئے ہیں ان کی تفصیل درج ذیل ہے:

(۱) تمام قسم کے عقود اور معاملات کا پورا کرنا۔

(۲) حالت احرام اور حرم کے شکار کی حرمت۔

(۳) شعائر اللہ کی حرمت۔

(۴) ہدی کے جانور اور حاجیوں کا اکرام۔

(۵) شکار کی اباحت۔

(۶) نیکی میں تعاون کرنے اور ہر برائی سے علیحدہ رہنے کا حکم یعنی موقوذہ، متردیہ، نطیحہ درندوں کا کھایا ہوا وغیرہ کی حرمت اور

ذبح شدہ جانور کی حلت۔

(۷) جوئے بازی کی حرمت۔

(۸) حالت اضطرار میں رخصت۔

(۹) شکاری جانور جو تربیت یافتہ ہوں، ان کے شکار کی حالت۔

(۱۰) اہل کتاب کا ذبیحہ۔

(۱۱) اہل کتاب عورتوں سے نکاح کی حلت۔

(۱۲) نماز کے لیے وضو کی شرط۔

(۱۳) پانی نہ ہونے کی صورت میں تیمّم کی اجازت۔

(۱۴) اعتدال اور عدل کی تعلیم۔

(۱۵) قتل نفس کی حرمت۔

(۱۶) لٹیروں اور قطاع طریق کی سزا۔

(۱۷) وسیلہ کی حقیقت۔

(۱۸) چور کی سزا۔

(۱۹) حرام مال کھانے کی حرمت۔

(۲۰) قصاص کا حکم۔

(۲۱) یہود و نصاریٰ سے دوستی کی حرمت۔

(۲۲) دینی امور کو کھیل کود بنانے کی مذمت۔

(۲۳) طیبات کو حرام قرار دینے کی مذمت۔

(۲۴) یمین (قسم) کا حکم اور اس کے احکام۔

(۲۵) کفارہ یمین۔

(۲۶) شراب جوئے وغیرہ کی حرمت۔

(۲۷) قتل صید کی حرمت اور اس کی سزا۔

(۲۸) سمندری شکار (مچھلی) کی حلت۔

(۲۹) بیت الحرام، ہدی اور قلائدہ کا اکرام و آداب۔

(۳۰) زمانہ جاہلیت کے ممنوعہ جانوروں کی حرمت۔

(۳۱) ادائیگی شہادت کا طریقہ۔

(۳۲) ارتداد کا حکم۔

اسلامی شریعت کے یہ وہ احکامات ہیں جو صرف عبادت ہی نہیں قانون فوجداری اور قانون شہادت میں دنیا کی عدالتوں کی رہنمائی کرتے ہیں اور انسانوں کو شریف انسان بنانے کی اسپرٹ ان میں موجود ہے۔

حافظ عبدالوہاب صاحب روپڑی حفظه الله نے سورۃ مائدۃ کی تفسیر لکھی ہے، حافظ صاحب پہلے مشکل الفاظ کے معانی بیان کرتے ہیں، اس کے بعد شان نزول بتاتے ہیں اور آخر میں توضیح کی عنوان سے آیات کی تفسیر بیان کرتے ہیں، آیات کی تفسیر پہلے قرآن سے کرتے ہیں اس کے بعد حدیث نبوی اور اقوال صحابہ وتابعین سے کرتے ہیں۔

یہ تفسیر کتب تفسیر میں ایک بہت علمی اضافہ ہے، اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ حضرت حافظ صاحب کو بقیہ قرآن مجید کی تفسیر لکھنے کی توفیق عطا فرمائے اور ان کے علم میں برکت عطا فرمائے (آمین)

عبدالرشید عراقی
سوہدرہ، ضلع گوجرانوالہ
۸، فروری ۲۰۰۷ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقدمہ

قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا کلام اور کتاب ہے جس میں کسی قسم کا کوئی شک وشبہ نہیں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ﴾①

''یہ وہ کتاب ہے کہ جس میں کوئی شک نہیں متقیوں کے لیے ہدایت ہے''

دیگر آسمانی کتب کے برعکس اس کی حفاظت اللہ تعالیٰ نے خود فرمائی ہے کہ قیامت تک اس میں کوئی تحریف نہیں کرسکتا اگر کوئی تبدیلی کرنے کی کوشش کرے گا تو وہ برقرار نہیں رہ سکتی، اہل علم کے سینے اسے بے نقاب کردیں گے۔

فرمان رب العالمین ہے۔

﴿اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ﴾②

''بے شک ہم نے اس ذکر کو نازل کیا اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں''۔

﴿بَلْ هُوَ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ فِيْ صُدُوْرِ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ وَمَا يَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَآ اِلَّا الظّٰلِمُوْنَ﴾③

''بلکہ وہ تو ایسی کھلی آیات ہیں جو اہل علم کے سینوں میں محفوظ ہیں ہماری آیات کا صرف ظالم ہی انکار کرتے ہیں''

قرآن مجید کی تعلیم حاصل کرنا اور اس کی تعلیم دینا بہت ہی ممتاز حیثیت کا حامل ہے رسول کریم ﷺ کا ارشاد مبارک ہے،

عَنْ عُثْمَانَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ ((خَيْرُكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلَّمَهُ))④

''تم میں سے بہترین وہ ہے جو قرآن مجید کی تعلیم حاصل کرے اور اسے (آگے) سکھانے کا اہتمام کرے''

دوسری روایت کے الفاظ ہیں:

((إِنَّ أَفْضَلَكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلَّمَهُ))⑤

''تم میں افضل وہ ہے جو قرآن مجید سیکھے اور سکھائے''

تمام اعمال سے افضل ترین عمل قرآن مجید کی تعلیم اور اسے آگے سکھانا ہے۔

؎ یہ رتبہ جسے ملا مل گیا

① البقرہ:۲۔ ② الحجر:۹۔ ③ العنکبوت:۴۹۔

④ صحیح البخاری کتاب فضائل القرآن باب خیرکم من تعلم القرآن وعلمہ، حدیث ۵۰۳۷۔ ⑤ حوالہ مذکورہ حدیث:۵۰۲۸

قرآن مجید میں غور وفکر کرنا اور تدبر اختیار کرنا لازمی امر ہے اگر چہ قرآن مجید کی تلاوت بھی بہت اجر وثواب کا باعث ہے مگر اصل مقصود تو قرآن مجید کو سمجھنا ہے کہ جس کے بغیر زندگی اسلامی منہج کے مطابق گزارنا ناممکن ہے قرآن مجید میں غور وفکر کرنے والوں کے لیے قرآن مجید انتہائی آسان ہے، فرمان خالق کائنات ہے:

﴿ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ﴾①

یقیناً ہم نے قرآن مجید کو آسان بنادیا ہے تو ہے کوئی نصیحت حاصل کرنے والا؟

قرآن مجید میں تدبر سے کام لینے کا خود اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا ہے:

﴿ اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ اَمْ عَلٰى قُلُوْبٍ اَقْفَالُهَا ﴾②

کیا یہ قرآن مجید میں غور وفکر نہیں کرتے یا ان کے دلوں پر تالے لگ چکے ہیں ایک جگہ ارشاد ہے:

﴿ اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا ﴾③

کیا وہ قرآن مجید میں غور وفکر سے کام نہیں لیتے اگر یہ اللہ کے غیر کی طرف سے نازل ہوتا تو یہ اس میں بہت سا اختلاف پاتے۔ امام ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

يَقُوْلُ تَعَالٰى اٰمِرًا بِتَدَبُّرِ الْقُرْاٰنِ وَتَفَهُّمِهٖ وَنَاهِيًا عَنِ الْاِعْرَاضِ ﴿اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ﴾ اَیْ بَلْ عَلٰى قُلُوْبٍ اَقْفَالُهَا فَهِيَ مُطْبَقَةٌ لَا يَخْلُصُ اِلَيْهَا شَيْءٌ مِنْ مَعَانِيْهِ قَالَ ابْنُ جَرِيْرٍ... تَلَا رَسُوْلُ اللّٰهِ يَوْمًا ﴿اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ اَمْ عَلٰى قُلُوْبٍ اَقْفَالُهَا﴾ فَقَالَ شَابٌّ مِنْ اَهْلِ الْيَمَنِ بَلْ عَلَيْهَا اَقْفَالُهَا حَتّٰى يَكُوْنَ اللّٰهُ تَعَالٰى يَفْتَحُهَا اَوْيُفَرِّجُهَا مِمَّازَالَ الشَّابُّ فِيْ نَفْسِ عُمَرَ رضي الله عنه حَتّٰى وَلِيَ فَاسْتَعَانَ بِهٖ ④

اللہ تعالیٰ اپنے کلام میں غور وفکر کرنے، سوچنے اور سمجھنے کی ہدایت فرماتا ہے اور اس سے بے پرواہی کرنے اور منہ پھیرنے سے روکتا ہے، پس فرماتا ہے کہ غور وفکر تو کجا ان کے دلوں پر تالے لگے ہوئے ہیں کوئی کلام اس پر اثر نہیں کرتا اندر جائے تو اثر کرے اور جائے کہاں سے؟ جبکہ جانے کا راستہ ہی نہیں، ابن جریر میں ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ اس آیت کی تلاوت فرمارہے تھے تو ایک یمنی نوجوان نے کہا بلکہ ان پر ان کے قفل ہیں جب تک اللہ نہ کھولے اور الگ نہ کرے وہ نوجوان ہمیشہ عمر رضی

① القمر:١٧۔ ② محمد:٢٤۔ ③ النساء:٨٢۔ ④ تفسير ابن كثير ٤/ ١٨٠ تفسير سورة محمد۔

اللہ عنہ کو یاد رہا یہاں تک کہ اپنی خلافت میں بھی اس سے مدد لیتے رہے، اصل چیز قرآن مجید میں غور وفکر کرنا ہے۔

تفسیر قرآن کے طریقے

قرآن مجید کی تفسیر کے بارے میں اہل علم نے بہت سے گوہر بیان کیے ہیں۔

1: تفسیر قرآن بالقرآن

امام ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فَإِنْ قَالَ قَائِلٌ فَمَا أَحْسَنَ التَّفْسِيرُ؟ فَالْجَوَابُ إِنَّ أَصَحَّ الطَّرِيقِ فِي ذٰلِكَ أَنْ يُفَسَّرَ الْقُرْاٰنَ بِالْقُرْاٰنِ فَمَا أَجْمَلَ فِي مَكَانٍ فَإِنَّهُ قَدْ بَسَطَ فِي مَوْضِعٍ اٰخَرَ.①

تفسیر کا بہترین اور صحیح طریقہ یہ ہے کہ اول تو قرآن کی تفسیر قرآن ہی سے ہو، اس لیے کہ ایک بیان ایک جگہ مختصر ہے تو دوسری جگہ اس کی تفصیل بھی ہے

2: تفسیر قرآن بذریعہ حدیث

دوسرا طریقہ تفسیر قرآن مجید کا بذریعہ حدیث اور سنت ہے، اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ شارح قرآن اور موضح قرآن ہیں۔

امام شافعی رحمہ اللہ کا قول ہے:

"كُلُّ مَا حَكَمَ بِهِ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ فَهُوَ مِمَّا فَهِمَهُ مِنَ الْقُرْاٰنِ"

رسول اللہ ﷺ کا ہر حکم قرآن ہی کا فہم ہے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

﴿إِنَّا أَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَا أَرٰكَ اللّٰهُ﴾②

بیشک ہم نے آپ ﷺ کی طرف کتاب نازل فرمائی تاکہ آپ لوگوں کے درمیان اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے احکام کے مطابق فیصلہ کرسکیں۔③

رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: أَلَا إِنِّي أُوتِيتُ الْقُرْاٰنَ وَمِثْلَهُ مَعَهُ ④

"مجھے قرآن مجید عطا کیا گیا ہے اور اس کی مثل ایک اور (سنت بھی) عطا کی گئی ہے۔"

---

① مقدمہ تفسیر ابن کثیر ۸/۱۔ ② النساء: ۱۰۵۔ ③ حوالہ مذکورہ۔

④ سنن ابی داود کتاب السنة باب لزوم السنة حدیث: ٤٦٠٤۔

3: اقوال صحابہ

کسی آیت کا مفہوم اگر قرآن مجید اور حدیث رسول سے واضح نہ ہو تو اقوال صحابہ کی طرف رجوع کرنا چاہیے، مفسرین صحابہ میں خلفائے راشدین، عبداللہ بن مسعود اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم ہیں۔

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

وَاللّٰهِ الَّذِیْ لَآاِلٰهَ غَیْرُهٗ مَآاُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ مِنْ كِتَابِ اللّٰهِ اِلَّا اَنَا اَعْلَمُ اَیْنَ اُنْزِلَتْ وَلَا اُنْزِلَتْ اٰیَةٌ مِنْ كِتَابِ اللّٰهِ اِلَّا اَنَا اَعْلَمُ فِیْمَنْ اُنْزِلَتْ وَلَوْ اَعْلَمُ اَحَدًا اَعْلَمَ مِنِّیْ بِكِتَابِ اللّٰهِ تَبْلُغُهُ الْاِبِلُ لَرَكِبْتُ اِلَیْهِ ①

اس اللہ کی قسم جس کے علاوہ کوئی الٰہ نہیں قرآن مجید کی کوئی ایسی سورت نہیں جس کے بارے میں میں نہ جانتا ہوں کہ وہ کہاں نازل ہوئی؟ اور اللہ کی کتاب سے کوئی ایسی آیت نہیں جس کے بارے میں مجھے علم نہ ہو کہ وہ کس کے بارے میں نازل ہوئی؟ اگر میں جانتا ہوتا کہ کوئی اللہ کی کتاب کا مجھ سے زیادہ عالم ہے اور وہاں اونٹ پہنچ سکتا ہو (یعنی وہاں جانا ممکن ہو) تو میں ضرور اس کی طرف سفر کرتا اور اس سے علم حاصل کرتا۔

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ علم کے سمندر ہیں، رسول اللہ ﷺ کے چچازاد اور ترجمان القرآن ہیں، انہیں بطور خاص رسول اللہ ﷺ نے برکت کی دعا دی فرمایا:

((اَللّٰهُمَّ فَقِّهْهُ فِی الدِّیْنِ وَعَلِّمْهُ التَّاْوِیْلَ)) ②

اے اللہ انہیں دین کی فقاہت اور قرآن مجید کی تفسیر کا علم عطا فرما۔

4: اقوال تابعین

اگر مذکورہ بالا تین طریقوں سے کسی آیت کی تفسیر نہ ہو سکے تو تابعین کے اقوال کی روشنی میں تفسیر کی جائے گی کہ وہ لوگ بہتر قرن کے لوگ ہیں اور براہ راست صحابہ کرام رضی اللہ عنھم سے اپنی علمی پیاس بجھانے والے تھے، ان میں مجاہد، سعید بن جبیر، عکرمہ مولی ابن عباس، عطاء بن ابی رباح، حسن بصری، سعید بن مسیّب اور قتادہ رحمھم اللہ کے نام آتے ہیں۔

تفسیر قرآن کے لیے اسرائیلیات (صحیح روایات) اور جاہلی شعراء کے اشعار بھی بعض معنے متعین کرنے میں مؤید ثابت ہوتے ہیں۔ ③

---

① صحیح بخاری کتاب فضائل القران باب القراء ة من اصحاب رسول اللہ ﷺ حدیث:۵۰۰۲۔ ② مسند احمد۱/ ۲۶۶۔

③ ملخصا مقدمہ تفسیر ابن کثیر۔

توضیح الفرقان (تفسیر سورۂ مائدہ)

زیر نظر کتاب "**توضیح الفرقان**" جو کہ سورہ مائدہ کی تفسیر ہے اس میں مفسرین کے اصول کے مطابق ہی تفسیر کرنے کی کوشش کی گئی ہے میں نے اس سورۃ کا انتخاب کیوں کیا؟ حالانکہ اس سے قبل سورۃ فاتحہ، سورۃ البقرۃ اور سورۃ النساء بھی ہیں دراصل سورہ مائدہ احکام پر مشتمل سورت ہے اور اس میں بہت سے ایسے رموز ہیں کہ جنہیں عوام الناس تک پہنچانا میں نے اپنا فرض سمجھا، الحمد للہ یہ تفسیر ہفت روزہ تنظیم اہل حدیث میں تقریبا عرصہ دوسال میں بالاقساط شائع ہوئی احباب نے اسے کتابی شکل میں پیش کرنے کا مطالبہ پیش کیا، دینی وجماعتی مصروفیات نے اتنی تاخیر سے یہ حقیری کاوش کے لیے مجھے اس لائق بنایا کہ بتوفیق اللہ میں اس تفسیر کو کتابی صورت میں ہدیہ قارئین کررہا ہوں۔ اور اس کے ساتھ ساتھ میں اپنے ان رفقاء کرام کا شکر گزار ہوں کہ جنہوں نے اس انتہائی اہم اور مشکل کام میں میری حوصلہ افزائی کی اور خاص کر مولانا محمد جابر حسین مدنی کا جنہوں نے مجھے قرآن مجید کی اس انداز میں خدمت کرنے کی ترغیب دی اور اپنے برادر اکبر شیخ الحدیث حافظ عبدالغفار روپڑی حفظه الله کا جنہوں نے میری مصروفیات کو کم کرکے یہ کام سرانجام دینے کا موقعہ فراہم کیا اور اس کے ساتھ ساتھ مولانا عبداللطیف حلیم، حافظ محمد سعید، نصراللہ بھٹی اور دوسرے بہت سے رفقائے کرام کا جنہوں نے اس کی تیاری میں کسی قسم کا بھی تعاون کیا اور میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس حقیر کاوش کو شرف قبولیت بخشے اور اسے ہمارے لیے آخرت میں زادراہ بنائے۔

سورۂ مائدہ کی تفسیر کے لیے جو احادیث یا اقوال صحابہ اور تابعین میں نے منتخب کیے ہیں ان کی تقریبا مکمل تخریج بھی کردی گئی ہے تاہم جو کمی ہے ان شاء اللہ آئندہ ایڈیشن میں اسے پورا کردیا جائے گا، انسان خطا کار ہے اگر کوئی صاحب اس تفسیر میں کتابت، طباعت، تخریج میں غلطی دیکھے یا کوئی علمی کمزوری محسوس کرے تو ضرور اطلاع دے تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اسے دور کیا جاسکے ہم اس بھائی کے بہت مشکور ہوں گے۔

اس کتاب میں جو محاسن اور خوبیاں ہیں وہ سب رب العالمین کا فضل وکرم ہے اور جو نقائص وعیوب ہیں وہ راقم کی نااہلی ہوگی اللہ تعالیٰ اس کوشش کو قبول فرمالے۔

میرے، میرے والدین اور میرے دیگر احباب کے لیے صدقہ جاریہ بنائے۔

حافظ عبدالوہاب روپڑی عفی اللہ عنہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تاریخِ نزول

یہ سورت قرآن مجید کی موجودہ ترتیب کے لحاظ سے پانچویں سورت ہے لیکن یہ باعتبار نزول مدنی ہے اور یہ ہجرت کے بعد حجۃ الوداع کے موقعہ پر نازل ہوئی تھی اور احکام کے اعتبار سے سب سے آخری سورت ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔((اَلْمَآئِدَةُ آخِرُ سُوْرَةٍ نَزَلَتْ فَمَا وَجَدْتُمْ فِيْهَا مِنْ حَلَالٍ فَاسْتَحِلُّوْهُ وَمَا وَجَدْتُمْ فِيْهَا مِنْ حَرَامٍ فَحَرِّمُوْهُ))[1]

سورۃ المائدۃ (احکام کے لحاظ سے) سب سے آخر میں نازل ہوئی جو تم اس میں حلال پاؤ اسے حلال جانو اور جس کو تم اس میں حرام پاؤ اسے حرام سمجھو۔

وجہ تسمیہ

اس سورت کو المائدہ اس لیے کہتے ہیں کہ اس میں اس دسترخوان کے نزول کا ذکر ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ان کے حواریوں نے بطور معجزہ طلب کیا تھا تاکہ یہ عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت پر دلالت کرے اور ان کے لیے دسترخوان عید ہو۔

اسماء

اس سورت کے تین نام ہیں:

۱۔ سورۃ المائدۃ۔

۲۔ سورۃ العقود۔ کیونکہ اس میں اللہ تعالیٰ نے عقود کو پورا کرنے کا حکم دیا ہے۔

۳۔ سورۃ المنقذہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((تُنْقِذُ صَاحِبَهَا مِنْ اَيْدِىْ مَلَائِكَةِ الْعَذَابِ.)) یہ انسان کو عذاب کے فرشتوں کے ہاتھوں سے محفوظ رکھتی ہے۔

---

[1] مستدرک حاکم ۲/۳۱۱ کتاب التفسیر وتفسیر سورۃ المائدۃ

سورت کے محتویات

یہ سورت تین مشہور قصص اور بعض احکام شرعیہ پر مشتمل ہے۔

قصص: یہ تین مشہور بیانات عبرت اور نصیحت پر دلالت کرتے ہیں اور یہ مندرجہ ذیل ہیں۔

۱. بنی اسرائیل کا بیان موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ جس طرح اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

﴿اِذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَا اِنَّا هٰهُنَا قَاعِدُوْنَ﴾

۲. حضرت آدم علیہ السلام کے دو بیٹوں کا واقعہ "قابیل کا ہابیل کو قتل کرنا"

۳. دستر خوان کا واقعہ جو عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ پر بطور معجزہ صادر ہوا تھا۔

احکام: اس میں مندرجہ ذیل احکام بیان ہوئے ہیں۔

(۱) عقود کے احکام۔

(۲) اہل کتاب سے نکاح کے احکام۔

(۳) موت کے وقت وصیت کے احکام۔

(۴) کھانے کے احکام۔

(۵) احرام کی حالت میں شکار اور اس کا کفارہ۔

(۶) طہارت کے احکام۔

(۷) شراب اور جوا کی حرمت۔

(۸) مرتد کی سزا۔

(۹) چور اور ڈاکو کی حد۔

(۱۰) قسم کا کفارہ۔

(۱۱) غیر اللہ کے نام پر کوئی چیز دینے کی حرمت کا بیان۔

(۱۲) اس آدمی کا حکم جو اللہ کے قانون پر عمل نہیں کرتا۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اَوۡفُوۡا بِالۡعُقُوۡدِ ۬ؕ اُحِلَّتۡ لَکُمۡ بَهِیۡمَةُ الۡاَنۡعَامِ اِلَّا مَا یُتۡلٰی عَلَیۡکُمۡ غَیۡرَ مُحِلِّی الصَّیۡدِ وَ اَنۡتُمۡ حُرُمٌ ؕ اِنَّ اللّٰہَ یَحۡکُمُ مَا یُرِیۡدُ ﴿۱﴾﴾

اے ایمان والو! عہد و پیمان کو پورا کرو تمہارے لیے مویشی چوپائے حلال کیے جاتے ہیں ان جانوروں کے علاوہ جن کا ذکر آگے کیا جائے گا تم حالت احرام میں شکار کو حلال نہ جانو بیشک اللہ تعالیٰ جو چاہتے ہیں حکم دیتے ہیں۔

مشکل الفاظ کے معانی

اَوۡفُوۡا: کسی چیز کا پورا کرنا جس میں کسی قسم کا نقص نہ ہو۔

اَلۡعُقُوۡدِ: یہ عقد کی جمع ہے عقد گرہ کو کہتے ہیں اس سے مراد وہ پختہ عہد ہے جو انسان اور خالق کائنات کے درمیان ہو عقود شرعی جیسے حلت وحرمت اور فرائض ہیں یا انسان کا آپس میں عہد و پیمان جیسے خرید و فروخت اور نکاح وغیرہ۔

اُحِلَّتۡ لَکُمۡ: تمہارے لیے حلال کیے گئے ہیں۔

بَهِیۡمَةُ: ہر وہ چیز جسے عقل نہ ہو لیکن عرف میں ہر وہ جانور جس کی چار ٹانگیں ہوں چاہے خشکی کے جانور ہوں یا سمندری جانور ہوں۔

الۡاَنۡعَامِ: اونٹ، گائے، بکری، بھیڑ، ہرن اور بھینس وغیرہ۔

اَنۡتُمۡ حُرُمٌ: حرم حرام کی جمع ہے اس کا معنی ہے تم حج یا عمرہ کا احرام باندھنے والے ہو۔

توضیح

تفسیر ابن جریر میں ہے حضرت محمد بن مسلمہ فرماتے ہیں جب رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ کو نجران کی طرف روانہ کیا تو اس وقت آپ ﷺ نے موصوف صحابی کو ایک کتاب لکھوا کر دی تھی اس کتاب کو میں نے ابو بکر بن حزم کے پاس دیکھا اور اسے پڑھا تھا اس میں بہت سے احکام موجود تھے اور اس کتاب میں ﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اَوۡفُوۡا بِالۡعُقُوۡدِ﴾ سے لیکر ﴿اِنَّ اللّٰہَ سَرِیۡعُ الۡحِسَابِ﴾ تک آیات موجود تھیں۔ ❶

❶ تفسیر طبری ٩/٤٥٤۔

اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو لفظ ایمان کے ساتھ پکار کر اپنے اوامر کی اطاعت پر ابھارا ہے اور ہر اس چیز کا چھوڑنا طلب کیا ہے شیطان جس کی طرف انسان کو بلاتا ہے۔

عہد و پیمان کو پورا کرنے کا حکم فرمایا ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں عقود سے مراد عہد ہے اور عہد کو پورا کرنے میں اللہ تعالیٰ کے حلال کو حلال جاننا اور حرام کو حرام جاننا، اس کے فرائض کی پابندی کرنا ہے اور اللہ تعالیٰ کی کسی حد کو نہ توڑنا ہے۔ ❶

تفسیر المنیر میں ہے عقود سے مراد دو چیزیں ہیں،

ا. اللہ تعالیٰ کی حلال کردہ کو حلال جاننا حرام کردہ کو حرام جاننا اور اسکے تمام انبیاء اور کتب پر ایمان لانا۔

۲. عقد المعاملات چھ ہیں (ا) اللہ کا عہد (۲) معاہدہ بھائی چارہ (۳) معاہدہ شرکات یعنی حصہ داری (۴) معاہدہ تجارت (۵) معاہدہ نکاح (۶) قسم۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((اَلْمُسْلِمُوْنَ عِنْدَ شُرُوْطِهِمْ)) ❷ مسلمان اپنی شروط پر ہیں۔ ((كُلُّ شَرْطٍ لَيْسَ فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ فَهُوْ بَاطِلٌ وَاِنْ كَانَ مِائَةَ شَرْطٍ)) ❸ ہر وہ شرط جو کتاب اللہ میں نہ ہو وہ باطل ہے اگرچہ وہ سو شرط ہی کیوں نہ ہو، اس لیے جن شروط پر اتفاق کرتے ہوئے کوئی معاہدہ اور عہد ہو جائے اور وہ شروط اسلام کے منافی نہ ہوں تو ان کے مطابق معاہدے کو پورا کرنا ضروری ہے اگر وہ شرط خلاف شرع ہو تو اس کو پورا کرنا واجب نہیں ہے، پھر فرمان خداوندی ہے۔ ﴿ اُحِلَّتْ لَكُمْ بَهِيْمَةُ الْاَنْعَامِ ﴾

تمہارے لیے چوپائے مویشی، اونٹ، بکری، گائے، بھینس اور بھیڑ وغیرہ اور وہ جنگلی جانور جو شکار کر کے کھانے کے قابل ہوں (نیل گائے، ہرن وغیرہ) ذبح کرنے کے بعد حلال ہیں اور درندے جانور حلال نہیں۔ حدیث میں ہے،

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہ ((نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مِنْ اَكْلِ كُلِّ ذِىْ نَابٍ مِّنَ السَّبُعِ وَعَنْ كُلِّ ذِىْ مِخْلَبٍ مِّنَ الطَّيْرِ)) ❹

---

❶ تفسیر ابن کثیر ۲/۷۔ ❷ رواہ حاکم ج ۲ ص ۴۹ کتاب البیوع باب المسلمون علی شروطهم والصلح جائز۔
❸ رواہ الطبرانی بحوالہ تفسیر المنیر ج ٦ ص ٦٦۔ ❹ سنن ابی داود کتاب الاطعمة باب ماجاء فی اکل السباع، صحیح مسلم ۲/ ۱۷۷ کتاب الصید والذبائح باب تحریم اکل کل ذی ناب من السباع وکل ذی مخلب من الطیر۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے درندے جانور کھانے سے منع فرمایا ہے۔

بھینس کے بھیمۃ الانعام میں شامل ہونے کے متعلق علماء کا اختلاف ہے بعض نے اس کو بھیمۃ الانعام میں شامل کیا ہے اور بعض علماء اس کو ان میں شامل نہیں کرتے۔

اسی بناء پر بھینس کی قربانی مختلف فیہ ہے لیکن حضرت حافظ عبداللہ محدث روپڑی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ احتیاط اسی میں ہے کہ بھینس کو زکاۃ میں گائے پر قیاس کرتے ہوئے بہیمۃ الانعام میں شامل سمجھا جائے اور اس کی زکوۃ ادا کی جائے لیکن قربانی میں اس کو بھیمۃ الانعام میں شامل نہ کیا جائے اور اس کی قربانی نہ دی جائے۔ ❶

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اس آیت سے ہی استدلال کیا ہے۔

اگر کسی مادہ جانور کو ذبح کیا جائے اس کے بطن سے بچہ نکل آئے اس کا کھانا حلال ہے اگر چہ وہ مردہ ہی کیوں نہ ہو۔

ابوسعید روایت کرتے ہیں:

سَأَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ عَنِ الجَنِيْنِ فَقَالَ :((كُلُوْهُ إِنْ شِئْتُمْ.)) وَقَالَ مَسَدَّدٌ قُلْنَا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! نَنْحَرُ النَّاقَةَ وَنَذْبَحُ الْبَقَرَةَ وَالشَّاةَ فَنَجِدُ فِيْ بَطْنِهَا الْجَنِيْنَ أَنُلْقِيْهِ أَمْ نَأْكُلُهُ قَالَ:((كُلُوْهُ إِنْ شِئْتُمْ فَإِنَّ ذَكَاتَهُ ذَكَاةُ أُمِّهِ.)) ❷

میں نے آپ سے سوال کیا کہ اگر ہم کوئی جانور ذبح کریں اس کے بطن سے بچہ نکل آئے تو اسے کھائیں یا پھینک دیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا اسے کھالو کیوں کہ اس کی ماں کا ذبیحہ اس کا ذبیحہ ہے۔

اس کے بعد فرمایا کہ جب انسان محرم ہو (حج اور عمرہ کا احرام باندھے) اس وقت وہ خشکی کا شکار نہ کرے محرم سمندری شکار کرسکتا ہے۔

فرمان الٰہی ہے:

﴿ أُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ ﴾

''تمھارے لیے سمندر کا شکار حلال ہے۔''

---

❶ فتاوی اہل حدیث ۲/۹۰ باب بھینسے کی قربانی۔

❷ سنن ابی داود کتاب الضحایا باب ماجاء فی ذکوۃ الجنین ۲/۳۵۔

اگر کوئی شخص محرم کو شکار کر کے دے تو محرم وہ شکار کھا سکتا ہے بشرطیکہ محرم نے شکار میں کسی قسم کی مدد نہ کی ہو اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہیں کسی انسان کو لائق نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی حلال کردہ چیز کو حرام کرے اور حرام کردہ کو حلال کرے اللہ جس طرح چاہیں حکم دیتے ہیں۔

آیت مبارکہ سے ماخوذ ہونے والے احکام

١. انسان کو عہد و پیمان پورا کرنا چاہیے۔

٢. خلاف شریعت شروط پوری کرنا کسی بھی مسلم کے لیے روا نہیں۔

٣. بہیمۃ الانعام جانور حلال ہیں۔

٤. محرم کے لیے خشکی کا شکار حرام ہے۔

٥. محرم سمندری شکار کر سکتا ہے۔

٦. اگر کسی جانور کو ذبح کرتے وقت اس کے پیٹ سے بچہ نکل آئے تو اس کا کھانا حلال ہے۔

۞۞۞

﴿يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحِلُّوْا شَعَآئِرَ اللّٰهِ وَلَا الشَّهْرَ الْحَرَامَ وَلَا الْهَدْيَ وَلَا الْقَلَآئِدَ وَلَآ آٰمِّيْنَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرِضْوَانًا ۭ وَاِذَا حَلَلْتُمْ فَاصْطَادُوْا ۭ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ اَنْ صَدُّوْكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اَنْ تَعْتَدُوْا ۘ وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى ۠ وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ۠ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿٢﴾﴾

اے ایمان والو! تم اللہ تعالیٰ کی نشانیوں اور حرمت والے مہینے اور بیت اللہ کی نیاز کے جانور (جو قربانی کی نیت سے بیت اللہ کی طرف لے جائے جائیں) اور جن جانوروں کے گلے میں پٹہ ڈالا جائے اور جو لوگ بیت اللہ کا قصد کرنے والے اپنے رب کا فضل اور رضا مندی چاہتے ہوں ان کی بے حرمتی مت کرو جب تم حلال ہو جاؤ پس تم شکار کرو اور نہ ابھارے تم کو کسی قوم کی دشمنی زیادتی پر جنہوں نے تم کو مسجد حرام میں داخل ہونے سے روکا تھا تم بھلائی اور پرہیزگاری پر تعاون کرو اور تم گناہ اور زیادتی پر تعاون نہ کرو اور تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو بے شک اللہ تعالیٰ سخت عذاب والے ہیں۔

مشکل الفاظ کے معانی

لَا تُحِلُّوْا : بے حرمتی نہ کرو۔

شَعَآئِرَ اللّٰهِ: یہ شعیرہ کی جمع ہے۔شعیرہ ہر وہ چیز جس پر نشان لگایا گیا ہو اس سے مراد شریعت کے تمام اوامر اور نواہی ہیں اور یہاں حج اور عمرہ کے مناسک مراد ہیں۔

اَلشَّهْرَ الْحَرَامَ : حرمت اور عزت والا مہینہ رجب جس کی تعظیم کفار مضر بھی کرتے تھے۔حرمت والے مہینے چار ہیں۔

(۱) رجب (۲) ذی قعدہ (۳) ذی الحجہ (۴) محرم

اَلْهَدْيَ: قربانی والا جانور۔

اَلْقَلَآئِدَ: اس کا واحد قلادۃ آتا ہے ہر وہ چیز جو گردن میں لٹکائی جائے اس سے مراد وہ ہار ہے جو جانوروں کے گلے میں ڈالا جاتا ہے۔

آٰمِّيْنَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ : بیت اللہ کا قصد کرنے والا۔

اِذَا حَلَلْتُمْ : جب تم احرام کھول دو۔

لَا يَجْرِمَنَّكُمْ: نہ ابھارے تم کو۔

شَنَاٰنُ قَوْمٍ : کسی قوم کی دشمنی۔

اَنْ صَدُّوْكُمْ: اس لیے کہ انہوں نے تم کو روکا۔

فَضْلًا : رزق یا نفع تجارت۔

اَلْبِرِّ : ہر وہ چیز جس کے کرنے کا شریعت حکم دے۔

اَلتَّقْوٰى: جس کام کا اللہ اور اس کا رسول ﷺ حکم دیں اسے کرنا اور اس کام سے رک جانا جس کو وہ چھوڑنا طلب کریں۔

اَلْاِثْمِ : گناہ، نافرمانی، ہر وہ کام جس کے کرنے سے آدمی کو خلجان پیدا ہو، نادم ہو اور دوسروں سے یہ کام چھپائے۔

اَلْعُدْوَانِ : ظلم اور حد سے تجاوز کرنا، یعنی جو فرائض اللہ تعالیٰ نے مقرر کیے ہیں ان سے آگے نکل جانا۔

شانِ نزول

أَخْرَجَ ابْنُ جَرِيْرٍ الطَّبْرِيُّ عَنْ عِكْرَمَةَ قَالَ قَدِمَ الحَطَمُ بْنُ هِنْدِ الْبَكْرِيُّ الْمَدِيْنَةَ فِيْ عِيْرٍلَّهُ يَحْمِلُ طَعَاماً فَبَاعَه ثُمَّ دَخَلَ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ فَبَايَعَهُ وَاَسْلَمَ فَلَمَّا وَلّٰى خارِجًا نَظَرَ إِلَيْهِ فَقَالَ لِمَنْ عِنْدَهُ لَقَدْ دَخَلَ عَلَيَّ بِوَجْهِ فَاجِرٍ وَ وَلّٰى بَقَفًا غَادِرٍ فَلَمَّا قَدِمَ اليَمَامَةَ إِرْتَدَّ عَنِ الْإِسْلَامِ وَخَرَجَ فِيْ عِيْرٍلَّهُ يَحْمِلُ الطَّعَامَ فِيْ ذِي الْقَعْدَةِ يُرِيْدُ مَكَّة، فَلَمَّا سَمِعَ بِهِ اَصْحَابُ النَّبِيْ تَهَيَّأَ لِلْخُرُوْجِ إِلَيْهِ نَفَرٌ مِّنَ المُهَاجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ، لِيَقْتَعُوْهُ فِي عِيْرِهِ، فَاَنْزَلَ اللهُ تَعَالٰى ﴿يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْ لَاتُحِلُّوْا شَعَائِرَاللّٰهِ﴾ الآية، فَانْتَهٰى الْقَوْمُ. ❶

حطم بن ھند البکری مدینہ منورہ میں کچھ غلہ لے کر آیا غلہ فروخت کرنے کے بعد وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اسلام قبول کیا اور آپ ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کی جب وہ واپس جانے کے لیے نکلا تو آپ ﷺ نے اس کی طرف دیکھا اور اپنے پاس بیٹھے ہوئے آدمی کو فرمایا کہ یہ فاسق آدمی کے چہرے کی طرح مجھ پر داخل ہوا ہے اور دھوکہ دینے والے کی طرح واپس چلا گیا ہے جب یہ (یمامہ) اپنے وطن واپس پہنچا تو یہ مرتد ہو گیا پھر یہ کچھ غلہ لیکر ماہ ذی القعدہ میں مکہ کی طرف روانہ ہوا جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو اس کے نکلنے کی خبر ملی تو مہاجرین اور انصار سے ایک جماعت نے اسے راستہ میں روکنے کا ارادہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

التوضیح

یہ آیت کریمہ دو طرح کے احکامات پر مشتمل ہے۔

۱. ایسے احکام جو محکم ہیں اور ان پر قیامت تک عمل کرنا واجب ہے مثلاً شعائر اللہ کی تکریم و تحریم اور کسی واجب پر عمل نہ چھوڑنا، کسی حرام کام نہ کرنا، حج اور عمرہ کے طریقے۔

۲. جن پر عمل کرنا منسوخ ہو چکا ہے جیسے پہلے حرمت والے مہینوں میں لڑنا ناجائز تھا لیکن اللہ تعالیٰ کے اس فرمان نے اس کو منسوخ کر دیا ہے۔ ﴿فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ﴾ ❷

❶ تفسیر طبری ۴۷۲/۹ ❷ النساء: ۸۹۔

اسی طرح مشرکین کا بیت اللہ کی طرف قربانی لے جانا اور قربانی کے جانوروں کو قلادہ ڈالنا، مشرکین کا خود حرم میں داخل ہونا، حرم کے درختوں کے پتوں سے اپنے سروں کو ڈھانپ کر پناہ لینا یہ تمام احکام منسوخ ہو چکے ہیں۔

یہ آیت مبارکہ اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ مناسک حج اور عمرہ اور معالم دین کی تکریم کرنی چاہیے اور انسان حدود اللہ سے تجاوز نہ کرے۔

معالم دین میں قربانی کے جانوروں کو بیت اللہ کی طرف لے جانا اور اونٹ کا شعار کرنا ہے یعنی کوہان کی دائیں جانب سے اس کا خون نکال کر اس کی کوہان پر لگا دینا تاکہ لوگوں کو علم ہو جائے کہ یہ جانور بیت اللہ کی طرف جا رہا ہے۔

اشعار رسول اللہ ﷺ کی سنت ہے

اشعار کرنا رسول اللہ ﷺ کی سنت ہے، مسند احمد میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

((اِنَّ النَّبِیَّ صَلَّی الظُّهْرَ بِذِی الْحُلَیْفَةِ ثُمَّ دَعَا بِنَاقَتِهٖ فَاَشْعَرَهَا فِیْ صَفْحَةِ سَنَامِهَا الْاَیْمَنِ))[2]

رسول اللہ ﷺ نے اپنی اونٹنی کو کوہان کے دائیں جانب اشعار کیا تھا لیکن امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اشعار کو مثلہ قرار دیتے ہیں جو کہ رسول اللہ ﷺ کی سنت کے سراسر خلاف ہے۔

دین اسلام کی نشانیوں سے حرمت والے مہینوں کی تکریم کرنا بھی ہے اور حرمت والے مہینے یہ ہیں:

۱: ذی القعدہ. ۲: ذی الحجہ. ۳: محرم. ۴: رجب.

ان مہینوں میں لڑائی کرنا جائز نہیں تھا لیکن پھر اس کو ﴿فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِیْنَ حَیْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ﴾[3] نے منسوخ کر دیا ہے اب حرمت والے مہینوں میں بھی کفار سے لڑنا جائز ہے۔

اسلام کی معالم سے قربانی کے ان جانوروں کے گلے میں قلادہ ڈالنا ہے جن کو بیت اللہ کی طرف لے جایا جائے اب صرف مسلمان ہی قربانی کے جانور کے گلے میں قلادہ ڈال سکتا ہے کفار اور مشرکین کو بیت اللہ کی طرف جانے اور قربانی کے جانور کے گلے میں قلادہ ڈالنے کی اجازت نہیں ہے قلادہ ڈالنا سنت ابراہیمی ہے، جس کو اسلام نے برقرار رکھا ہے۔

---

❶ النساء: ۸۹۔

❷ مسنداحمد ۱/ ۲۵٤، سنن دارمی ۲/ ۹۱ باب الاشعار کیف یشعر، صحیح مسلم کتاب الحج باب اشعار البدن وتقلیده ۱/ ٤۰۷۔ ❸ سورة النسآء: ۸۹

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔

((اَهْدٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَرَّةً اِلَى الْبَيْتِ غَنَمًا فَقَلَّدَهَا)) ❶

''رسول اللہ ﷺ نے ایک مرتبہ بیت اللہ کی طرف کچھ بکریاں بھیجیں ان کے گلے میں قلادہ ڈالا۔

اس بات پر تمام علماء کا اتفاق ہے کہ جو آدمی احرام کی نیت سے جانور کو قلادہ ڈالے اور اسے بیت اللہ کی طرف لے کر آئے تو وہ محرم تصور ہوگا اگر اس نے قربانیاں تیار کیں اور ان کو قلادہ ڈالا اور خود ساتھ نہیں آتا تو وہ محرم نہیں ہوگا۔

دورانِ حج تجارت

پھر حکم الٰہی ہے کہ اگر حج کے دوران تجارت کرنا چاہو تو وہ تمھارے لیے جائز ہے جب تم مناسک حج ادا کرنے کے بعد احرام کھول دو تو تم شکار کر سکتے ہو اور تمھارے لیے وہ چیزیں حلال ہوں گی جو تم پر حالت احرام میں حرام تھیں۔

جس قوم نے تم کو صلح حدیبیہ کے سال بیت اللہ سے روکا تھا صلح حدیبیہ کے بعد ان لوگوں سے دشمنی کا بدلہ لینا صلح کی شرط کے خلاف ہے ایسی ناجائز باتوں پر مسلمانوں کو اتفاق نہیں کرنا چاہیے بلکہ مسلمانوں کو اچھے کاموں میں اتفاق کرنا چاہیے اور یہی تقویٰ کے زیادہ قریب ہے۔

بعض سلف کا قول ہے کہ شرک سے حکومت قائم رہ سکتی ہے لیکن ظلم سے حکومت قائم نہیں رہ سکتی۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اَدِّ الْاَمَانَةَ اِلٰى مَنِ ائْتَمَنَكَ وَلَا تَخُنْ مَنْ خَانَكَ)) ❷

''جس آدمی نے تجھے اپنی امانت پر امین بنایا ہے اس کی امانت کو ادا کر و اور جو تجھ سے خیانت کرے تو اس سے خیانت نہ کر''۔

انسان کو اچھے کاموں میں ایک دوسرے کا تعاون کرنا چاہیے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿تَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ﴾ برائی پر تعاون کرنا حرام ہے اور البر کے معنی حسن اخلاق کے ہیں۔

---

❶ صحیح مسلم کتاب الحج باب استحباب بعث الهدی الی الحرم ج١ ص ٤٢٥۔

❷ سنن ابی داود کتاب البیوع باب فی الرجل یاخذ حقه من تحت یده رقم: ٣٥٣٥، ترمذی کتاب البیوع رقم: ١٢٦٤، مستدرک حاکم ج٢ ص٤٦، دارمی ج٢ باب فی اد الامانة واجتناب الخیانة ص ٣٤٣

فرمان نبوی ﷺ ہے:

((مَنْ دَلَّ عَلٰی خَیْرٍ فَلَهٗ مِثْلُ اَجْرِ فَاعِلِهٖ)) ❶

''جو آدمی نیکی کی طرف کسی کی رہنمائی کرے وہ اجر میں نیکی کرنے والے کے برابر شریک ہے''

نیز فرمایا:

((اَلدَّالُ عَلَی الْخَیْرِ کَفَاعِلِهٖ))❷

خیر پر رہنمائی کرنا نیکی کرنے والے کی طرح ہے۔

اس لیے انسان کو چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی منہیات سے رک جائے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہوئے شریعت کی نافرمانی اور گناہوں پر تعاون نہ کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ بڑی سخت پکڑ والے ہیں۔

آیت مبارکہ سے اخذ ہونے والے مسائل

۱. شعائر اللہ کی تعظیم کرنا ایمانداروں پر واجب ہے۔
۲. قربانی کے جانوروں کے گلے میں قلادہ ڈالنا رسول اللہ ﷺ کی سنت ہے۔
۳. اونٹ کا اشعار کرنا رسول اللہ ﷺ کی سنت ہے۔
۴. دوران حج حاجی تجارت کرسکتا ہے۔
۵. قربانی والے جانور کے گلے میں قلادہ صرف مسلمان ہی ڈال سکتا ہے۔
۶. نیکی پر رہنمائی کرنے والا بھی نیکی کرنے والے کی طرح اجر کا مستحق ہوتا ہے۔
۷. ایک دوسرے سے صرف نیکی کے کاموں میں تعاون کرنا چاہیے برے کاموں میں تعاون حرام ہے۔

❁❁❁

❶ صحیح مسلم کتاب الامارۃ باب فضل اعانۃ الغازی فی سبیل اللہ بمرکوب وغیرہ رقم ۱۸۹۳۔
❷ جامع ترمذی کتاب العلم باب ماجاء ان الدال علی الخیر کاجر فاعله رقم ۲۶۷۰۔

﴿حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيرِ وَمَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللَّهِ بِهِ وَالْمُنْخَنِقَةُ وَالْمَوْقُوذَةُ وَالْمُتَرَدِّيَةُ وَالنَّطِيحَةُ وَمَا أَكَلَ السَّبُعُ إِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ وَأَنْ تَسْتَقْسِمُوا بِالْأَزْلَامِ ذَٰلِكُمْ فِسْقٌ الْيَوْمَ يَئِسَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ دِينِكُمْ فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِ الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا فَمَنِ اضْطُرَّ فِي مَخْمَصَةٍ غَيْرَ مُتَجَانِفٍ لِإِثْمٍ فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ (3)﴾

حرام ہے تم پر مردار (جو جانور اپنی موت سے مر جائے) اور بہتا ہوا خون اور سور کا گوشت اور جس جانور پر اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کا نام پکارا جائے اور جو گلا گھٹ کر مر جائے اور جو چوٹ لگ جانے سے اور گرنے سے مر جائے اور جو سینگ لگ جانے سے مر جائے اور جس کو کسی درندہ نے پھاڑ کھایا ہو (مگر تم اسے مرنے سے پہلے ذبح کر لو) اور پتھروں یعنی بتوں کے نام پر ذبح کیا جائے اور یہ کہ تم تیروں کے ساتھ قسمت معلوم کرو یہ گناہ ہے آج کے دن کافر تمھارے دین سے مایوس ہو گئے ہیں تم ان سے نہ ڈرو مجھ سے ڈرو آج کے دن میں نے تمھارا دین مکمل کر دیا ہے اور تم پر اپنی نعمت کو پورا کر دیا ہے اور تمھارے لیے دین اسلام کو پسند کیا ہے جو شخص بھوک سے بے قرار ہو جائے اور گناہ نہ کرنا چاہے تو اللہ تعالیٰ بخشنے والے مہربان ہیں۔

مشکل الفاظ کے معانی

اَلْمَيْتَةُ : وہ جانور جو خود بخود مر جائے نہ اسے ذبح کیا جائے اور نہ ہی شکار کیا جائے۔

اَلدَّمُ : وہ خون جو دوران ذبح جانور سے نکلے۔

مَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ: جو غیر اللہ کے نام پر ذبح کیا جائے۔

اَلْمُنْخَنِقَةُ : جو جانور گلا گھٹ جانے سے مر جائے۔

اَلْمَوْقُوذَةُ : جو جانور لکڑی یا پتھر وغیرہ لگنے کی وجہ سے مر جائے۔

اَلْمُتَرَدِّيَةُ : وہ جانور جو کسی اونچی جگہ سے گر کر مر جائے۔

اَلنَّطِيحَةُ : جو کسی دوسرے جانور کے سینگ مارنے کی وجہ سے مر جائے۔

اَكَلَ السَّبُعُ : جس کو درندے کھا جائیں۔

مَا ذَكَّيْتُمْ : وہ جانور جس کے اندر تم روح پالو پھر تم اس کو ذبح کرو۔

اَنْ تَسْتَقْسِمُوْا بِالْاَزْلَامِ : تیروں کے ذریعے تم اپنی قسمت معلوم کرو۔

فِسْقٌ : اطاعت سے نکل جانا۔

فَمَنِ اضْطُرَّ : جو شخص مجبور ہو جائے۔

فِيْ مَخْمَصَةٍ : سخت بھوک کی حالت۔

غَيْرَ مُتَجَانِفٍ : گناہ کی طرف نہ مائل ہونے والا۔

التوضیح

اس سورت کی آیت نمبر ا میں ان چوپاؤں کا ذکر تھا جن کا کھانا ہمارے لیے حلال ہے اور اس آیت مبارکہ میں ان چوپاؤں کا بیان ہے جن کا کھانا ہمارے لیے حرام ہے وہ دس اقسام پر مشتمل ہیں۔

اَلْمَيْتَةُ : وہ جانور جو خود بخود مر جائے نہ تو اسے ذبح کیا جائے نہ وہ شکار کیا جائے مردار کا کھانا اس لیے حرام ہے کہ اس کے اندر وہ خون باقی رہ جاتا ہے جو انسانی صحت کے لیے مضر ہے لیکن دو مردار ہمارے لیے حلال ہیں۔

فرمان نبوی ﷺ ہے۔((اُحِلَّتْ لَنَا مَيْتَتَانِ اَلْحُوْتُ وَالْجَرَادُ))❶

''ہمارے لیے دو مردار حلال ہیں۔ مچھلی اور ٹڈی۔''

دوسری روایت ابو ہریرہ ؓ سے مروی ہے:

((اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ سُئِلَ عَنْ مَاءِ الْبَحْرِ فَقَالَ هُوَ الطَّهُوْرُ مَاءُهُ وَالْحِلُّ مَيْتَتُهُ))❷

آپ ﷺ سے سمندر کے پانی کے متعلق سوال کیا گیا ہے آپ ﷺ نے فرمایا اس کا پانی پاک ہے اور اس کا مردار حلال ہے۔

---

❶ مسند احمد ۹۷/۲ ، سنن ابن ماجه كتاب الصيد باب صيد الحيتان والجراد رقم ۳۲۱۸ ـ ❷ سنن ابی داود كتاب الطهارة باب الوضوء بماء البحر رقم ۸۳ ، جامع ترمذی ابواب الطهارة باب فی الماء البحر انه طهور، سنن ابن ماجه كتاب الطهارة وسننها باب الوضوء بماء البحر رقم :۳۸٦، سنن نسائی كتاب الطهارة باب فی ماء البحر رقم :٦٠، مؤطا باب الطهور للوضوء رقم ۱۳، ابن ابی شیبه ۱۳۰/۱ ابن خزیمه ۱۱۱/۱ ـ

اَلدَّمُ : وہ خون جو ذبح کرتے وقت مردار سے بہتا ہے اس کا کھانا بھی حرام ہے لیکن جو خون جما ہوا ہو وہ حرام نہیں ''کلیجی اور تلی'' کیونکہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں ہمارے لیے دو خون حلال ہیں۔ فرمایا:

((وَاَمَّا الدَّمَانِ فَالطِّحَالُ وَالْكَبِدُ)) ❶ کلیجی اور تلی۔

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے تلی کے متعلق سوال ہوا تو آپ نے فرمایا: ''کُلُوْہُ'' تم اس کو کھالو ''فَقَالُوْا اِنَّهٗ دَمٌ'' انھوں نے کہا وہ خون ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الدَّمَ الْمَسْفُوْحَ '' ❷ تم پر صرف وہ خون حرام ہے جو ذبح کے وقت جانور سے بہتا ہے۔ اس کے حرام ہونے کی وجہ یہ ہے کہ یہ خون مختلف بیماریوں کا سبب ہوتا ہے۔

ابن ابی حاتم میں صدی بن عجلان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے اپنی قوم کی طرف روانہ کیا تاکہ میں ان کو اسلام کی طرف بلاؤں میں وہاں جا کر اپنے کام میں مشغول ہو گیا ایک دن وہ میرے سامنے خون کا پیالہ بھر کے کھانے لگے اور مجھے بھی کھانے کی دعوت دی میں نے ان کو ﴿حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ﴾ پوری آیت پڑھ کر سنائی اور ان کو اسلام کی طرف بلایا وہ ایمان نہ لائے ایک دن مجھے سخت پیاس لگی، پانی نہ ملا میں نے ان سے پانی طلب کیا انھوں نے انکار کر دیا اور مجھے جواب دیا کہ ہم تمھیں اسی طرح ہی پیاسا ماریں گے تو میں کرب کی حالت میں گرم ریت پر کمبل اوڑھ کر لیٹ گیا اتفاقاً مجھے نیند آ گئی تو میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ ایک شخص مجھے بہترین جام پلا رہا ہے جس کے بعد مجھے کبھی پیاس نہیں لگی اور میرے بیدار ہونے کے بعد وہ آپس میں کہنے لگے آخر یہ ہماری قوم کا سردار ہے اور ہمارا مہمان بن کر آیا ہے اس لیے اتنی بے رخی درست نہیں وہ میرے پاس کچھ لے کر آئے میں نے کہا میرے رب نے مجھے کھلا پلا دیا ہے اب مجھے کوئی ضرورت نہیں اور پھر میں نے انہیں اپنا بھرا ہوا پیٹ دکھلایا اس کو دیکھ کر وہ سب مسلمان ہو گئے۔ ❸

لَحْمُ الْخِنْزِيْرِ : یعنی سور کا گوشت ہم پر حرام کیا ہے لفظ لحم یعنی گوشت، خنزیر کے تمام اجزاء کو شامل ہے اس میں اس کی چربی اور چمڑہ وغیرہ بھی داخل ہے اور سور سے کسی قسم کا بھی فائدہ حاصل کرنا جائز نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿اَوْ لَحْمَ الْخِنْزِيْرِ فَاِنَّهٗ رِجْسٌ﴾ ❹ یعنی تم پر سور کا گوشت حرام ہے اور یہ نجس ہے۔

---

❶ مسند احمد ۹۷/۲، ابن ماجه كتاب الصيد الحيتان والجراد رقم ۳۲۱۸۔

❷ تفسير ابن كثير ۱۱/۲۔

❸ تفسير ابن كثير ۱۲/۲، طبرانی ۳۳۵/۸۔

❹ سورة الانعام پاره :۸ آيت :۱٤٦۔

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

((مَنْ لَعِبَ بِالنَّرْدِ شِيْرِ فَكَاَنَّمَا صَبَغَ يَدَهٗ فِيْ لَحْمِ الْخِنْزِيْرِ وَدَمِهٖ))❶

''جس نے شطرنج کھیلا اس نے اپنے ہاتھوں کو خنزیر کے گوشت اور خون میں رنگ لیا ہے۔''

جب صرف خنزیر کا چھونا ہی قابل نفرت ہے تو اس کا کھانا بالاولی برا، قابل نفرت اور حرام ہوگا۔

مَآ اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ: وہ جانور جس پر ذبح کے وقت اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کا نام لیا جائے جس طرح مشرکین مکہ اپنے جانوروں کو بتوں کے لیے نامزد کرتے پھر ذبح کے وقت بتوں کا نام لیتے تھے ایسے جانوروں کا کھانا بھی حرام ہے۔

اگر کوئی شخص پہلے اللہ تعالیٰ کا نام لے پھر غیر اللہ کا نام لیکر جانور ذبح کرے تو وہ بھی حرام ہوگا کیونکہ اس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ غیر اللہ کی تعظیم کی اور اس کو اللہ تعالیٰ کا شریک بنا دیا ہے۔

اسی طرح اگر کوئی آدمی کسی جانور کو غیر اللہ کے نام پر ٹھہرائے اور ذبح کرتے وقت وہ بطور عادت اللہ تعالیٰ کا نام لیتا ہے ((بِسْمِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ)) تو یہ بھی حرام ہوگا۔ اس کا بسم اللہ واللہ اکبر کہنا برائے نام ہے کیونکہ اس کی نیت اس شخص کی تعظیم تھی جس کے نام پر اس نے جانور کو روکا تھا۔

حدیث میں ہے:

((اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ))❷

''اعمال کا مدار نیتوں پر ہے۔''

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

((اِنَّ اللّٰهَ لَا يَنْظُرُ اِلٰى اَجْسَادِكُمْ وَلَا اِلٰى صُوَرِكُمْ وَلٰكِنْ يَّنْظُرُ اِلٰى قُلُوْبِكُمْ))❸

''اللہ تعالیٰ تمھارے جسموں اور صورتوں کی طرف نہیں دیکھتے بلکہ وہ تمھارے دلوں کو دیکھتے ہیں۔''

اَلْمُنْخَنِقَةُ: وہ جانور بھی حرام ہے جو گلا گھٹ جانے سے مر جائے۔

❶ صحیح مسلم کتاب الشعر باب تحریم اللعب بالنرد شیر رقم ٢٢٦٠

❷ صحیح بخاری کتاب بدء الوحی باب کیف کان بدء الوحی الی رسول الله ﷺ رقم: ١

❸ صحیح مسلم کتاب البرباب تحریم ظلم المسلم وخذله واحتقاره ودمه وعرضه وماله رقم: ٢٥٦٤

اَلْمَوْقُوْذَةُ : وہ جانور جو لکڑی یا ایسی چیز کی ضرب سے مر گیا ہو جو دھار دار نہیں تھی وہ بھی حرام ہے کیونکہ زمانہ جاہلیت میں لوگ جانور کو لاٹھی مارتے اور کھا لیتے تھے تو اسلام نے اس طرح کرنے سے منع کر دیا کیونکہ یہ حیوان کو عذاب دینے کے مترادف ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((إِنَّ اللّٰه كَتَبَ الْإِحْسَانَ عَلىٰ كُلِّ شَيْءٍ فَإِذَا قَتَلْتُمْ فَأَحْسِنُوْا الْقِتْلَةَ وَإِذَا ذَبَحْتُمْ فَأَحْسِنُوْا الذِّبْحَةَ، وَلْيُحِدَّ أَحَدُكُمْ شَفْرَتَهُ، وَلْيُرِحْ ذَبِيْحَتَهُ)) ❶

اللہ تعالیٰ نے ہر چیز پر احسان کو فرض کیا ہے جب تم کسی کو قتل کرو تو اچھے طریقہ سے قتل کرو اور جب تم ذبح کرو تو اچھی طرح ذبح کرو اور تم اپنے ذبح کرنے والے آلے (چھری) وغیرہ کو اچھی طرح تیز کر لو اور تم ذبح کرتے وقت جانور کو راحت دو۔

آج کل جو بندوق وغیرہ سے شکار کیا جائے اگر شکار کرنے سے پہلے اس پر اللہ تعالیٰ کا نام لیا جائے تو وہ حلال ہے۔

عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

سَأَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ عَنِ الْمِعْرَاضِ فَقَالَ:((اِذَا اَصَبْتَ بِحَدِّهٖ فَكُلْ فَإِذَا أَصَابَ بِعَرْضِهٖ فَقَتَلَ فَإِنَّمَاهُوَ وَقِيْذٌ فَلَا تَأْكُلْ)) ❷

میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کی میں معراض (چوڑے پھالے والا تیر) سے شکار کرتا ہوں میرے لیے کیا حکم ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تو تیر پھینکے اور (شکار کو) وہ زخم لگائے تو کھا لے اگر وہ چوڑائی کی طرف سے لگے تو اسے نہ کھا وہ لاٹھی مارے ہوئے جانور کے حکم میں ہے۔

اَلْمُتَرَدِّيَةُ : جو جانور کسی پہاڑی یا بلند چیز سے گر کر مر جائے یا کنویں میں گرنے سے مر جائے تو اس کا کھانا بھی حرام ہے اگر وہ زندہ ہو تو اسے ذبح کرنے کے بعد کھانا حلال ہے ورنہ حرام۔

---

❶ صحیح مسلم کتاب الصید باب الامر باحسان الذبح والقتل وتحدید الشفرة رقم:١٩٥٥۔

❷ صحیح بخاری کتاب الصید والذبائح باب صید المعراض رقم:٥٤٧٦، صحیح مسلم کتاب الصید والذبائح وما یؤکل من الحیوان باب الصید بالکلاب المعلقة۔

اَلنَّطِیْحَۃُ : وہ جانور ہے جس کو کوئی دوسرا جانور سینگ وغیرہ سے ٹکر لگائے اور وہ مر جائے تو اسکا کھانا بھی حرام ہے۔

مَآ اَکَلَ السَّبُعُ: جس جانور پر کوئی درندہ (شیر، بھیڑیا، چیتا، کتا) حملہ آور ہوا اور اس کا بعض حصہ کھا جائے یا اس کے حملہ سے زخمی ہو جانے کی بناء پر مر جائے اور اس کو ذبح نہ کیا جائے تو اس جانور کا کھانا بھی حرام ہے اگرچہ اس سے خون ہی کیوں نہ نکلا ہو۔

اِلَّا مَا ذَکَّیْتُمْ : گلہ گھونٹا ہوا جانور اور لٹھ مارا ہوا، بلندی سے گرنے والا اور جس کو کسی جانور نے چوٹ لگا کر زخمی کیا ہو اگر تم ان جانوروں کو زندہ پالو اور تم ان پر اللہ تعالیٰ کا نام لیکر اس کو ذبح کر لو تو پھر تمھارے لیے حلال ہیں ورنہ حرام ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

اگر یہ جانور ذبح کرتے وقت پاؤں یا دم ہلائیں یا آنکھیں پھیریں تو تم ان کو کھالو کیونکہ یہ جانور کے زندہ ہونے پر دلالت ہے لفظ ذکوۃ کے معنی ذبح کرنے کے ہیں اور ذبح کرنے کے لیے ایسی چیز ہونی چاہیے جس سے گردن کی رگیں کٹ جائیں اور خون بہہ جائے دانت اور ناخن سے ذبح کرنا منع ہے۔

رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کی ہم دشمنوں کے علاقہ میں جاتے ہیں ہمارے پاس چھری وغیرہ نہیں ہوتی تو ہم جانور کس کے ساتھ ذبح کریں آپ ﷺ نے فرمایا جس سے خون بہہ جائے اور اس پر اللہ تعالیٰ کا نام لیا جائے تو اسے کھالو لیکن وہ خون بہانے والی چیز ناخن اور دانت نہیں ہونی چاہیے کیونکہ دانت ہڈی ہے اور ناخن حبشیوں کی چھری ہے۔ ❶

جب انسان جانور کو ذبح کرنے پر قادر ہو تو اس وقت اسے ذبح کرے۔ اگر ذبح کرنے پر قدرت نہ ہو تو اس کی ران وغیرہ پر زخم لگانا ہی کافی ہے صحابی رسول ﷺ بیان فرماتے ہیں:

قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ مَا تَکُوْنُ الذَّکٰوۃُ اِلَّا مِنَ اللَّبَّۃِ وَالْحَلْقِ ؟ فَقَالَ: ((لَوْ طَعَنْتَ فِیْ فَخِذِھَا لَاَ جْزَأَعَنْكَ)) ❷

میں نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا کہ ذبح صرف حلق اور نرخرے میں ہوتا ہے آپ ﷺ نے فرمایا: اگر تو جانور کی ران پر بھی زخم لگا دے تو کافی ہے۔

---

❶ صحیح البخاری کتاب الصید والذبائح باب ما انهر الدم من القصب والمروة والحدید رقم: ۵۵۰۳۔

❷ مسند احمد ٤/٣٣٤ جامع ترمذی ابواب الصید باب فی الذکوة فی الحلق واللبة رقم: ۱۴۸۱۔
(یہ حدیث ضعیف ہے کیونکہ ابوالعشراء کا اپنے باپ سے سماع ثابت نہیں ہے)

﴿مَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ﴾ : نصب وہ پتھر ہیں جن کو مشرکین مکہ نے بیت اللہ کے ارد گرد نصب کر رکھا تھا اور مشرکین عرب ان کے سامنے اپنے جانور ذبح کرتے اور ان پر جانوروں کا خون چھڑکتے اور گوشت بتوں کے نام پر چڑھاوا چڑھاتے تھے اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو ایسا کرنے سے منع فرمایا ہے اور ایسے جانوروں کا کھانا بھی حرام قرار دیا ہے اگر چہ ان کو ذبح کرتے وقت اللہ تعالیٰ کا نام لیا جائے۔

اس آیت مبارکہ میں یہاں تک تو ان چیزوں کا بیان تھا جن کا کھانا ہمارے لیے حرام ہے اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان افعال کا ذکر کیا ہے جن کا کرنا ہمارے لیے حرام ہے۔

﴿وَاَنْ تَسْتَقْسِمُوْا بِالْاَزْلَامِ﴾

اَلْاِ سْتِقْسَامُ : کے معنی تقسیم کے ہیں اور ازلام زلم کی جمع ہے زلم تیر کو کہتے ہیں یعنی تیروں کے ذریعہ تقسیم کرنا مقصود ہوتا (سفر، تجارت، نکاح) تو وہ تین تیر لیتے ایک پر یہ الفاظ مکتوب ہوتے " اَمَرَنِیْ رَبِّیْ " میرے رب نے مجھے حکم دیا ہے دوسرے پر " نَهَانِیْ رَبِّیْ " میرے رب نے مجھے منع کیا ہے کے الفاظ ہوتے اور تیسرا تیر خالی ہوتا ان کو گھماتے اور تھیلہ سے نکالتے اگر وہ تیر نکل آتا جس پر " اَمَرَنِیْ رَبِّیْ " کے الفاظ ہوتے تو یہ کام کر لیتے اگر "نَهَانِیْ رَبِّیْ" والا تیر نکل آتا تو یہ اس کام کے کرنے سے رک جاتے اگر خالی تیر نکل آتا تو پھر بار بار نکالتے حتی کہ اجازت والا یا ممانعت والا تیر نکل آتا۔ ❶

مشرکین مکہ کا اعتقاد تھا کہ تیروں کے ذریعہ غیب کی اخبار معلوم کرنا ملت ابراہیمی کا ایک مسئلہ ہے جیسا کہ آج ہمارے ہاں فال کے نام سے یہ رسم معروف ہے اور یہ اسلام میں بالکل حرام ہے۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿ذٰلِكُمْ فِسْقٌ﴾ یہ سب کام گناہ اور خالق کائنات کی نافرمانی کے ہیں کسی مومن کو انکا کرنا جائز نہیں ہے بلکہ اس کی جگہ اسلام نے ہمیں استخارہ کا حکم دیا ہے۔

عَنْ جَابِرِبْنِ عَبْدِاللّٰهِ قَالَ ((كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ يُعَلِّمُنَا الْاِسْتِخَارَةَ كَمَا يُعَلِّمُنَا سُوْرَةً مِّنَ الْقُرْآنِ فَيَقُوْلُ إِذَاهَمَّ أَحَدُكُمْ بِالْاَمْرِ فَلْيَرْكَعْ رَكْعَتَيْنِ مِنْ غَيْرِ الفَرِيْضَةِ ثُمَّ لِيَقُلْ اَللّٰهُمَّ

❶ تفسیر ابن کثیر ۲/۱۸

إِنِّي أَسْتَخِيْرُكَ بِعِلْمِكَ)) الی آخرہ۔ ❶

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ ہمیں دعائے استخارہ کی تعلیم اس طرح دیتے جس طرح آپ ہمیں قرآن کی تعلیم دیتے تھے اور آپ ﷺ فرماتے جب تم میں سے کوئی کسی کام کا ارادہ کرلے تو اسے چاہیے کہ وہ دو رکعات نماز نفل ادا کرے اور پھر یہ کلمات کہے یعنی (دعائے استخارہ پڑھے)

مجتہد العصر حافظ عبداللہ محدث روپڑی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''مَانَدِمَ مَنِ اسْتَشَارَ وَمَا خَابَ مَنِ اسْتَخَارَ'' ''جو شخص مشورہ سے کام کرے وہ نادم نہیں ہوتا اور جو استخارہ کرلے وہ کبھی ناکام نہیں ہوتا۔'' ❷

اس لیے ایمان والوں کو چاہیے کہ وہ خرافات سے اجتناب کریں اور رسول اللہ ﷺ کی سنت پر عمل کرتے ہوئے استخارہ کریں لیکن یاد رہے کہ استخارہ کرنے کے بعد خواب میں کوئی اشارہ وغیرہ ضروری نہیں بلکہ استخارہ کے بعد جس پہلو پر آدمی کو اعتماد ہو اس کو کر گزرنا چاہیے۔ اللہ رب العزت خیر و برکت فرمائے گا۔

اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو مذکورہ محرمات سے اجتناب کرنے اور ہر فعل خیر کو بجالانے کی ترغیب دی ہے اور ان کو ایسے غلبہ کی خوشخبری دی جس سے مومنوں کے حوصلے بڑھیں خالق کائنات نے ۹ ذی الحجہ کو میدان عرفات میں حکم نازل فرمایا کہ:

﴿اَلْيَوْمَ يَئِسَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ دِيْنِكُمْ فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِ﴾

آج (یوم عرفہ) کے دن کفار مایوس ہو چکے ہیں اور ان کی امیدیں خاک میں مل چکی ہیں کہ وہ تم کو اسلام سے دوبارہ کفر کی طرف لوٹا دیں جس طرح فتح مکہ اور بنو ثقیف اور بنو ہوازن کے اسلام میں داخل ہونے سے قبل ان کو امید تھی کہ دین اسلام کے کمزور ہونے کے بعد قریش کے جو لوگ مسلمان ہوئے ہیں وہ پھر بت پرست بن جائیں گے۔ لیکن فتح مکہ کے بعد ان کی تمام امیدیں ختم ہوگئیں۔

حدیث میں ہے:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((إِنَّ الشَّيْطَانَ قَدْ يَئِسَ أَنْ يَعْبُدَهُ الْمُصَلُّوْنَ فِيْ جَزِيْرَةِ الْعَرَبِ

---

❶ صحيح البخاري كتاب التهجد باب ماجاء في التطوع مثنى مثنى رقم: ١١٦٢۔
❷ تعلیم الصلوۃ محدث روپڑی ص ۷۰ باب صلاۃ الاستخارہ

وَلٰكِنْ بِالتَّحْرِيْشِ بَيْنَهُمْ))❶

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: شیطان اس بات سے مایوس ہو چکا ہے کہ نمازی مسلمان جزیرۃ العرب میں اس کی پوجا کریں لیکن وہ مسلمانوں کو ایک دوسرے کے درمیان بھڑکاتا رہے گا۔

اس حدیث میں دراصل ان لڑائیوں کی پیش گوئی ہے جو آپس میں مسلمانوں نے لڑیں اور جن کی وجہ سے اسلام اور مسلمان کمزور ہو گئے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

''يَئِسَ اَهْلُ مَكَّةَ اَنْ تَرْجِعُوْا اِلٰى دِيْنِهِمْ.''❷

''اہل مکہ مسلمانوں کو دین اسلام سے کفر کی طرف لوٹانے سے مایوس ہو چکے ہیں''۔

مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ ہی سے ڈریں اور اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کریں حدود اللہ سے تجاوز نہ کریں کیونکہ اللہ تعالیٰ کی مدد اور نصرت اس کے مطیع اور فرمانبرداروں کے لیے ہے اور نافرمانوں کے لیے ذلت کے سوا کچھ نہیں۔

﴿اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا﴾

یہ آیت حجۃ الوداع کے موقعہ پر ۹ ذی الحج میدان عرفات میں نازل ہوئی تھی اس آیت مبارکہ کے نازل ہونے کے بعد رسول اللہ ﷺ صرف اکیاسی (81) راتیں زندہ رہے۔❸

اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندوں کو اپنے انعامات اور احسانات بتلا رہے ہیں اور ان انعامات اور احسانات میں سے بعض یہ ہیں۔

۱۔ دین اسلام کا اپنے تمام عقائد عبادات اور احکام و آداب کے لحاظ سے مکمل ہونا ہے دین اسلام کے مکمل ہونے سے قطعاً یہ مراد نہیں کہ اس سے قبل اسلام ناقص تھا بلکہ اس سے مراد یہ ہے جو احکام نازل ہو چکے ہیں وہ منسوخ نہیں ہوں گے اور یہ تمام حالات اور ہر دور میں قابل عمل ہیں۔

۲۔ اللہ تعالیٰ کا مسلمانوں پر اپنی نعمت کو پورا کرنا ہے اور اتمام نعمت سے مراد یہ ہے مشرکین کبھی بھی حج اور بیت اللہ کا

---

❶ صحیح مسلم ۲/ ۳۷۶ کتاب صفات المنافقین باب فتنة الشیطان فی العرب من التحریش رقم:۲۸۱۳۔

❷ شعب الایمان للبیہقی۔ ❸ تفسیر طبری ۵۱۹/۹۔

طواف نہیں کر سکیں گے اور مکہ فتح ہو جانا اور لوگوں کا جماعتوں کی شکل میں اسلام قبول کرنا اور مسلمانوں کے لیے نصرت خداوندی کا ثابت ہونا ہے اور مسلمانوں کو خوف کے بعد امن اور ضعف کے بعد قوت اور جہالت کے بعد اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ ہدایت کی طرف آنا ہے۔

۳۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی ہدایت کے لیے رسول اللہ ﷺ کو مبعوث کیا، مسلمانوں کی رہنمائی کے لیے کتاب کا نزول فرمایا جس نے حق و باطل کو واضح طور پر بیان کیا اور کسی قسم کا غموض نہیں چھوڑا۔

حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں۔

حَجَجْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ تِلْكَ الْحَجَّةَ فَبَيْنَمَا نَحْنُ نَسِيْرُ إِذْ تَجَلّٰى لَهٗ جِبْرِيْلُ فَمَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ عَلَى الرَّاحِلَةِ فَلَمْ تَطِقِ الرَّاحِلَةُ مِنْ ثِقْلِ مَا عَلَيْهَا مِنَ الْقُرْآنِ فَبَرَكَتْ فَأَتَيْتُهُ فَسَجَّيْتُ عَلَيْهِ بُرْداً كَانَ عَلَيَّ. ❶

کہ آخری حج میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ میں بھی تھی اور ہم چل رہے تھے اچانک جبرئیل علیہ السلام نمودار ہوئے وحی کا نزول شروع ہوا تو آپ ﷺ اپنی اونٹنی پر جھک گئے اور اونٹنی نے وحی کا بوجھ اٹھانے کی طاقت نہ رکھی وہ بیٹھ گئی اس وقت میں نے اپنی چادر رسول اللہ ﷺ کے اوپر ڈال دی۔

تکمیل دین اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا رونا

جس دن یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی اسی روز حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ رونے لگے ان سے رسول اللہ ﷺ نے رونے کی وجہ دریافت کی تو عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کی:

"أَبْكَانِيْ اَنَّا كُنَّا فِيْ زِيَادَةٍ مِنْ دِيْنِنَا فَاَمَّا إِذَا اُكْمِلَ فَإِنَّهٗ لَمْ يُكْمَلْ شَيْءٌ إِلَّا نَقَصَ فَقَالَ صَدَقْتَ" ❷

ہمیں دین کے اور بڑھنے کی توقع تھی اور یہ آیت بتلاتی ہے کہ دین اپنے درجہ کمال کو پہنچ گیا ہے اور کمال کو زوال ہوتا ہے بس اسی خوف کی وجہ سے میں رو رہا ہوں آپ ﷺ نے فرمایا: "اے عمر! تم نے سچ کہا ہے۔"

عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((إِنَّ مَثَلِيْ وَمَثَلُ الْاَنْبِيَآءِ مِنْ قَبْلِيْ

---

❶ تفسیر طبری ۵۱۹/۹ ❷ مرجع سابق۔

كَمَثَلِ رَجُلٍ بَنٰى بَيْتًا فَأَحْسَنَهٗ وَأَجْمَلَهٗ إِلَّا مَوْضِعَ لَبِنَةٍ مِنْ زَاوِيَةٍ فَجَعَلَ النَّاسُ يَطُوْفُوْنَ بِهٖ وَيَتَعَجَّبُوْنَ لَهٗ وَيَقُوْلُوْنَ هَلَّا وُضِعَتْ هٰذِهِ اللَّبِنَةُ قَالَ فَاَنَا اللَّبِنَةُ وَاَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ))❶

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے پہلے تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی شریعتوں کو ایک خوبصورت مکان کے ساتھ تشبیہ دے کر فرمایا کہ اس خوبصورت مکان میں صرف ایک اینٹ کی کمی تھی وہ اینٹ میں ہوں اور میری شریعت کے بعد وہ مکان مکمل ہو گیا ہے کیونکہ میں خاتم النبیین ہوں۔

اس سے واضح ہوا کہ قیامت تک اسلام کے احکام کو منسوخ کرنے والی کوئی شریعت نہیں آئے گی اور اسلام آخری شریعت ہے اسی لیے اللہ تعالیٰ نے آخری زمانہ میں دین اسلام کو پسند فرمایا ہے۔

﴿فَمَنِ اضْطُرَّ فِيْ مَخْمَصَةٍ غَيْرَ مُتَجَانِفٍ لِّاِثْمٍ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ جو شخص بھوک سے لاچار ہو جائے اور اسے کھانے کے لیے کوئی حلال چیز میسر نہ ہو تو مذکورہ حرام چیزوں کا کھانا اس پر حلال ہے کیونکہ اس نے بے بسی اور اضطرار کی حالت میں ایسا کیا ہے اس کی نیت نافرمانی اور حد کو توڑنے کی نہیں تھی اللہ تعالیٰ اسے معاف کر دیں گے۔

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مرفوع حدیث ہے:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ((اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ اَنْ تُؤْتٰى رُخَصُهٗ كَمَا يَكْرَهُ اَنْ تُؤْتٰى مَعْصِيَتُهٗ)) ❷

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بندے کا اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی رخصت پر عمل کرنا اس کو اس طرح پسند ہے جس طرح اس کو نافرمانی سے رک جانا پسند ہے۔

حرام اشیاء کا حلال ہونا

ہمارے عرف میں معروف ہے کہ تین دن کا فاقہ حرام کو حلال کر دیتا ہے یہ درست نہیں حالانکہ رسول اللہ ﷺ نے اس آدمی کو لاچار قرار دیا ہے جس کو صبح اور شام کے وقت حلال چیز کھانے کے لیے میسر نہ ہو۔

---

❶ صحیح بخاری کتاب المناقب باب خاتم النبیین رقم: ۳۵۳۵۔

❷ مسند امام احمد ۱۰۸/۲، ۱۰۰/۱۱۳، ۔ حدیث: ۵۶۰۰، ۵۶۰۶۔

حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

عَنْ أَبِیْ وَاقِدِاللَّیْثِیِّ رضی اللہ عنہ أَنَّھُمْ قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ إِنَّا بِأَرْضٍ تُصِیْبُنَا الْمَخْمَصَۃُ فَمَتٰی تَحِلُّ لَنَا بِھَا الْمَیْتَۃُ؟ فَقَالَ: ((إِذَا لَمْ تَصْطَبِحُوْا وَلَمْ تَغْتَبِقُوْا وَلَمْ تَحْتَفِئُوْا بِھَا بَقْلاً فَشَأْنُکُمْ بِھَا))[1]

ابوواقد اللیثی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں لوگوں نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا کہ ہم ایسی جگہ رہتے ہیں جہاں فقر وفاقہ کی نوبت آجاتی ہے تو ہمارے لیے مردار کھانا کب جائز ہوگا؟ آپ نے فرمایا کہ تمھیں جب صبح اور شام کو کوئی حلال چیز اور سبزی وغیرہ کھانے کے لیے نہ ملے تو تمھارے لیے حرام اشیاء حلال ہوں گی۔

اس حدیث کی سند مرسل بھی ہے لیکن مسند امام احمد کی روایت بخاری اور مسلم کی شرط پر ہے۔[2]

آیت مبارکہ سے اخذ ہونے والے مسائل

۱. مردار، بہنے والا خون، خنزیر کا گوشت اور غیر اللہ کے نام پر ذبح کیے ہوئے کی حرمت کا ذکر ہے۔
۲. مچھلی اور ٹڈی مردار، کلیجی اور تلی خون کا حلال ہونا حدیث سے ثابت ہے۔
۳. سمندر کے پانی اور شکار کی حلت کا ذکر کیا گیا ہے۔
۴. شطرنج کھیلنا حرام ہے اور اسے خنزیر کے گوشت میں ہاتھ رنگنے سے تشبیہ دی گئی ہے۔
۵. اگر کسی نے کوئی جانور غیر اللہ کے نام پر چھوڑا پھر ذبح کرتے وقت اللہ کا نام لیا وہ بھی حرام ہے۔
۶. اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے۔
۷. گلا گھٹ کر، لکڑی وغیرہ سے، اونچی جگہ سے اور سینگ کے ذریعے سے مر جانے والا جانور بھی حرام ہے۔
۸. اگر مذکورہ جانوروں سے کسی کو تھوڑی سی حرکت کرتے ہوئے بھی ذبح کر لیا جائے تو حلال ہے۔
۹. شکاری کتا، یا تیر وغیرہ چلاتے وقت اگر بسم اللہ کہا ہو تو وہ جانور مر بھی جائے تو اس کا کھانا حلال ہے۔
۱۰. قسمت آزمائی کے تیر استعمال کرنا، فال بد، پرندوں سے فال، نجومیوں کے پاس جانا سب اعمال شرکیہ ہیں۔
۱۱. کسی کام کی بہتری اور مصمم ارادے کے لیے استخارہ کرنے کا حکم ہے۔

---

[1] مسند امام احمد ۵/۲۱۸، ۲۲۷/۳۶۔

[2] تفسیر ابن کثیر: ۲/۲۲۔

۱۲. کفار اور شیطان صحابہ کے شرک سے ناامید ہیں صرف ان میں اختلاف ڈال سکتے ہیں۔

۱۳. دین کی تکمیل نعمت الٰہی کی تکمیل ہے۔

۱۴. دین کی تکمیل پیغمبر کا دنیا سے کوچ کرنے پر دلالت کرتی ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا موقف اور آنسو بہانا۔

۱۵. ایک دن اور رات اگر کھانے کو حلال چیز میسر نہ آئے تو مردار اور حرام کا استعمال جائز ہے۔

۱۶. اضطراری حالت میں حرام کھانے والا حد سے بڑھنے والا اور گناہ کی طرف جھکنے والا نہ ہو۔

۱۷. اللہ کی رخصت پر عمل پیرا ہونے سے اللہ کی خوشنودی حاصل ہوتی ہے۔

﴿يَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَآ اُحِلَّ لَهُمْ ۭ قُلْ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ ۙ وَمَا عَلَّمْتُمْ مِّنَ الْجَوَارِحِ مُكَلِّبِيْنَ تُعَلِّمُوْنَهُنَّ مِمَّا عَلَّمَكُمُ اللّٰهُ ۡ فَكُلُوْا مِمَّآ اَمْسَكْنَ عَلَيْكُمْ وَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهِ ۠ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ۝﴾

یہ لوگ آپ ﷺ سے سوال کرتے ہیں انکے لیے کونسی چیزیں حلال ہیں؟ آپ ﷺ ان کو فرما دیں کہ تمھارے لیے تمام پاکیزہ چیزیں حلال ہیں اور شکاری جانور جو تم نے سدھار رکھے ہیں (شکار کا طریقہ اور ادب تمیز) اگر وہ (جانور) تمھارے لیے (شکار) روک رکھیں (اور اس میں سے نہ کھائیں) تو اسکو کھالو (اگر چہ وہ جانور ذبح کرنے سے پہلے مر گیا ہو) اور تم جانور چھوڑتے وقت اللہ تعالیٰ کا نام لے لیا کرو اور تم اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو بیشک اللہ تعالیٰ جلد حساب لینے والا ہے۔

مشکل الفاظ کے معانی

مَاذَا اُحِلَّ لَهُمْ: کونسی چیزیں کھانے کی ان کے لیے حلال ہیں۔

اَلطَّيِّبٰتُ: اس کا واحد طیبۃ ہے ہر وہ چیز جس کی تحریم کتاب وسنت یا قیاس وغیرہ سے ثابت نہیں یا ہر وہ چیز جس کے کھانے کی اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کو اجازت دی ہے۔

اَلْجَوَارِحِ: یہ جارحۃ کی جمع ہے یہ جرح سے ماخوذ ہے اس کے معنی کسب اور کمائی کے ہیں یہاں اس

سے مراد ہر چیر پھاڑ کرنے والا جانور اور پرندہ، یعنی شکار کرنے والا جانور اور پرندہ، جیسے: کتا، باز، چیتا، شکرا وغیرہ۔

مُكَلِّبِيْنَ : سکھلائے ہوئے جانور یا پرندے۔

تُعَلِّمُوْنَهُنَّ: تم ان جانوروں کو ادب سکھلاتے ہو۔

اَمْسَكْنَ عَلَيْكُمْ : وہ تمھارے لیے روک لیں، اس سے نہ کھائیں۔

وَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ: تم اللہ تعالیٰ کا نام لو۔

شانِ نزول

عَنْ اَبِىْ رَافِعٍ ﷛ قَالَ أَمَرَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِقَتْلِ الْكِلَابِ فَقَالَ النَّاسُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ مَآ أُحِلَّ لَنَا مِنْ هٰذِهِ الْأُمَّةِ الَّتِى أَمَرْتَ بِقَتْلِهَا ؟فَأَنْزَلَ اللّٰهُ ﴿يَسْئَلُوْنَكَ مَاذَآ أُحِلَّ لَهُمْ﴾ ❶

ابورافع ﷛ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے ہمیں کتوں کے قتل کا حکم دیا لوگوں نے آپ ﷺ سے دریافت فرمایا جس امت (کتوں) کے قتل کا آپ ﷺ نے حکم دیا ہے ان کا کیا ہوا شکار ہمارے لیے حلال ہے؟ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

ماقبل سے مناسبت

اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے نقصان پہنچانے والی خبیث چیزوں کی حرمت کا بیان فرمایا ہے خواہ وہ نقصان دینی ہو یا جسمانی پھر اضطراری (مجبوری) کی حالت کو خاص کر دیا۔

جیسے فرمان رب العالمین ہے۔

﴿وَقَدْ فَصَّلَ لَكُمْ مَّاحَرَّمَ عَلَيْكُمْ اِلَّا مَااضْطُرِرْتُمْ اِلَيْهِ﴾ ❷

تمھارے سامنے تمام حرام جانوروں کا تفصیل سے بیان ہو چکا ہے لیکن جب تم ان کی طرف سے بے بس اور مجبور ہو جاؤ تو پھر یہ تمھارے لیے حلال ہیں۔

---

❶ مستدرک حاکم ۲/ ۳۱۱۔

❷ سورۃ الانعام: ۱۱۹۔

التوضیح

خالق کائنات فرماتے ہیں کہ اے نبی ﷺ! میرے مومن بندے آپ ﷺ سے کھانے اور گوشت کے حلال ہونے کے متعلق سوال کرتے ہیں آپ ان کو فرما دیں اللہ تعالیٰ نے تمھارے لیے تمام طیبات (جن چیزوں کو فطرتِ سلیم پاک سمجھے) حلال کر دی ہیں اور طیب ہر اس چیز کو کہتے ہیں جس کی تحریم کتاب وسنت سے ثابت نہ ہو۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

((نَهٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَنْ كُلِّ ذِیْ نَابٍ مِّنَ السِّبَاعِ وَكُلِّ ذِیْ مِخْلَبٍ مِّنَ الطَّيْرِ)) ❶

رسول اللہ ﷺ نے درندوں میں سے ہر وہ جانور جو کچلی (نوکیلے دانت) سے چیر پھاڑ کرے اور پرندوں سے جو اپنے ناخن یعنی پنجے سے شکار کرے اس کے کھانے سے منع فرمایا ہے۔

﴿وَمَا عَلَّمْتُمْ مِّنَ الْجَوَارِحِ مُكَلِّبِيْنَ تُعَلِّمُوْنَهُنَّ مِمَّا عَلَّمَكُمُ اللّٰهُ ۬ فَكُلُوْا مِمَّآ اَمْسَكْنَ عَلَيْكُمْ﴾

وہ شکار جس کو سکھلائے ہوئے جانور (کتا۔ باز) شکار کریں اور وہ اس سے خود نہ کھائیں تمھارے لیے روک لیں تو وہ شکار بھی تمھارے لیے حلال ہے۔ شکاری کے لیے جانوروں کو تعلیم دیتے وقت مندرجہ ذیل امور کا خیال رکھنا ضروری ہے۔

۱. شکاری جانور (کتا، باز، شکرا) سکھلایا ہوا ہو۔

۲. جانوروں کو سکھلانے والا شخص خود ماہر ہو۔

۳. شکاری جانور کو اللہ تعالیٰ کی تعلیمات کے مطابق سکھلایا جائے یعنی جب اسے شکار پر چھوڑا جائے تو وہ جاتا ہے اور جب اسے روکا جائے تو رک جائے اور مالک کی اجازت کے بغیر شکار نہ کھائے اگر شکاری جانور کتا ہو تو اس کو تین دن تک بھوکا رکھنے کے بعد جب شکار پر چھوڑا جائے تو پھر بھی اس کو اپنے مالک کے لیے روک لے تو یہ سکھلایا ہوا تصور کیا جائے گا۔ اگر وہ باز ہو تو پھر وہ مالک کے بلانے پر مالک کے پاس واپس لوٹ آئے، اگر کوئی اور جانور ان کے ساتھ شکار میں شریک ہو گیا اور وہ شکار زندہ ہو تو اسے ذبح کر کے کھایا جا سکتا ہے ورنہ نہیں۔

---

❶ صحیح مسلم کتاب الصید والذبائح باب تحریم اکل کل ذی ناب من السباع وکل ذی مخلب من الطیر، سنن ابی داود کتاب الاطعمۃ باب ماجاء فی اکل السباع۔

﴿وَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهِ﴾

تم جانور کو ذبح کرتے وقت اور شکاری جانور کو شکار پر چھوڑتے وقت اللہ تعالیٰ کا نام لے لو" بِسْمِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ"

عن أنسٍ رضی اللہ عنہ قَالَ ضَحّٰى رَسُوْلُ اللّٰه بِكَبْشَيْنِ أَمْلَحَيْنِ أَقْرَنَيْنِ ذَبَحَهُمَا بِيَدِهِ وَسَمّٰى وَكَبَّرَ قَالَ رَأَيْتُهُ وَاضِعاً قَدَمَهُ عَلٰى صِفَاحِهِمَا وَيَذْبَحُهُمَا بِيَدِهِ وَيَقُوْلُ: ((بِسْمِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ اَكْبَر)) ❶

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے دو مینڈھے اپنے دست مبارک سے ذبح کیے تو ذبح کرتے وقت "بِسْمِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ" کے الفاظ کہے۔

اس سے معلوم ہوا اگر یہ الفاظ کہنے کے بغیر شکاری جانور چھوڑ دیا جائے تو اس کا کیا ہوا شکار اگر مر جائے تو اس کا کھانا حلال نہیں کیونکہ جمہور علماء کے نزدیک تسمیہ (و اللہ اکبر) واجب ہے۔

﴿وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ﴾ تم اللہ تعالیٰ کے احکامات کی مخالفت کرنے سے ڈرتے رہو اور اس کام کے قریب تک نہ جاؤ جس سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے پہلے حلال اور حرام اشیاء کو بیان فرما کر انسانوں کو تنبیہ کی ہے کہ تم ان پر عمل کرو کیونکہ عنقریب تم سب کا ایک دن اور ایک ہی وقت میں حساب لیا جائے گا اور اس میں کسی قسم کی کوتاہی نہیں ہوگی۔

آیت مبارکہ سے اخذ ہونے والے احکام

۱. کتوں کے قتل کرنے کا حکم ہے سوائے شکاری کتوں کے یا مویشیوں کے لیے رکھے ہوئے کتوں کے۔
۲. طیبات (پاکیزہ) چیزیں کھانے کا حکم ہے۔
۳. ہر کچلی والا (چیڑ پھاڑ کرنے والا) جانور اور ہر پنچے سے شکار کرنے والے پرندے کی حرمت کا ذکر ہے۔
۴. شکاری جانوروں کی تفصیل اور ان کے احکام کا تذکرہ ہے۔
۵. قربانی اور شکار ذبح کرنے کا طریقہ اور ان پر بسم اللّٰہ و اللّٰہ اکبر پڑھنے کا ذکر ہے۔
۶. اللہ سے ڈرنے اور حساب کے دن کی فکر کرنے کی تلقین ہے۔

---

❶ صحیح مسلم کتاب الاضاحی باب استحباب الضحیة وذبحها مباشرة بلا توكيل رقم: ۱۹۶۶، صحیح البخاری کتاب الاضاحی باب التکبیر عند الذبح رقم: ۵۵۶۵ (بسم اللہ واللہ اکبر کے الفاظ صحیح مسلم کے ہیں)

﴿اَلْیَوْمَ اُحِلَّ لَکُمُ الطَّیِّبٰتُ ؕ وَ طَعَامُ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ حِلٌّ لَّکُمْ ۪ وَطَعَامُکُمْ حِلٌّ لَّهُمْ ۫ وَ الْمُحْصَنٰتُ مِنَ الْمُؤْمِنٰتِ وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ مِنْ قَبْلِکُمْ اِذَآ اٰتَیْتُمُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ مُحْصِنِیْنَ غَیْرَ مُسٰفِحِیْنَ وَلَا مُتَّخِذِیْۤ اَخْدَانٍ ؕ وَ مَنْ یَّکْفُرْ بِالْاِیْمَانِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهٗ ۫ وَهُوَ فِی الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ ۝﴾

آج کے دن پاکیزہ چیزیں اور اہل کتاب کا کھانا اور تمھارا کھانا اہل کتاب کے لیے اور پاکدامن مومن عورتیں اور اہل کتاب کی پاکدامن عورتیں جن کے تم حق مہر ادا کر دو اور تمھارا ان کے ساتھ نکاح کا ارادہ ہو زنا اور ان سے خفیہ تعلقات قائم کرنے کا ارادہ نہ ہو تو تمھارے لیے حلال کی گئی ہیں جو شخص ایمان کے ساتھ کفر کرے (اسلامی احکام کا انکار کرے) اس کے اعمال ضائع ہو جائیں گے اور آخرت میں خسارہ پانے والوں سے ہوگا۔

مشکل الفاظ کے معانی

وَطَعَامُ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ: اہل کتاب (یہود ونصاری) کا کھانا۔

اَلْمُحْصَنٰتُ : اس کا واحد محصنة ہے پاکدامن آزاد عورتیں۔

اُجُوْرَهُنَّ : یہ اجر کی جمع ہے (عورتوں کے حق مہر)

مُحْصِنِیْنَ : زنا سے بچنے والے۔

غَیْرَ مُسٰفِحِیْنَ : اعلانیہ زنا نہ کرنے والے۔

وَلَا مُتَّخِذِیْۤ اَخْدَانٍ : اخدان، خدن کی جمع ہے۔ خدن پوشیدہ دوست کو کہتے ہیں یعنی چھپ کر بھی زنا نہ کرنے والے۔

وَمَنْ یَّکْفُرْ بِالْاِیْمَانِ: جو شخص ایمان سے پھر جائے (اسلام لانے کے بعد پھر اسلام کو چھوڑ دیا اور مرتد ہو گیا)۔

حَبِطَ عَمَلُهٗ: اس کے تمام اعمال صالحہ ضائع ہو گئے اسے ان کا اجر نہیں ملے گا۔

التوضیح

حلال وحرام کے بیان کے بعد بطور خلاصہ فرمایا ہے کہ تمھارے لیے تمام پاکیزہ چیزیں حلال ہیں پھر یہودیوں اور عیسائیوں کے ذبح کیے ہوئے جانوروں کی حلت کا حکم فرمایا ہے۔

تمام اہل اسلام کا اس بات پر اجماع ہے کہ اہل کتاب (یہودونصاریٰ) کا ذبح کیا ہوا جانور مسلمانوں کے لیے حلال ہے کیونکہ وہ بھی ذبح کرتے وقت اللہ تعالیٰ کا ہی نام لیتے ہیں اور غیراللہ کے نام پر جانور کو ذبح نہیں کرتے اگر کوئی اہل کتاب غیراللہ کا نام لے کر جانور ذبح کرے تو وہ اہل ایمان کے لیے حلال نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہر وہ چیز حرام فرمائی ہے جو غیراللہ کے نام پر ذبح کی جائے۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔﴿مَا اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ﴾ ❶

عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں۔''اَصَبْتُ جِرَابًا مِنْ شَحْمٍ يَوْمَ خَيْبَرَ قَالَ فَالْتَزَمْتُهٗ فَقُلْتُ لَا اُعْطِيْ اَحَدًا مِّنْ هٰذَا شَيْئًا فَالْتَفَتُّ فَاِذَا رَسُوْلُ اللّٰهِ مُتَبَسِّمًا ''❷

صحابی رسول عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جنگ خیبر میں مجھے چربی کی بھری ہوئی ایک مشک مل گئی میں نے اسے قبضہ میں کیا اور کہا اس سے میں کسی کو بھی حصہ نہیں دوں گا میں نے نظر اٹھائی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس کھڑے مسکرا رہے تھے۔

اس حدیث سے یہ بھی واضح ہوتا ہے مال غنیمت کی تقسیم سے قبل اس مال سے کھانے پینے کی ضروری اشیاء لینی جائز ہیں۔ایک دوسری روایت میں ہے:

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ لَمَّا فُتِحَتْ خَيْبَرُ اُهْدِيَتْ لِلنَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم شَاةٌ فِيْهَا سُمٌّ فَقَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم أَجْمِعُوْا إِلَيَّ مَنْ كَانَ هٰهُنَا مِنْ يَهُوْدَ فَجُمِعُوْا لَهٗ فَقَالَ: إِنِّيْ سَائِلُكُمْ عَنْ شَيْءٍ فَهَلْ أَنْتُمْ صَادِقِيَّ عَنْهُ فَقَالُوْا نَعَمْ فَقَالَ لَهُمُ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم مَنْ أَبُوْكُمْ قَالُوْا فُلَانٌ فَقَالَ كَذَبْتُمْ بَلْ أَبُوْكُمْ فُلَانٌ قَالُوْا صَدَقْتَ قَالَ فَهَلْ أَنْتُمْ صَادِقِيَّ عَنْ شَيْءٍ إِنْ سَأَلْتُ عَنْهُ فَقَالُوْا نَعَمْ يَاأَبَا الْقَاسِمِ وَإِنْ كَذَبْنَا

❶ سورۃ المائدہ :۳۔ ❷ صحیح بخاری کتاب فرض الخمس باب مایصیب من الطعام فی ارض الحرب رقم ۳۱۵۳، صحیح مسلم کتاب الجهادباب جواز الاکل من طعام الغنیمة فی دارالحرب رقم ۱۷۷۲ (یہ الفاظ صحیح مسلم کے ہیں)

عَرَفْتَ كَذَبْنَا كَمَا عَرَفْتَهُ فِيْ أَبِيْنَا فَقَالَ لَهُمْ مَّنْ أَهْلُ النَّارِ قَالُوْا نَكُوْنُ فِيْهَا يَسِيْراً ثُمَّ تَخْلُفُوْنَا فِيْهَا فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ اخْسَئُوْا فِيْهَا وَاللهِ لاَ نَخْلُفُكُمْ فِيْهَا أَبَدًا ثُمَّ قَالَ هَلْ أَنْتُمْ صَادِقِيَّ عَنْ شَيْءٍ إِنْ سَأَلْتُكُمْ عَنْهُ فَقَالُوْا نَعَمْ يَا أَبَاالْقَاسِمِ قَالَ هَلْ جَعَلْتُمْ فِيْ هٰذَا الشَّاةِ سُمًّا قَالُوْا نَعَمْ قَالَ مَاحَمَلَكُمْ عَلٰى ذٰلِكَ قَالُوْا أَرَدْنَا إِنْ كُنْتَ كَاذِباً نَسْتَرِيْحُ مِنْكَ وَإِنْ كُنْتَ نَبِيًّا لَمْ يَضُرَّكَ ❶

ابو ہریرہ ؓ سے مروی ہے جب خیبر فتح ہوا تو رسول اللہ ﷺ کو بکری (کی بھنی ہوئی ران) تحفہ دی گئی اس میں زہر ملایا گیا تھا رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا خیبر کے یہودیوں کو میرے پاس اکٹھا کیا جائے جب وہ جمع ہوئے تو آپ ﷺ نے انہیں فرمایا میں تم سے کسی چیز کے متعلق سوال کرنے والا ہوں کیا تم مجھے سچ بتلاؤ گے؟ انھوں نے کہا ہاں (ہم سچ بولیں گے) رسول اللہ ﷺ نے سوال کیا تمھارا باپ کون ہے؟ انھوں نے کہا فلاں ہمارا باپ ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا تم نے جھوٹ بولا ہے بلکہ تمھارا باپ فلاں ہے۔ انھوں نے اس کی تصدیق کردی۔ پھر آپ ﷺ نے ان سے پوچھا کہ اگر میں تم سے سوال کروں تو تم سچ بولو گے؟ انھوں نے کہا اے ابوالقاسم! اگر ہم جھوٹ بولیں گے تو آپ ﷺ کو ہمارے جھوٹ کا پتہ چل جائے گا جس طرح آپ ﷺ کو ہمارے باپ کا علم ہوا ہے۔ آپ ﷺ نے ان سے دریافت فرمایا کہ اہل جہنم کون ہیں؟ وہ کہنے لگے ہم تھوڑے دن جہنم میں رہیں گے پھر تم ہمارے پیچھے جہنم میں آؤ گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تمھارے لیے ہلاکت ہو ہم تمھارے پیچھے نہیں ہوں گے۔ پھر آپ ﷺ نے ان سے سوال فرمایا کیا تم نے اس بکری کی (بھنی ہوئی ران) میں زہر ڈالا ہے؟ انھوں نے اقرار کیا۔ آپ ﷺ نے پوچھا تم کو اس قبیح فعل پر کس چیز نے آمادہ کیا تھا؟ یہودیوں نے جواب دیا ہم نے ارادہ کیا تھا کہ اگر آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے نبی نہیں تو ہم آپ ﷺ سے نجات حاصل کرلیں گے اگر آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے سچے نبی ہیں تو پھر یہ زہر آپ ﷺ کو کوئی تکلیف نہیں دے گا۔

آپ ﷺ کے ساتھ یہ ران بشر بن براء ابن معرور ؓ نے بھی کھائی تھی اور اسی زہر کی وجہ سے ان کا انتقال ہوگیا

❶ صحیح بخاری باب اذا غدر المشرکون بالمسلمین هل یعفی عنهم رقم: ۳۱۶۹ ۔

تھا پھر زہر ملانے والی یہودی عورت (زینب) کو قصاص میں قتل کیا گیا۔ ❶

یہ حدیث بھی اہل کتاب کے ذبیحہ کے حلال ہونے پر دلالت کرتی ہے۔ اہل کتاب سے مراد وہ لوگ ہیں جو ابتدا سے ہی یہودی اور عیسائی ہوں اگر کوئی شخص اسلام قبول کرنے کے بعد پھر مرتد (یہودی یا عیسائی) ہو جائے تو اس کا ذبیحہ کھانا جائز نہیں۔

﴿وَطَعَامُكُمْ حِلٌّ لَّهُمْ﴾

مسلمانوں کے لیے جائز ہے کہ وہ اپنے ذبیحے اہل کتاب کو کھلائیں ان کا اہل کتاب کے لیے حلال ہونا اس امر کی خبر ہے کہ ان کے دین میں بھی مسلمانوں کا ذبیحہ حلال تھا لیکن مجوسی (جو لوگ آگ کی پوجا کرتے ہیں) ان کا ذبیحہ حلال نہیں۔

پھر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اے ایمان والو! تمھارے لیے پاکدامن عورتوں کے ساتھ وہ ایماندار ہوں یا اہل کتاب (یہودی یا عیسائی) نکاح کرنا جائز ہے جب تم ان کو ان کے حق مہر ادا کر دو۔

مشرکہ عورت سے نکاح

مشرکہ عورت سے نکاح جائز نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ ﴿وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكَاتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ﴾ ❷

تم مشرکہ عورتوں سے نکاح نہ کرو جب تک وہ ایمان نہ لے آئیں۔

کسی ایمان والی عورت کو اہل کتاب مرد سے شادی کی قطعاً کوئی اجازت نہیں کیونکہ کافر مسلمان کا ولی نہیں بن سکتا پھر اللہ تعالیٰ نے مردوں کے لیے بھی پاکدامن ہونے کی شرط لگائی ہے اور فرمایا ہے تم ان عورتوں کے مقررہ حق مہر ادا کرنے والے ہو اور وہ پاک دامن اور اپنے نفس کو بچانے والی ہوں اور تم بھی اعلانیہ طور پر یا در پردہ (پوشیدہ) چندروزہ ان سے تعلقات قائم نہ کرو بلکہ تم ان کو اللہ تعالیٰ کے نام (نکاح شرعی) سے اپنے اوپر حلال کرو اور انہیں ہمیشہ اپنے پاس رکھو۔

شرعی نکاح کے لیے ولی اور دو عادل گواہوں کا ہونا شرط ہے انکے بغیر نکاح نہیں ہوتا اور بدکار مردوں کا نکاح پاکدامن عورتوں سے جائز نہیں اگر وہ توبہ کر لیں تو پھر نکاح ہو سکتا ہے ایک دفعہ خلیفہ ثانی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا ''میں ارادہ رکھتا ہوں مسلمان آدمی بدکاری کرے تو اسے ہرگز میں مسلمان پاکدامن عورت سے نکاح نہ کرنے دوں۔''

ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا یا امیر المؤمنین شرک اس سے بڑا گناہ ہے اس کے باوجود مشرک کی توبہ قبول ہے ❸

---

❶ تفسیر ابن کثیر ۲/۲۹۔ ❷ البقرہ: ۲۲۱۔ ❸ تفسیر طبری بحوالہ تفسیر ابن کثیر ۲/۳۱۔

آخر میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں دنیاوی طور پر اہل اسلام اور اہل کتاب میں کھانے پینے اور نکاح وشادی کا تعلق پیدا ہو گیا ہے تو اس سے اہل کتاب کو کوئی فائدہ نہیں بلکہ ان کو چاہیے کہ وہ منسوخ شریعتوں کو چھوڑ کر اسلام پر عمل کریں اور اپنی آخرت سنواریں ورنہ انکا منسوخ شریعتوں پر عمل کرنا ان کو فائدہ مند نہیں ہوگا بلکہ ان کا مواخذہ کیا جائے گا۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَمَنْ يَبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ﴾ ❶

جب لوگوں نے اس فرمان خداوندی کو سن لیا پھر اس کی مخالفت کی تو ان کو آخرت میں بہت زیادہ خسارہ اٹھانا پڑے گا اور ان کے سارے اعمال ضائع ہو جائیں گے۔

عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ ﷛ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((وَالَّذِيْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهٖ لَايَسْمَعُ بِيْ أَحَدٌ مِنْ هٰذِهِ الْأُمَّةِ يَهُوْدِيٌّ وَلَا نَصْرَانِيٌّ ثُمَّ يَمُوْتُ وَلَمْ يُؤْمِنْ بِالَّذِيْ أُرْسِلْتُ بِهٖ إِلَّا كَانَ مِنْ اَصْحَابِ النَّارِ)) ❷

حضرت ابو ہریرہ ﷛ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”مجھے اس ذات کی قسم ہے جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اہل کتاب میں سے جو میرا حال (میری نبوت کی خبر) سن کر مجھ پر ایمان نہیں لایا اور اسی حالت میں فوت ہو گیا تو وہ جہنم کے عذاب سے نجات نہیں پا سکتا۔“

آیت مبارکہ سے اخذ ہونے والے مسائل

۱. اہل کتاب (یہود ونصاریٰ) کا ذبیحہ مسلمانوں کے لیے اور مسلمانوں کا ذبیحہ اہل کتاب کے لیے حلال ہے۔
۲. اہل کتاب سے ہدیہ وصول کرنا اور ان کی دعوت قبول کرنا جائز ہے۔
۳. نکاح مومنہ اور پاکدامن عورت سے کرنا چاہیے مشرکہ اور فاحشہ سے مومن کا نکاح جائز نہیں۔
۴. اہل کتاب کی عورت سے نکاح جائز ہے بشرطیکہ وہ بھی پاکدامن ہو۔
۵. مومن کو کسی اہل کتاب عورت سے خفیہ دوستی لگا کر نکاح کرنا جائز نہیں اور نہ ہی مومنہ عورت سے۔
۶. اہل کتاب کو آخری شریعت اور محمد رسول اللہ ﷺ کی نبوت پر ایمان لانا ضروری ہے وگرنہ وہ آگ کا ایندھن ہیں۔

❶ سورۃ ال عمران: ۸۵۔
❷ صحیح مسلم کتاب الایمان باب وجوب الایمان برسالۃ نبینا محمد ﷺ۔

﴿يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ اِلَى الْكَعْبَيْنِ ؕ وَاِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوْا ؕ وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰٓى اَوْ عَلٰى سَفَرٍ اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَاَيْدِيْكُمْ مِّنْهُ ؕ مَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ حَرَجٍ وَّلٰكِنْ يُّرِيْدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَلِيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿6﴾﴾

اے ایمان والو! جب تم نماز پڑھنا چاہو (اور بے وضو ہو) تو اپنے منہ دھوؤ اور ہاتھوں کو (دھوؤ) کہنیوں تک (یعنی کہنیوں سمیت) اور اپنے سر پر مسح کرو اور دونوں پاؤں ٹخنوں تک (دھوؤ) اور اگر تم کو نہانے کی حاجت ہو تو اچھی طرح پاک ہو جاؤ (یعنی غسل کرلو) اور جب تم بیمار ہو یا سفر میں ہو یا تم میں سے کوئی پاخانہ پھر کر آئے یا تم نے عورتوں سے صحبت کی ہو اور پانی نہ پاؤ (پانی نہ ملے یا اس کا استعمال نہ کرسکو) تو پاک مٹی کا قصد کرو اور منہ اور ہاتھوں پر مسح کرلو اللہ تعالیٰ تم کو تکلیف دینا نہیں چاہتے بلکہ تم کو پاک کرنا چاہتے ہیں (تب تو پانی کے بدل مٹی سے طہارت کرنے کی اجازت دی) اور اپنا احسان تم پر پورا کرنا ہے اس لیے کہ تم شکر کرو (اور شکر کا ثواب حاصل کرو)۔

مشکل الفاظ کے معانی

اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ : جب تم نماز ادا کرنے کا ارادہ کرو۔

فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ : اپنے چہرے کو تم دھولو وجوہ کا واحد وجہ آتا ہے۔

وَاَيْدِيَكُمْ : ایدی، ید کی جمع ہے ہاتھ۔

اَلْمَرَافِقِ : یہ مرفق کی جمع ہے کہنیاں۔

وَاَرْجُلَكُمْ : یہ رِجل کی جمع ہے پاؤں۔

اَلْكَعْبَيْنِ : یہ کعب کا تثنیہ ہے ابھری ہوئی ہڈی (دو ٹخنے)۔

كُنْتُمْ جُنُبًا : تم حالت جنابت میں ہو۔

جنابت میں دو چیزیں شامل ہیں:

۱. آلہ تناسل کا شرمگاہ میں چھپ جانا۔ ۲. نیند یا بیداری کی حالت میں منی کا لذت کیساتھ خارج ہونا۔

فَاطَّهَّرُوْا: تم غسل کرلو یعنی تم اپنے سارے جسم کو دھولو۔

اَلْغَآئِطِ: یہ شرمگاہ سے کسی چیز کے خارج ہونے سے کنایہ ہے (پیشاب، منی، مذی ہوا، پاخانہ وغیرہ)

غائط یہ نیچی جگہ کو کہتے ہیں یہ لفظ قضائے حاجت پر بولا جاتا ہے کیونکہ قضائے حاجت کے لیے انسان نیچی جگہ کا قصد کرتا ہے۔

اَوْلٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ: یا تم عورتوں سے جماع کیا ہے۔

فَتَیَمَّمُوْا: تم قصد کرو یا ارادہ کرو۔

صَعِیْدًا: مٹی۔

حَرَجٍ: مشقت، تنگی۔

لِیُتِمَّ نِعْمَتَهٗ: تاکہ وہ اپنی نعمت کو پورا کرے (اتمام نعمت سے مراد وضو کی وجہ سے گناہوں کا معاف ہونا ہے)

تَشْکُرُوْنَ: تم شکر کرو۔

ماقبل سے مناسبت

اللہ تعالیٰ نے جس طرح انسان کو پیدا کیا ہے اسی طرح انسان کی راحت کے بھی اسباب پیدا فرمائے ہیں تاکہ انسان ان اسباب سے راحت اٹھا کر اپنے خالق و مالک کا شکر عبادت کی صورت میں ادا کرے اس سے پہلی آیات میں اللہ تعالیٰ نے انسانی راحت کے اسباب (حلال چیزوں کو) ذکر فرمانے کے بعد اپنی عبادت اور ہر اس چیز کا جو عبادت کے لیے ضروری تھی ذکر فرمایا ہے تاکہ انسان اپنے خالق کا شکر ادا کر سکے۔

شانِ نزول

عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَتْ خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فِيْ بَعْضِ أَسْفَارِهِ حَتّٰى إِذَا كُنَّا بِالْبَيْدَاءِ أَوْ بِذَاتِ الْجَيْشِ اِنْقَطَعَ عِقْدٌ لِيْ فَأَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَلَى الْتِمَاسِهِ وَأَقَامَ النَّاسُ

مَعَهُ وَلَيْسُوْا عَلٰى مَاءٍ فَأَتِيَ النَّاسُ اِلٰى اَبِىْ بَكْرٍ الصِّدِّيقِ فَقَالُوْا اَلَاتَرٰى مَا صَنَعَتْ عَائِشَةُ أَقَامَتْ بِرَسُوْلِ اللّٰهِﷺ وَالنَّاسِ وَلَيْسُوْاعَلٰى مَاءٍ وَلَيْسَ مَعَهُمْ مَاءٌ فَجَاءَ اَبُوْبَكْرٍ وَرَسُوْلُ اللّٰهِﷺ وَاضِعٌ رَأْسَهُ عَلٰى فَخِذِىْ قَدْنَامَ فَقَالَ حَبَسْتِ رَسُوْلَ اللّٰهِﷺ وَالنَّاسَ وَلَيْسُوْا عَلٰى مَاءٍ وَلَيْسَ مَعَهُمْ مَاءٌ فَقَالَتْ عَائِشَةُ فَعَاتَبَنِىْ أَبُوْبَكْرٍ وَقَالَ مَاشَاءَ اللّٰهُ أَنْ يَّقُوْلَ وَجَعَلَ يَطْعُنُنِىْ بِيَدِهٖ فِىْ خَاصِرَتِىْ فَلَا يَمْنَعُنِىْ مِنَ التَّحَرُّكِ إِلَّا مَكَانُ رَسُوْلِ اللّٰهِﷺ اِلٰى فَخِذِىْ فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِﷺ حِيْنَ اَصْبَحَ عَلٰى غَيْرِ مَاءٍ فَأَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ. ❶

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سفر میں نکلے جب ہم بیدا مقام پر پہنچے تو میرا ہار گم ہو گیا رسول اللہ ﷺ اور صحابہ ہار کو تلاش کرنے لگے اس وقت لوگوں کے پاس پانی نہیں تھا لوگ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہنے لگے عائشہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ اور تمام لوگوں کو روک رکھا ہے اور ہمارے پاس وضو کے لیے پانی نہیں پس صدیق اکبر رضی اللہ عنہ میری طرف آئے تو اس وقت رسول اللہ ﷺ میری ران پر سر مبارک رکھ کر سوئے ہوئے تھے پس صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے عائشہ رضی اللہ عنہا تو نے رسول اللہ ﷺ اور لوگوں کو روک رکھا ہے اور ان کے پاس وضو کے لیے پانی بھی نہیں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مجھے ڈانٹا اور اپنا ہاتھ میرے پہلو پر مارا رسول اللہ ﷺ کے سونے کی وجہ سے میں نے حرکت نہ کی جب رسول اللہ ﷺ بیدار ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے یہ تیمم کی آیت مبارکہ نازل فرمائی۔

التوضیح

اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنی عبادت کا ذکر فرمایا ہے اللہ تعالیٰ کی عبادت میں نماز بڑی اہم ہے اس کے لیے طہارت ضروری ہے اسی لیے نماز کے ساتھ وضو اور غسل اور تیمم وغیرہ کا تفصیل کے ساتھ ذکر فرمایا ہے۔

﴿يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَاقُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ﴾

اے ایمان والو! جب تم نماز ادا کرنے کے ارادہ سے کھڑے ہو جاؤ اور تم بے وضو ہو تو تم وضو کرو

---

❶ صحیح بخاری کتاب التیمم باب ١ رقم ٣٣٤

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((لَایَقْبَلُ اللّٰہُ صَلٰوۃَ اَحَدِکُمْ اِذَا اَحْدَثَ حَتّٰی یَتَوَضَّأَ)) ❶

''اللہ تعالیٰ بغیر وضو کے انسان کی نماز قبول نہیں کرتے''۔

اگر انسان باوضو ہو تو پھر نماز کے لیے وضو کرنا اس کے لیے مستحب ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے،

((مَنْ تَوَضَّا عَلٰی طُھْرٍ کَتَبَ اللّٰہُ لَہٗ عَشْرُ حَسَنَاتٍ)) ❷

''جس نے وضو کے اوپر وضو کیا اللہ تعالیٰ اس کے لیے دس نیکیاں لکھتے ہیں''۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

((اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ کَانَ یَتَوَضَّأُ لِکُلِّ صَلٰوۃٍ طَاھِرًا اَوْغَیْرَ طَاھِرٍ)) ❸

''بے شک رسول اللہ ﷺ ہر نماز کے لیے وضو فرماتے اگرچہ آپ ﷺ باوضو ہوتے یا بے وضو ہوتے''۔

راوی کہتا ہے کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا تم کیسے کرتے تھے حضرت انس رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ ہم ایک ہی وضو کرتے تھے۔

اور اسی طرح ایک وضو کے ساتھ کئی نمازیں پڑھی جاسکتی ہیں ہر نماز کے لیے وضو کرنا ضروری نہیں جیسا کہ حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جنگ خندق کے دن چار نمازیں ایک ہی وضو سے جمع کی تھیں۔

ایک دوسری روایت ہے:

أَنَّ النَّبِیَّ ﷺ صَلَّی الصَّلَوَاتِ یَوْمَ الْفَتْحِ بِوُضُوْءٍ وَّاحِدٍ وَّمَسَحَ عَلٰی خُفَّیْہِ فَقَالَ لَہٗ عُمَرُ لَقَدْ صَنَعْتَ الْیَوْمَ شَیْئًا لَمْ تَکُنْ تَصْنَعُہٗ قَالَ: ((عَمْداً صَنَعْتُہٗ یَاعُمَرُ!)) ❹

---

❶ صحیح بخاری کتاب الحیل باب فی الصلاۃ رقم: ۶۹۵۴۔
❷ جامع ترمذی ابواب الطھارۃ باب الوضوء لکل صلوۃ رقم ۵۹ (یہ حدیث ضعیف ہے، ترمذی للالبانی)
❸ جامع ترمذی ابواب الطھارۃ باب الوضوء لکل صلوۃ رقم ۵۸ (یہ حدیث ضعیف ہے، ترمذی للالبانی)
❹ صحیح مسلم کتاب الطھارۃ باب جواز الصلوات کلھا بوضوء واحد رقم: ۲۷۷ سنن نسائی کتاب الاذان باب الاجتزاء لذلک کلہ باذان واحد والاقامۃ لکل واحدۃ منھما رقم ۶۶۳۔

رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ کے دن ایک وضو کے ساتھ چند نمازیں ادا کیں اور موزوں پر مسح کیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ سے دریافت کیا اے اللہ کے رسول ﷺ آج کے دن آپ ﷺ نے ایسا عمل کیا ہے جس کو کبھی آپ ﷺ نے پہلے نہیں کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اے عمر رضی اللہ عنہ میں نے ارادتاً ایسا کیا ہے۔''

رسول اللہ ﷺ کا یہ جواب دینا اس بات پر دلالت کرتا ہے باوضو آدمی کا ہر نماز کے لیے وضو کرنا باعث ثواب ہے ورنہ ایک وضو کے ساتھ چند نمازیں پڑھنی جائز ہیں لہٰذا یہی چیز بتلانے کے لیے رسول اللہ ﷺ نے ایک ہی وضو سے چند نمازیں پڑھی تھیں۔

ان احادیث سے ثابت ہوا، بے وضو آدمی پر ہر نماز کے وقت وضو فرض ہے اور باوضو کے لیے ضروری نہیں بلکہ باعث ثواب وبرکت ہے مگر نماز کے علاوہ دوسرے افعال ممدوح کا بغیر وضو کے کرنا ناجائز نہیں جیسا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَضٰى حَاجَتَهُ مِنَ الْخَلَاءِ فَقُرِّبَ إِلَيْهِ طَعَامٌ فَأَكَلَ وَلَمْ يَمَسَّ مَاءً قِيلَ لَهُ إِنَّكَ لَمْ تَوَضَّأْ قَالَ: ''مَا أَرَدْتُ صَلٰوةً فَأَتَوَضَّأُ.''❶

ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ قضائے حاجت سے فارغ ہوئے تو آپ ﷺ کے پاس کھانا لایا گیا تو آپ ﷺ نے کھانا کھایا اور پانی کو نہیں چھوا، آپ ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ آپ ﷺ نے وضو کیوں نہیں کیا آپ ﷺ نے فرمایا میں نے نماز ادا کرنے کا ارادہ نہیں کیا کہ میں وضو کروں۔

وضو کے لیے نیت

وضو کے لیے نیت کا کرنا ضروری ہے اگر بدون نیت انسان وضو کے اعضاء کو دھو لے تو اس کا وضو نہیں ہوگا کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((إِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ.))❷ ''اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے۔''

چونکہ وضو کرنا بھی ایک عمل ہے اس لیے نیت کا ہونا ضروری ہے۔

❶ صحیح مسلم کتاب الطھارۃ باب جواز اکل المحدث الطعام۔
❷ صحیح البخاری کتاب بدء الوحی باب کیف کان بدء الوحی الی رسول اللہ ﷺ رقم:١

اور دوسری حدیث میں ہے۔ ((لِكُلِّ امْرِئٍ مَّا نَوٰى.)) ❶

ہر آدمی کے لیے وہی (عمل کا اجر) ہے جس کی وہ نیت کرے۔

﴿فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ اِلَى الْكَعْبَيْنِ﴾

اللہ تعالیٰ نے وضو کے چار فرائض اس آیت میں ذکر کیے ہیں (۱) چہرہ کا دھونا (۲) ہاتھوں کو کہنیوں سمیت دھونا (۳) سر کا مسح کرنا (۴) اور پاؤں ٹخنوں سمیت دھونا۔ ان فرائض میں تو کسی کو کوئی اختلاف نہیں لیکن ان کے علاوہ کچھ فرائض حدیث رسول ﷺ سے ثابت ہوتے ہیں کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا، وضو میں ترتیب اور موالاۃ یعنی وضو کے اعضا کو پے در پے دھونا وغیرہ۔

وضو کا طریقہ

وضو کرنے کا صحیح طریقہ حدیث میں اس طرح وارد ہوا ہے:

أَنَّ عُثْمَانَ رضی اللہ عنہ دَعَا بِوَضُوْءٍ فَغَسَلَ كَفَّيْهِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ تَمَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ وَاسْتَنْثَرَ ثُمَّ غَسَلَ وَجْهَهُ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ غَسَلَ يَدَهُ الْيُمْنٰى إِلَى الْمِرْفَقِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، ثُمَّ الْيُسْرٰى مِثْلَ ذَالِكَ ثُمَّ مَسَحَ بِرَأْسِهِ ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَهُ الْيُمْنٰى إِلَى الْكَعْبَيْنِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ الْيُسْرٰى مِثْلَ ذَالِكَ ثُمَّ قَالَ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ تَوَضَّأَ نَحْوَ وُضُوْئِيْ هٰذَا. ❷

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے وضو کے لیے پانی منگوایا اور سب سے پہلے تین مرتبہ اپنے ہاتھ گٹوں تک دھوئے پھر کلی کی اور پھر ناک میں ہوا کے ذریعہ پانی کھینچا پھر ناک صاف کیا پھر اپنا چہرہ تین مرتبہ دھویا پھر اپنا دایاں ہاتھ کہنی سمیت دھویا اور اس طرح بایاں ہاتھ کہنی سمیت تین مرتبہ دھویا پھر اپنے سر کا مسح کیا پھر اپنا دایاں پاؤں ٹخنوں سمیت تین مرتبہ دھویا پھر اسی طرح بایاں پاؤں دھویا پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو اسی طرح وضو کرتے دیکھا تھا۔

---

❶ صحیح البخاری کتاب بدء الوحی باب کیف کان بدء الوحی الی رسول اللہ ﷺ۔

❷ صحیح البخاری کتاب الوضوء باب الوضوء ثلاثا ثلاثا رقم ۱۵۹، صحیح مسلم کتاب الطهارة باب صفة الوضوء و کماله رقم ۲۲۶ (یہ الفاظ صحیح مسلم کے ہیں)

روزے کی حالت میں کلی کرتے وقت مبالغہ یعنی غرارہ نہیں کرنا چاہیے اور نہ ہی ناک میں مبالغہ سے پانی چڑھانا چاہیے کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے۔

((بَالِغْ فِي الْاِسْتِنْشَاقِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ صَائِمًا .)) ❶

خلال

ایک دوسری روایت میں ہے کہ ہاتھ اور پاؤں کی انگلیوں ❷ اور داڑھی کا خلال کرنا چاہیے ❸ کیونکہ خلال کرنا سنت ہے۔

اور وضو کے ہر عضو کو ایک مرتبہ دھونا فرض ہے اور دو مرتبہ اور تین مرتبہ دھونا سنت ہے ❹ لیکن یہ یاد رہے کہ تین مرتبہ سے زائد کسی عضو کو دھونا جائز نہیں جیسا کہ حدیث میں ہے کہ ایک اعرابی (دیہاتی) رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اس نے آپ ﷺ سے وضو کے متعلق سوال کیا تو آپ ﷺ نے اسے وضو کر کے دکھایا جس میں آپ ﷺ نے ہر عضو کو تین مرتبہ دھویا تھا، پھر آپ ﷺ نے فرمایا:

((فَمَنْ زَادَ عَلٰى هٰذَا فَقَدْ اَسَآءَ وَتَعَدّٰى وَظَلَمَ .)) ❺

جس نے تین دفعہ سے زیادہ مرتبہ وضو کے اعضاء دھوئے اس نے غلطی کی اور وضو کے شرعی آداب کا لحاظ نہیں رکھا۔ اور اس نے شریعت کی مقررہ حدود سے تجاوز کی اور ظلم کیا ہے۔

مسح

سر کا مسح ایک مرتبہ کیا جائے اس میں کسی کا اختلاف نہیں لیکن مقدار یعنی کتنے سر کا مسح کیا جائے اس میں علماء کا

---

❶ سنن ابی داود کتاب الطهارة باب فی الاستنثار رقم ١٤٢، جامع ترمذی ابواب الصوم باب ماجاء فی کراهية مبالغة الاستنشاق للصائم رقم ٧٨٨، سنن نسائی کتاب صفة الوضوء باب المبالغة فی الاستنشاق رقم ٨٧، سنن ابن ماجة کتاب الطهارة وسننها باب المبالغة فی الاستنشاق رقم ٤٠٧۔
❷ سنن ابی داود کتاب الطهارة باب فی الاستنثار رقم ١٤٢، جامع ترمذی ابواب الطهارة باب فی تخليل الاصابع رقم ٣٨۔
❸ جامع ترمذی ابواب الطهارة باب ماجاء فی تخليل اللحية رقم ٣١، باب الوضوء مرتين مرتين، باب الوضوء ثلاثا ثلاثا، رقم ١٥٨ ❹ صحيح البخاری کتاب الوضوء باب الوضوء مرة مرة
❺ سنن نسائی کتاب الطهارة باب الاعتداء فی الوضوء رقم ١٤٠

اختلاف ہے امام مالک رحمہ اللہ اور امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ پورے کے قائل ہیں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک سر کا چوتھائی حصہ اور امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک مطلق سر کا مسح ہے اگر چہ چند بالوں کا ہی کرلیا جائے لیکن درست بات یہی ہے کہ سارے سر کا مسح کیا جائے

کیونکہ عبداللہ زید بن عاصم رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کا وضو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

((مَسَحَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِرَأْسِهِ حَتّٰى ذَهَبَ بِهِمَا إِلٰى قَفَاهُ ثُمَّ رَدَّهُمَا حَتّٰى رَجَعَ إِلَى الْمَكَانِ الَّذِيْ بَدَأَ مِنْهُ .)) ❶

کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے سر کا مسح کیا اپنے ہاتھ سر کے ابتداء سے اپنی گدی تک لے گئے پھر گدی سے واپس اس مقام پر لائے جہاں سے ابتدا کی تھی۔

ایک دوسری روایت میں ہے۔

پھر آپ ﷺ نے اپنی شہادت کی انگلیوں کو اپنے کانوں کے سوراخ میں داخل کر کے مسح کیا پھر اپنے انگوٹھوں کو کانوں کی پشت پر پھیرا، روایت کے الفاظ یہ ہیں۔

((دَخَلَ اِصْبَعَيْهِ السَّبَاحَتَيْنِ فِيْ اُذُنَيْهِ وَمَسَحَ بِاِبْهَامَيْهِ عَلٰى ظَاهِرِ اُذُنَيْهِ)) ❷

ایک اور روایت میں ہے رسول اللہ ﷺ نے اپنے بعض سر پر اور پگڑی پر مسح کیا۔

((اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ تَوَضَّأَ فَمَسَحَ بِنَاصِيَتِهٖ وَعَلَى الْعِمَامَةِ وَالْخُفَّيْنِ)) ❸

''رسول اللہ ﷺ نے وضو کیا اور اپنی پیشانی اور پگڑی پر مسح کیا''۔

اس سے ثابت ہوا کہ انسان نے پگڑی باندھی ہو تو اپنے بعض سر پر اور پگڑی پر مسح کر سکتا ہے۔

---

❶ صحیح البخاری کتاب الوضوء باب مسح الرأس رقم ۸۵، صحیح مسلم کتاب الطھارۃ باب فی صفۃ الوضوء رقم ۲۳۵ (حدیث کے الفاظ صحیح مسلم کے ہیں)

❷ سنن ابی داود کتاب الطھارۃ باب الوضوء ثلاثا ثلاثا رقم ۱۳۵، سنن نسائی کتاب الطھارۃ باب مسح الاذنین رقم ۱۰۲

❸ صحیح مسلم کتاب الطھارۃ باب المسح علی الناصیۃ والعمامۃ رقم ۸۳۔

چہرہ کی تعریف

”حَدُّ الْوَجْهِ عِنْدَ الْفُقَهَاءِ مَا بَيْنَ مَنَابَتِ شَعْرِ الرَّأْسِ وَلَا اِعْتِبَارَ بِالصَّلَعِ وَلَا بِالْغَمَمِ إِلٰى مُنْتَهَى اللِّحْيَيْنِ وَالذَّقْنِ طُوْلًا وَمِنَ الْاُذُنِ إِلَى الْاُذُنِ عَرْضًا۔“ ❶

چہرہ کی حد لمبائی کے اعتبار سے سر کے بالوں کے اگنے کی جگہ سے لیکر ٹھوڑی کے آخر تک ہے اور چوڑائی کے اعتبار سے دونوں کانوں کے درمیان تک ہے

پاؤں کو ٹخنوں سمیت دھونا واجب ہے عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

”وَنَمْسَحُ عَلٰى اَرْجُلِنَا فَنَادٰى وَيْلٌ لِّلْاَعْقَابِ مِنَ النَّارِ۔“ ❷

رسول اللہ ﷺ ایک سفر میں ہم سے پیچھے رہ گئے اور ہم نے نماز عصر کے لیے وضو کیا اور پاؤں پر مسح کیا تو آپ ﷺ تشریف لے آئے آپ ﷺ نے بلند آواز سے فرمایا: خشک ایڑیوں والوں کے لیے ہلاکت ہو۔

اگر انسان نے موزے ❸ یا موٹی جرابیں باوضو ہو کر پہن رکھی ہوں تو پھر ان پر مسح ہو سکتا ہے۔ ❹

وضو کی فضیلت

سنت کے مطابق کیا گیا وضو انسان کے گناہوں کا کفارہ ہوتا ہے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ”رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ تَوَضَّاَ مِثْلَ وُضُوْئِيْ“ ثُمَّ قَالَ: ((مَنْ تَوَضَّاَ هٰكَذَا غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ)) ❺

کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا کہ جس نے میرے اس وضو کی طرح وضو کیا اس کے پہلے تمام گناہ معاف کر دیے جائیں گے۔

﴿وَاِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوْا﴾

اللہ تعالیٰ جنبی انسان کو حکم فرما رہے ہیں کہ تم پانی کے ساتھ اپنے جسموں کو اچھی طرح دھو لو یعنی نہا لو۔

---

❶ تفسیر ابن کثیر ۲/۳٤ ❷ بخاری کتاب الوضو باب غسل الاعقاب رقم:۱٦٥،صحیح مسلم کتاب الطهارة باب غسل الرجلین بکمالها (الفاظ صحیح مسلم کے ہیں) ❸ صحیح بخاری کتاب الوضوء باب اذا دخل رجلیه وهما طاهرتان رقم:۲۰٦_ ❹ سنن ابی داود کتاب الطها رة باب المسح علی العمامة رقم:۱٤٦_ ❺ صحیح مسلم کتاب الطها رة باب فضل الوضوء والصلوٰة عقبه رقم:۲۲۹_

یہاں طہارت عضو مخصوص کے ساتھ خاص نہیں بلکہ پورے بدن کے ساتھ خاص ہے اور لفظ الجنب واحد، تثنیہ، جمع اور مذکر و مؤنث پر بولا جاتا ہے انسان کا جنابت کی حالت میں نماز پڑھنا اور قرآن مجید کو ہاتھ لگانا اور تلاوت کرنا مسجد میں داخل ہونا منع ہے۔

جنابت کے اسباب

جنابت کے دو اسباب ہیں :

۱. منی کا شہوت کے ساتھ ٹپک کر نکلنا (جماع یا احتلام وغیرہ) کی صورت میں نکلنے سے غسل واجب ہو جاتا ہے۔

۲. دو شرمگاہوں کا آپس میں مل جانا جب دو شرمگاہیں آپس میں مل جائیں تو غسل واجب ہو جاتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

((اِذَا جَلَسَ بَیْنَ شُعَبِهَا الْاَرْبَعِ ثُمَّ جَهَدَ هَا فَقَدْ وَجَبَ الْغُسْلُ.)) [1]

جب بندہ چار شاخوں کے درمیان بیٹھ کر کوشش شروع کر دے (عضو مخصوص شرمگاہ میں داخل ہو جائے) تو غسل واجب ہو جاتا ہے۔

غسل کب واجب ہوتا ہے ؟

مندرجہ ذیل چیزوں سے غسل واجب ہو جاتا ہے۔

۱. منی کا شہوت سے نکلنا۔

۲. جماع (ہم بستری)۔

۳. احتلام کے وقت (بیداری کی حالت میں کپڑوں پر احتلام کے نشانات پائے جائیں)۔

۴. حیض اور نفاس کے ختم ہونے کے وقت۔

۵. اسلام لانے کے بعد۔

۶. مرنے کے بعد مگر شہید کو غسل نہیں دیا جاتا وہ اس سے مستثنیٰ ہے۔

---

[1] صحیح بخاری کتاب الغسل باب اذا التقی الختانان رقم: ۲۹۱

غسل کب مسنون ہوتا ہے؟

۱۔ نماز جمعہ اور نماز عیدین کے لیے۔

۲۔ احرام باندھنے کے وقت۔

۳۔ جو شخص میت کو غسل دے اس پر بھی غسل مسنون ہے۔

غسلِ جنابت کا طریقہ

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ إِذَا اغْتَسَلَ مِنَ الْجَنَابَةِ بَدَأَ فَغَسَلَ يَدَيْهِ، ثُمَّ تَوَضَّأَ كَمَا يَتَوَضَّأُ لِلصَّلَاةِ ثُمَّ يُدْخِلُ أَصَابِعَهُ فِي الْمَاءِ فَيُخَلِّلُ بِهَا أُصُوْلَ الشَّعْرِ ثُمَّ يَصُبُّ عَلَىٰ رَأْسِهِ ثَلَاثَ غُرَفٍ بِيَدَيْهِ ثُمَّ يُفِيْضُ الْمَاءَ عَلَىٰ جِلْدِهِ كُلِّهِ[1]

''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں رسول اللہ ﷺ جنابت کرتے وقت پہلے دونوں ہاتھ دھوتے پھر نماز والا وضو فرماتے پھر پانی لیکر اپنی انگلیوں کیساتھ اپنے سر کے بالوں کا خلال فرماتے پھر تین چلو پانی اپنے سر پر ڈالتے پھر تمام جسم پر پانی بہاتے''۔

اگر اس موضوع کی دوسری روایتوں کو ساتھ ملایا جائے تو پھر غسل جنابت کا مسنون طریقہ یہ ہے:

پہلے اپنے ہاتھ دھوئے جائیں پھر بائیں ہاتھ سے شرمگاہ اور اس کے آس پاس کی جگہ دھوئی جائے پھر اس ہاتھ کو مٹی یا صابن وغیرہ سے اچھی طرح صاف کیا جائے پھر وضو کیا جائے لیکن پاؤں چھوڑ دیئے جائیں کیونکہ وہ غسل سے فراغت کے وقت دھونے مسنون ہیں پھر سر پر تین چلو ڈالے اور سر کے بالوں کا خلال کرے پھر تمام جسم پر پانی ڈال کر غسل کرے اگر عورت غسل جنابت میں میڈیاں نہ کھولنا چاہے تو اسے اجازت ہے مگر حیض اور نفاس کے غسل میں اسے اپنے سر کی میڈیاں کھول لینی چاہییں۔

جنابت کے غسل میں جب وضو کریں تو سر کا مسح بھی نہیں کرنا چاہیے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے غسل جنابت کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ آپ نے سر کا مسح نہیں کیا بلکہ اس پر پانی ڈالا۔

امام نسائی نے اس حدیث پر باب قائم کیا ہے: ''بَابُ تَرْكِ مَسْحِ الرَّأْسِ فِي الْوُضُوْءِ مِنَ الْجَنَابَةِ''

[1] صحيح بخاري كتاب الغسل باب الوضوء قبل الغسل رقم: ۲۴۸

جنابت کے وضو میں سر کے مسح کو ترک کرنا ❶

﴿وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰۤى اَوْ عَلٰى سَفَرٍ اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ اَوْلٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَاَيْدِيْكُمْ مِّنْهُ﴾

تیمّم کن حالتوں میں جائز ہے؟

یہاں اللہ تعالیٰ نے چار حالتیں بیان فرمائی ہیں جن میں تیمّم جائز ہے

(۱) مرض۔ (۲) سفر۔

(۳) حدث اصغر، وہ افعال جن سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔

(۴) حدث اکبر، وہ افعال جن سے غسل واجب ہو جاتا ہے۔

ان چاروں حالتوں میں جب انسان کو پانی نہ ملے یا وہ کسی وجہ سے پانی کے استعمال پر قدرت نہ رکھتا ہو یا اس سے بیمار یا بیماری زیادہ ہونے کا اندیشہ ہو تو پھر وضو اور غسل کی جگہ تیمّم ہو سکتا ہے کیونکہ اس وقت تیمّم وضو اور غسل کے قائم مقام ہوگا۔ سورۃ النساء میں تیمّم کا ذکر غسل کے تحت اور یہاں وضو کے تحت ذکر فرمایا ہے تاکہ یہ معلوم ہو جائے کہ عذر کی حالت میں تیمّم وضو اور غسل دونوں کا قائم مقام ہو جاتا ہے۔

تیمّم کا طریقہ

انسان اپنے دونوں ہاتھ زمین یا کسی ایسی چیز پر مارے جس پر گرد و غبار ہو پھر دونوں ہتھیلیوں کو آپس میں ملا کر پھونکے تاکہ ہتھیلیوں پر زیادہ گرد و غبار نہ رہے پھر دونوں ہتھیلیوں کو منہ پر پھر اپنے ہاتھوں پر گٹوں تک ملے یہ تیمّم کی اصل صورت ہے۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کو سکھلاتے ہوئے فرمایا تھا۔

((اِنَّمَا يَكْفِيْكَ هٰكَذَا وَضَرَبَ النَّبِيُّ ﷺ بِكَفَّيْهِ الْاَرْضَ وَنَفَخَ فِيْهِمَا ثُمَّ مَسَحَ وَجْهَهُ وَكَفَّيْهِ)) ❷

---

❶ سنن نسائی کتاب الغسل باب ترك مسح الرأس في الوضوء من الجنابة رقم: ٤٢١

❷ صحیح بخاری کتاب التیمم باب المتیمم هل ینفخ فیهما رقم:٣٣٨، صحیح مسلم کتاب الحیض باب التیمم رقم:٣٦٨ ، سنن ابی داود کتاب الطهارة باب التیمم رقم: ٣٢١

نواقض تیمّم

جن چیزوں سے وضوٹوٹ جاتا ہے ان سے تیمّم بھی ٹوٹ جاتا ہے اور اگر پانی مل جائے اور اس کے استعمال پر طاقت ہو تو پھر بھی تیمّم ٹوٹ جائے گا۔

﴿مَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ حَرَجٍ وَّلٰكِنْ يُّرِيْدُ لِيُطَهِّرَكُمْ﴾

اللہ تعالیٰ امت محمدیہ کو پہلی امتوں کی طرح مشقت میں ڈالنا نہیں چاہتے کیونکہ اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے کہ تم میں پہلی امتوں کی طرح مشقت اٹھانے کی طاقت نہیں اس لیے اللہ تعالیٰ نے تمھاری آسانی کے لیے وضو اور غسل کی جگہ تیمّم کا حکم نازل فرمایا ہے تاکہ تم ہر حال میں طہارت حاصل کرسکو۔

تیمّم نعمتِ باری تعالیٰ ہے

﴿وَلِيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ﴾

یہاں اللہ تعالیٰ نے تیمّم کو ایک نعمت قرار دیا ہے تاکہ تم طہارت حاصل کر کے اس نعمت کے شکریہ میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے رہو اور کسی بھی حالت میں تم اس کی عبادت سے غفلت نہ کرو۔

عَنْ حُذَيْفَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((فُضِّلْنَا عَلَى النَّاسِ بِثَلَاثٍ جُعِلَتْ صُفُوْفُنَا كَصُفُوْفِ الْمَلَائِكَةِ وَجُعِلَتْ لَنَا الْاَرْضُ كُلُّهَا مَسْجِداً وَّجُعِلَتْ تُرْبَتُهَا لَنَا طَهُوْرًا إِذَا لَمْ نَجِدِ الْمَاءَ.)) [1]

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہمیں لوگوں پر تین چیزوں سے فضیلت دی گئی ہے۔

۱. ہماری صفیں فرشتوں کی صفوں کی طرح ہیں۔
۲. ساری زمین ہمارے لیے سجدہ گاہ بنادی گئی ہے۔
۳. جب ہم پانی نہ پائیں تو (پاکیزہ) مٹی ہمارے لیے وضو بنادی گئی ہے۔

---

[1] صحیح مسلم کتاب المساجد و مواضع الصلوۃ۔

آیت مبارکہ سے ثابت شدہ مسائل

۱. طہارت نماز کی صحت کے لیے شرط ہے۔

۲. ایک ہی وضو سے کئی نمازیں پڑھی جاسکتی ہیں۔

۳. ناک میں پانی مبالغے سے چڑھانا چاہیے سوائے حالت روزہ کے۔

۴. تین دفعہ سے زیادہ اعضاء کا دھونا شریعت کی مخالفت اور ظلم ہے۔

۵. کانوں کا مسح سر کے ساتھ کیا جائے گا کیونکہ مسح کے اندر یہ سر میں شامل ہیں۔

۶. پاؤں کو دھونا فرض ہے یہ رسول اللہ ﷺ کے فعل سے ثابت ہے۔

۷. وضو کے بعد موزے یا جرابیں پہن لی جائیں تو ان پر مسح ہوسکتا ہے۔

۸. تیمّم وضو اور غسل جنابت کا بدل ہے۔

۹. وضو اور غسل جنابت اور تیمّم کا طریقہ بیان کیا گیا۔

۱۰. امت محمدیہ کی پہلی امتوں پر تین چیزوں میں خصوصیت کا ذکر ہے۔

۱۱. اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکریہ ادا کرنا چاہیے۔

۱۲. عبادت بھی خالق کائنات کی نعمتوں کا شکریہ ہے۔

۱۳. دین اسلام آسان ہے ہر کوئی اس پر عمل کرسکتا ہے۔

﴿وَاذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَمِيْثَاقَهُ الَّذِيْ وَاثَقَكُمْ بِهٖٓ ۙ اِذْ قُلْتُمْ سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ۡ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ⑦﴾

''تم اللہ تعالیٰ کی نعمت کو (جو اس نے) تم پر کی اور اس عہد کو جس کا تم سے معاہدہ ہوا یاد کرو جس وقت تم نے کہا ہم نے سنا اور ہم نے اطاعت کی اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو بے شک اللہ تعالیٰ سینوں کے بھیدوں کو جاننے والے ہیں۔

مشکل الفاظ کے معانی

وَاذْكُرُوْا: تم یاد کرو۔

مِيْثَاقَ: پختہ عہد۔

وَاثَقَكُمْ: تم سے معاہدہ ہوا۔

سَمِعْنَا: ہم نے سنا۔

وَأَطَعْنَا: ہم نے اطاعت کی۔

اِتَّقُوْا: تم ڈرو۔

عَلِيْمٌ: علم رکھنے والا۔

بِذَاتِ الصُّدُوْرِ: اچھی اور بری چیز کو جو دلوں میں ہے۔

التوضیح:۔

اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے تیمّم کو ایک قابل شکر نعمت فرما کر پھر اس آیت میں اپنی عام نعمتوں اور احسانوں کو یاد دلایا ہے اور حکم فرمایا ہے تم ان انعامات اور احسانات کو یاد کرتے وقت اس عہد کو یاد کیا کرو جو تم نے رسول اللہ ﷺ کی معرفت اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس کو پورا کرنے کا اقرار کیا تھا اور یہ عہد وہی ہے جس کو اسلام قبول کرنے کے وقت ہر مرد اور عورت اللہ تعالیٰ کے حکم کے ساتھ رسول اللہ ﷺ سے کرتے تھے جیسا کہ حدیث میں اس کا ذکر ہے۔

عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ قَالَ بَايَعْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ عَلَى السَّمْعِ وَالطَّاعَةِ فِي الْمُنْشِطِ وَالْمَكْرَهِ وَاَنْ لَّا نُنَازِعَ الْاَمْرَ اَهْلَهُ وَاَنْ نَّقُوْمَ اَوْ نَقُوْلَ بِالْحَقِّ حَيْثُ مَا كُنَّا لَا نَخَافُ فِي اللّٰهِ لَوْمَةَ لَائِمٍ ❶

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم نے رسول اللہ ﷺ سے بیعت اس بات پر کی کہ ہم آپ ﷺ کے فرامین سنتے اور مانتے رہیں گے اگر چہ ہمارا دل چاہے یا نہ چاہے اور ہم کسی لائق شخص سے کسی کام کو نہیں چھینیں گے اور ہم جس جگہ پر بھی ہوں حق کا ہی ساتھ دیں گے اور اللہ تعالیٰ کے دین اسلام میں ہم کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈریں گے۔

﴿وَاتَّقُوا اللّٰهَ إِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ﴾

اللہ تعالیٰ نے اس معاہدہ کو یاد دلانے کے بعد فرمایا ہے کہ تم اس معاہدہ پر قائم رہو اور عہد شکنی کرنے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو کیونکہ اللہ تعالیٰ ہر اس اچھی اور بری بات کو جو تمھارے سینوں میں (چھپی ہوئی) ہے جاننے والے ہیں۔

آیت سے جو مسائل ثابت ہوتے ہیں

۱. اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ جن نعمتوں سے انسان فائدہ اٹھاتا ہے ان کو یاد رکھنا چاہیے۔

۲. اللہ تعالیٰ کے ساتھ کیے گئے معاہدوں کی پابندی کرنا اور ان کو پورا کرنا چاہیے۔

۳. امر بالمعروف ونہی عن المنکر میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنا چاہیے۔

۴. اسلام آسانی پیدا کرنے والا اور درگزر کرنے والا دین ہے۔

۵. اسلام نے انسان سے زندگی اور تکلیف کو ابتدا سے ہی دور کیا ہے۔

❶ صحیح بخاری کتاب الاحکام باب کیف یبایع الامام الناس رقم:۷۱۹۹، ۷۲۰۰

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓى اَلَّا تَعْدِلُوْا ۭاِعْدِلُوْا ۣ هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى ۡ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ (۸)﴾

اے ایمان والو! تم اللہ تعالیٰ کے لیے انصاف کیساتھ گواہی دینے پر تیار رہو اور لوگوں کی دشمنی تم سے بے انصافی نہ کرائے انصاف ہی پرہیزگاری کے زیادہ قریب ہے اور تم اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو کیونکہ جو تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ کو اسکی خبر ہے

مشکل الفاظ کے معانی

قَوّٰمِيْنَ لِلّٰهِ: یہ قوام کی جمع ہے اللہ تعالیٰ کے حقوق اور وہ حقوق جو اللہ تعالیٰ نے اپنے غیر کے لیے واجب کیے ہیں ان کو پورا کرنا اور ان کی ادائیگی میں کوئی کوتاہی وغیرہ نہ کرنا۔

شُهَدَآءَ : یہ شہید کی جمع ہے گواہی دینے والا۔

بِالْقِسْطِ : انصاف کے ساتھ۔

لَا يَجْرِمَنَّكُمْ : وہ تم کو نہ ابھارے۔

شَنَاٰنُ: بغض اور عداوت۔

اَلْعَدْلُ : مساوات، انصاف۔

هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى : وہ تقوی کے زیادہ قریب ہے۔

اَلَّا تَعْدِلُوْا: یہ کہ تم انصاف نہ کرسکو۔

التوضیح

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ﴾

اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو فرما رہے ہیں کہ تم حق کے قیام کی خاطر اور میری (اللہ تعالیٰ کی) خوشنودی حاصل کرنے کے لیے کھڑے ہو جاؤ اس پاکیزہ عمل میں لوگوں کی رضامندی مقصود نہیں ہونی چاہیے اور تم انصاف کیساتھ گواہی دو اگرچہ وہ گواہی تمھارے ہی خلاف کیوں نہ ہو۔

شہادت کی تعریف

"اَلْاَخْبَارُ بِالْوَاقِعَةِ وَاِظْهَارُ الْحَقِّ اَمَامَ الْحَاكِمِ لِيَحْكُمَ بِهٖ." ❶

واقعہ کے مطابق خبر دینا اور حاکم کے سامنے حق کا اظہار کرنا تاکہ وہ فیصلہ کر سکے شہادت کہلاتا ہے۔

کیونکہ عدل وانصاف حقوق کی میزان ہے یہ فطرتی چیز ہے کہ جب کسی امت میں ظلم واقع ہوتا ہے تو اس سے مفاسد اور شر اس امت میں پھیلتے ہیں اس لیے کسی بھی حال میں عدل وانصاف کا دامن نہیں چھوڑنا چاہئے۔

حدیث میں ہے۔

عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ ﷺ أَنَّ اَبَاهُ اَتٰى بِهِ إِلىٰ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ إِنِّیْ نَحَلْتُ ابْنِیْ هٰذَا غُلَامًا فَقَالَ: ((أَكُلَّ وَلَدِكَ نَحَلْتَ مِثْلَهُ فَقَالَ لَا فَارْجِعْهُ)) ❷

نعمان بن بشیر ﷺ فرماتے ہیں میرا باپ مجھے لے کر رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ میں نے اپنے اس بیٹے کو یہ غلام عطیہ دیا ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا کیا تو نے اپنی تمام اولاد کو اسی طرح عطیہ دیا ہے؟ تو میرے باپ نے کہا نہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ تو اس عطیہ کو واپس لے لے۔

ایک دوسری روایت میں ہے کہ میرے باپ نے مجھے عطیہ دیا تو میری ماں عمرہ بنت رواحہ نے کہا میں اس وقت تک تم سے مطمئن نہیں ہوں گی جب تک تم اس پر رسول اللہ ﷺ کو گواہ نہ بنا لو پھر میرے باپ نے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ واقعہ بیان کیا تو آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ تو نے اپنی باقی اولاد کو بھی اسی طرح عطیہ دیا ہے تو نعمان بن بشیر ﷺ نے نفی میں جواب دیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ((فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْدِلُوْا بَيْنَ اَوْلَادِكُمْ)) تم اللہ تعالیٰ سے ڈر جاؤ اور اپنی اولاد کے درمیان عدل وانصاف کیا کرو ((لَا اَشْهَدُ عَلٰى جَوْرٍ)) کیونکہ میں ظلم پر گواہ نہیں بنتا، پھر نعمان بن بشیر ﷺ نے وہ عطیہ واپس لے لیا۔ ❸

---

❶ تفسیر المنیر ص ۱۱۸ ج ٦۔

❷ صحیح البخاری کتاب الهبة باب الهبة للولد رقم ۲۵۸٦، صحیح مسلم کتاب الهبات باب کراهية تفضيل بعض الاولاد في الهبة رقم:۱٦۲۳۔

❸ صحیح البخاری کتاب الهبة و فضلها والتحريض عليها باب الاشهاد في الهبة رقم:۲۵۸۷۔

﴿وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓى اَلَّا تَعْدِلُوْا ۭ اِعْدِلُوْا ۣ هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى﴾

پھر فرمایا کہ تم کو کسی قوم کی دشمنی یا عداوت عدل وانصاف سے پھیر کر ظلم کی طرف نہ لے جائے بلکہ تم نے ہر حالت میں انصاف کا ساتھ دینا ہے کیونکہ یہی انصاف اور متقی بننے کا ایک قریب ترین راستہ ہے۔

آپ ﷺ نے حجۃ الوداع کے خطبہ میں مقام عرفات میں فرمایا:

((اِنَّ دِمَآءَكُمْ وَأَمْوَالَكُمْ حَرَامٌ عَلَيْكُمْ كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هَذَا فِيْ شَهْرِكُمْ هَذَا فِيْ بَلَدِكُمْ هَذَا أَلَاكُلُّ شَيْءٍ مِنْ أَمْرِالْجَاهِلِيَّةِ تَحْتَ قَدَمَيَّ مَوْضُوْعٌ وَدِمَاءُ الْجَاهِلِيَّةِ مَوْضُوْعَةٌ .))❶

آپ ﷺ نے فرمایا (جس کا ماحاصل یہ ہے) اہل مکہ کے اسلام لانے کے بعد ان کے اسلام لانے سے پہلے کے جھگڑے میں نے اپنے قدموں کے نیچے کچل دیے ہیں اب کسی ایماندار کو لائق نہیں کہ وہ اسلام سے پہلے کے جھگڑے نکالے بلکہ اسلام کے بعد سب مسلمان آپس میں رواداری اور بھائی چارہ سے رہیں۔

﴿وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ﴾

تم عدل وانصاف کے طریقہ کو چھوڑتے وقت اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو کیونکہ اس طریقہ کے علاوہ اللہ تعالیٰ کو کوئی دوسرا طریقہ پسند نہیں ہے اللہ تعالیٰ وہ ذات ہے جس کو تمھارے ہر قول وفعل کی خبر ہے اگر تم اچھے اعمال کرو گے تو تمھیں جزا ملے گی اگر برے اعمال کیے تو تمھیں سزا ملے گی۔

آیت سے جو مسائل اخذ ہوتے ہیں

۱. اللہ تعالیٰ کے تمام حقوق کو اخلاص سے پورا کرنا واجب ہے۔
۲. فیصلہ کرتے وقت عدل وانصاف پر کاربند رہنا واجب ہے۔
۳. گواہی سچی دینی چاہیے اگرچہ وہ اپنے اور عزیز واقارب کے خلاف ہی کیوں نہ ہو۔
۴. ظلم پر شاہد نہیں بننا چاہیے۔
۵. کسی کافر کا کفر عدل کی راہ میں رکاوٹ نہیں بننا چاہیے۔
۶. ہر معاملہ میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنا چاہیے۔

❶ صحیح مسلم کتاب الحج باب حجۃ النبی ﷺ

﴿وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ عَظِيْمٌ ﴿۹﴾
وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ﴿۱۰﴾﴾

جولوگ ایمان لائے اور اچھے اعمال کیے ان کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے مغفرت اور اجرعظیم کا وعدہ کیا ہے اور جن لوگوں نے کفر کیا اور اللہ تعالیٰ کی آیات کو جھٹلایا وہ جہنمی لوگ ہیں۔

مشکل الفاظ کے معانی

وَعَدَ اللّٰهُ: اللہ تعالیٰ نے وعدہ کیا ہے۔

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا: جولوگ ایمان لائے۔ ایمان تین اجزاء سے مرکب ہے۔

۱ اقرار باللسان ۔

۲ تصدیق بالقلب ۔

۳ افعال بالجوارح ''اعمال''

مَّغْفِرَةٌ: بخشش۔

الْجَحِيْمُ: بہت بڑی آگ ''جہنم''

التوضیح:۔

اللہ تعالیٰ نے دوگروہوں (مومن اور کفار) کی جزاء اور سزا کا ذکر فرمایا ہے۔

۱ پہلا گروہ ان لوگوں کا ہے جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اور اعمال صالح کیے اور اپنی خواہشات کو نبوت کے تابع کیا ان کے لیے اللہ تعالیٰ نے بخشش اور جنت نعیم کا وعدہ کیا ہے اور ان پر اللہ تعالیٰ کا فضل ورحمت ہوگی۔

۲ دوسرا گروہ ان لوگوں کا ہے جنہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ کفر کیا اور اللہ تعالیٰ کی آیات کو جھٹلایا اپنی خواہشات کو نبوت کے تابع نہ کیا ان کے لیے اللہ تعالیٰ نے بہت بڑی آگ کا عذاب تیار کیا ہے ان کو یہ سخت عذاب دینا عین عدل وانصاف اور عین حکمت خداوندی کے مطابق ہے کیونکہ یہ ان کے اپنے ہی کیے ہوئے برے اعمال کی سزا ہے۔

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ هَمَّ قَوْمٌ اَنْ يَّبْسُطُوْٓا اِلَيْكُمْ اَيْدِيَهُمْ فَكَفَّ اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۱﴾﴾

اے ایمان والو! تم اللہ تعالیٰ کی نعمت کو یاد کیا کرو جب ایک قوم نے تم پر دست درازی کرنا چاہی اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھوں کو تم سے روک دیا اور تم اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور اللہ تعالیٰ پر مومنوں کو توکل کرنا چاہیے۔

مشکل الفاظ کے معانی

هَمَّ قَوْمٌ: ایک قوم (بنونضیر کے یہود یا قریش کی جماعت) نے پختہ ارادہ کیا۔

اَنْ يَّبْسُطُوْٓا اِلَيْكُمْ اَيْدِيَهُمْ: یہ کہ وہ تمھاری طرف اپنے ہاتھوں کو پھیلائیں (رسول اللہ ﷺ کو قتل کر دیں)۔

فَكَفَّ اَيْدِيَهُمْ: اس (اللہ تعالیٰ) نے ان کو روک دیا (انھوں نے رسول اللہ ﷺ کے قتل پر قدرت نہ رکھی)۔

شانِ نزول

عَنْ جَابِرٍ رضی اللہ عنہ أَنَّهُ غَزَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ قِبَلَ نَجْدٍ فَلَمَّا قَفَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ قَفَلَ مَعَهُ فَاَدْرَكَتْهُمُ الْقَائِلَةُ فِيْ وَادٍ كَثِيْرِ الْعِضَاهِ فَنَزَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَتَفَرَّقَ النَّاسُ فِي الْعِضَاهِ يَسْتَظِلُّوْنَ بِالشَّجَرَةِ وَنَزَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ تَحْتَ سَمُرَةٍ فَعَلَّقَ بِهَا سَيْفَهُ قَالَ جَابِرٌ فَنِمْنَا نَوْمَةً فَإِذَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَدْعُوْنَا فَجِئْنَاهُ فَإِذَا عِنْدَهُ اَعْرَابِيٌّ جَالِسٌ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((اِنَّ هٰذَا اخْتَرَطَ سَيْفِيْ وَاَنَا نَائِمٌ فَاسْتَيْقَظْتُ وَهُوَ فِيْ يَدِهِ صَلْتًا فَقَالَ لِيْ مَنْ يَّمْنَعُكَ مِنِّيْ قُلْتُ لَهُ اَللّٰهُ فَهَا هُوَ جَالِسٌ)) ثُمَّ لَمْ يُعَاقِبْهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ۔ [1]

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جنگ ذات الرقاع سے لوٹتے وقت راستے میں ایک جگہ آرام کے لیے اترے اور لوگ درختوں کا سایہ تلاش کرنے لگے رسول اللہ ﷺ نے اپنی تلوار اتار کر ایک درخت پر لٹکا دی تو ہم تھوڑی دیر کے لیے سو گئے، پس اچانک رسول اللہ ﷺ ہمیں بلا رہے ہیں جب (ہم وہاں پہنچے تو دیکھا) ایک اعرابی (بدو)

---

[1] صحیح بخاری کتاب المغازی ﷺ باب غزوة ذات الرقاع رقم:٤١٣٥، صحیح مسلم کتاب الفضائل باب توكله ﷺ على الله تعالىٰ رقم:٨٤٣

آپ کے پاس ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: اس نے میری تلوار مجھ پر سونت لی جبکہ میں سویا ہوا تھا میں بیدار ہوا تو یہ اس کے ہاتھ میں سونتی ہوئی تھی مجھے اس نے کہا کہ آج تمھیں مجھ سے کون بچائے گا؟ میں نے کہا اللہ بس یہ دیکھیں یہ بیٹھا ہوا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس دیہاتی کو کوئی سرزنش نہیں کی۔

اس اعرابی کا نام غورث بن حارث نقل کیا گیا ہے۔ ❶

التوضیح

اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ پر احسان فرمایا کہ ان کو ایک مخالف اور دشمن کے حملہ سے اپنی رحمت ومہربانی کے ساتھ محفوظ رکھا اور بچایا پھر اس خاص احسان میں امت محمد یہ کو شریک کر کے یہ آیت اس تنبیہ کے لیے نازل فرمائی کہ امت کی ہدایت کے لیے رسول اللہ ﷺ کا آنا بھی اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا احسان ہے اور اس احسان کی حفاظت کرنا یہ اللہ تعالیٰ کا امت محمد یہ ﷺ پر دوسرا احسان ہے اس واقعہ میں رسول اللہ ﷺ نے تکالیف اور مشکل وقت میں اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کیا ہے اور اس کا انجام بھی اچھا ہوا اس آیت میں عام مسلمانوں کو ہدایت فرمائی ہے اگر تم بھی مشکل اوقات میں اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرو گے تو اس کا بھی انجام اچھا اور اللہ تعالیٰ تمھارا حامی وناصر ہوگا۔

آیت سے جو مسائل ثابت ہوتے ہیں

۱. بخشش اور مغفرت خداوندی کا وعدہ ایمان والوں کے لیے ہے۔

۲. گناہوں کو معاف کرنا صرف خالق کائنات کا اختیار ہے۔

۳. ایمان ہی دخول جنت کا سبب ہے۔

۴. اللہ تعالیٰ کی آیات کی تکذیب باعث جہنم ہے۔

۵. اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو یاد کرنا چاہیے اور ان کا شکریہ ادا کرنا چاہیے۔

۶. اللہ تعالیٰ ہی نفع اور نقصان کا مالک ہے۔

۷. انسان کو اللہ تعالیٰ پر توکل کرنا چاہیے۔

۸. جو اللہ تعالیٰ پر توکل کرے اللہ تعالیٰ اسے ضائع نہیں کرتے۔

❶ صحیح بخاری کتاب المغازی باب غزوۃ ذات الرقاع رقم: ٤١٣٦۔

﴿وَلَقَدْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ وَبَعَثْنَا مِنْهُمُ اثْنَيْ عَشَرَ نَقِيْبًا ۭ وَقَالَ اللّٰهُ اِنِّىْ مَعَكُمْ ۭ لَىِٕنْ اَقَمْتُمُ الصَّلٰوةَ وَاٰتَيْتُمُ الزَّكٰوةَ وَاٰمَنْتُمْ بِرُسُلِيْ وَعَزَّرْتُمُوْهُمْ وَاَقْرَضْتُمُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا لَّاُكَفِّرَنَّ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَلَاُدْخِلَنَّكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْھٰرُ ۚ فَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَاۗءَ السَّبِيْلِ ﴿12﴾﴾

اورالبتہ تحقیق بنی اسرائیل سے اللہ تعالیٰ نے پختہ وعدہ لیا اور ہم نے بنی اسرائیل میں بارہ سردار مقرر کیے اور (ان کو) اللہ تعالیٰ نے فرمایا اگر تم نماز قائم کرو اور زکوۃ ادا کرو گے اور تم میرے رسولوں کے ساتھ ایمان لاؤ گے اور ان کی مدد کرو گے اور تم اللہ تعالیٰ کو قرض حسنہ (نفلی صدقات وغیرہ) دو گے تو میں ضرور تمھارے گناہ معاف کر دوں گا اور تم کو جنت میں داخل کروں گا جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی اور جو شخص اس عہد کا انکار کرے گا پس وہ سیدھے راستے سے گمراہ ہو گیا۔

مشکل الفاظ کے معانی

مِيْثَاقَ : پختہ عہد، وہ عہد جس کی قسم کے ساتھ تاکید کی گئی ہو۔

بَنِيْٓ اِسْرَاءِيْلَ : یہود۔

بَعَثْنَا: ہم نے بھیجے، مقرر کیے۔

نَقِيْبًا: قوم کا سردار یعنی ایسا شخص جس کے ذمہ قوم کے امور ہوں۔

عَزَّرْتُمُوْهُمْ : تم نے ان کی (میرے رسولوں کی) مدد کی۔

اَقْرَضْتُمُ اللّٰهَ: تم اللہ تعالیٰ کے راستہ میں اس کی طلب رضا کے لیے مال خرچ کرو گے۔

قَرْضًا حَسَنًا: انسان جس مال کو اپنی خوشی سے اللہ کے راستہ میں خرچ کرے۔

لَاُكَفِّرَنَّ: میں ضرور مٹا دوں گا ۔

بَعْدَ ذٰلِكَ: اس پختہ عہد کے بعد۔

ضَلَّ: گمراہ ہو گیا سیدھے راستہ سے ہٹ گیا۔

سَوَاۗءَ السَّبِيْلِ: ہدایت والا راستہ، سیدھا راستہ جس پر چلنے والا کامیاب اور اللہ تعالیٰ کا محبوب بن جاتا ہے۔

آیات کی ماقبل سے مناسبت

پہلی آیات میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے عہد اوران پر قائم رہنے اوران کو پورا کرنے کی تاکید فرمائی تھی اب ان آیات میں اہل کتاب کے پختہ عہد اوران کی عہد شکنی اوراس کی سزا کا ذکر کیا ہے تاکہ امت محمدیہ اس بات سے باخبر ہوجائے کہ عہد شکنی ان کے لیے دنیا اورآخرت میں وبال کا سبب بنے گی۔

التوضیح

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے یہود کی دوعہد شکنیوں کا ذکر کیا ہے۔

(۱) حضرت یوسف علیہ السلام کے مصر میں قیام کے وقت ہی بنی اسرائیل ملک شام کی سکونت چھوڑ کر مصر میں رہائش پذیر ہو گئے تھے۔

(۲) اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام اوران کی قوم (بنی اسرائیل) سے وعدہ کیا تھا کہ میں تم کوارض مقدس (ملک شام) کا وارث بناؤں گا جس پرقوم عاد کے کچھ باقی ماندہ لوگ قابض ہوچکے تھے۔

فرعون کی ہلاکت کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی موسیٰ علیہ السلام کوحکم دیا کہ آپ بنی اسرائیل کو لے کرارض مقدس کی طرف نکل کرقوم عاد سے بستیوں کوخالی کروائیں اور وہاں ہی سکونت اختیار کریں ارض مقدس ملک شام میں اریحاء نامی علاقہ تھا جوایک ہزاربستی پر مشتمل تھا اور ہربستی میں ایک ہزار باغ تھا۔

قوم عاد کے ان قابضین کوعمالقہ بھی کہتے ہیں کیونکہ یہ لوگ عملیق بن آذر نامی شخص کی اولاد تھے یہ عمالقہ بڑے طاقتور اورقد آور تھے جب موسیٰ علیہ السلام ملک شام کے قریب گئے توانھوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق بنی اسرائیل کے بارہ قبائل میں سے بارہ سردار مقرر کیے تاکہ وہ اپنے اپنے قبیلہ کا خیال رکھیں اوران کوعہد باری تعالیٰ کے حکم کے ساتھ وفا کا حکم دیتے رہیں اور یہ سردار ارض مقدس میں جاکرقوم عمالقہ کی کوئی ایسی بات نہ کریں جس سے بنی اسرائیل کے حوصلے پست ہوجائیں جب یہ نقباء واپس آئے تودس سرداروں نے عہد شکنی کی صرف دوسردار (یوشع بن نون اور کالب بن یوفنا) اپنے عہد پرقائم رہے تھے۔

بنی اسرائیل نے جب قوم عمالقہ کے حالات سنے توموسیٰ علیہ السلام کا ساتھ دینے سے انکار کردیا جس کی تفصیل آگے آئے گی۔

بنی اسرائیل کے قبائل اوران کے نقباء

نمبر شمار	قبیلہ	نقیب
۱	روبیل	شامون بن رکون
۲	شمعون	شافاط بن حری
۳	یھوذا	کالب بن یوفنا
۴	أتین	میخائیل بن یوسف
۵	افرایم	یوشع بن نون
۶	بنیامین	فلطم بن دفون
۷	زبولون	جدی بن شوری
۸	منشا	جدی بن موسی
۹	دان	خملائیل بن حمل
۱۰	أشار	ساطور بن مکیل
۱۱	نفثالی	بحربن وقسی
۱۲	یساخر	لایل بن مکید [1]

اسی طرح رسول اللہﷺ نے بھی جب لیلۃ العقبہ کو مکہ میں انصار سے بیعت لی اس وقت بھی ان کے سردار بارہ ہی تھے تین قبیلہ اوس سے اور نو قبیلہ خزرج سے تھے اوران سرداروں نے اپنی قوم کی طرف سے آپﷺ کے ہاتھ پر سمع و اطاعت کی بیعت کی تھی۔ [2]

جابر بن سمرہؓ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہﷺ کو فرماتے سنا ہے:

((لَایَزَالُ أَمْرُ النَّاسِ مَاضِیًا مَا وَلِیَهُمُ اثْنَا عَشَرَ رَجُلًا ثُمَّ تَکَلَّمَ النبیﷺ بِکَلِمَةٍ خَفِیَتْ

---

[1] تفسیر ابن کثیر ۲/۴٦۔
[2] مرجع سابق

عَلَيَّ فَسَأَلْتُ أَبِي مَاذَا قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ قَالَ كُلُّهُمْ مِنْ قُرَيْشٍ))[1]

اس حدیث کا معنی ومفہوم یہ ہے آپ ﷺ کے بعد بارہ نیک اور صالح خلفاء آئیں گے جو حق کو قائم اور لوگوں میں عدل کریں گے اس سے یہ قطعاً ثابت نہیں ہوتا کہ وہ یکے بعد دیگرے آئیں گے پس ان میں سے چار خلفاء راشدین پے در پے ہوئے۔

۱۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ۲۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ

۳۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ ۴۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ

اور ان میں سے ایک حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمة الله عليه ہیں اس طرح بعض بنو عباس سے ہوئے اور قیامت سے پہلے ان کی تعداد کا مکمل ہونا ضروری ہے اور ان میں سے ایک امام مہدی ہیں جن کی بشارت اور خوشخبری احادیث میں وارد ہو چکی ہے ان کا نام حضور کے نام پر ہوگا ان کے والد کا نام آنحضرت ﷺ کے والد کے نام پر ہوگا اور وہ زمین کو عدل سے بھر دیں گے حالانکہ زمین ان سے پہلے ظلم وستم سے بھر چکی ہوگی۔[2]

پھر اللہ تعالیٰ نے دوسرے عہد کا ذکر فرمایا ہے جو تورات کے احکام کی پابندی کرنا تھا اور اس دوسرے عہد میں نماز اور زکوٰۃ اگرچہ ایسی اشیاء ہیں جن پر یہود قائم تھے لیکن ان کو اللہ تعالیٰ نے بدعہدی میں اس لیے شمار کیا ہے کہ ان کی نماز اور زکوٰۃ اللہ تعالیٰ کے حکم اور عہد کے موافق نہیں تھی اور یہی وہ عہد ہے جس کے تحت یہود عیسیٰ علیہ السلام اور آنحضرت ﷺ کی اتباع کے پابند کیے گئے تھے یہود نے اس پابندی کو ترک کر دیا جس سے وہ تورات کے بھی پابند نہ رہے حالانکہ ان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا وعدہ تھا کہ اگر تم میرے عہد کے مطابق نماز پڑھو اور زکوٰۃ ادا کرو گے اور میرے رسولوں کی اتباع اور میری رضا کے لیے اپنا مال خرچ کرو گے پھر میں تمھاری خطاؤں کو معاف کر کے تم کو جنت میں داخل کر دوں گا اور جس نے بھی اس عہد کو توڑا وہ صراط مستقیم سے ہٹ گیا اور وہ دنیا اور آخرت میں خسارہ اٹھائے گا۔

[1] صحيح مسلم كتاب الامارة باب الناس تبع لقريش والخلافة في قريش رقم: ١٨٢١، صحيح بخاری کتاب الاحكام باب رقم: ٧٢٢٢، ٧٢٢٣ (الفاظ صحیح مسلم کے ہیں)۔

[2] تفسير ابن كثير ٢/ ٤٧۔

آیت کریمہ سے اخذ ہونے والے مسائل

۱ بنی اسرائیل سے اللہ تعالیٰ کے پختہ عہد کا ذکر ہے۔

۲ بنی اسرائیل میں بارہ (۱۲) سردار مقرر کرنے کا ذکر ہے۔

۳ بنی اسرائیل کو اقامت نماز اور ادائیگی زکوۃ کا شریعت الٰہی کے مطابق حکم دیا گیا ہے۔

۴ رسولوں پر ایمان، ان کی مدد اور قرض حسنہ دینے کا وعدہ لیا گیا ہے۔

۵ شریعت کے مطابق اعمال کرنے والوں کے لیے جنت کا وعدہ اور کفر کرنے والوں کو گمراہ قرار دیا گیا ہے۔

۞۞۞

﴿فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّيْثَاقَهُمْ لَعَنّٰهُمْ وَجَعَلْنَا قُلُوْبَهُمْ قٰسِيَةً ۚ يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ ۙ وَنَسُوْا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوْا بِهٖ ۚ وَلَا تَزَالُ تَطَّلِعُ عَلٰى خَآئِنَةٍ مِّنْهُمْ اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْهُمْ ۖ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاصْفَحْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿13﴾ وَمِنَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّا نَصٰرٰٓى اَخَذْنَا مِيْثَاقَهُمْ فَنَسُوْا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوْا بِهٖ ۠ فَاَغْرَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۭ وَسَوْفَ يُنَبِّئُهُمُ اللّٰهُ بِمَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ ﴿14﴾﴾

پس ان کے پختہ عہد توڑنے کیوجہ سے ہم نے ان پر لعنت کی اور ان کے دلوں کو سخت بنا دیا وہ تورات کے الفاظ کو اپنی (اصل جگہ) سے بدلتے ہیں انھوں نے اس نصیحت کا ایک حصہ بھلا دیا ہے جوان کو کی گئی تھی آور آپ ﷺ پر ہمیشہ چند آدمیوں کے سوا دوسروں کی خیانت ظاہر ہوتی رہے گی آپ ﷺ ان سے درگزر کریں اور ان کو معاف کر دیں بے شک اللہ تعالیٰ احسان کرنے والوں کو پسند کرتے ہیں اور ان لوگوں میں سے جو نصاریٰ ہیں ان سے بھی ہم نے پختہ اقرار لیا تھا اور جو نصیحت انکو کی گئی تھی اس کا ایک حصہ وہ بھی بھلا بیٹھے (پھر اس کی سزا یہ ہوئی) کہ ہم نے ان کے درمیان قیامت تک عداوت اور بغض ڈال دیا اور عنقریب (قیامت) کے دن اللہ تعالیٰ ان کو خبر دے گا جو وہ دنیا میں کرتے رہے۔

مشکل الفاظ کے معانی

نَقْضِهِمْ مِّيْثَاقَهُمْ: عہد کو توڑنا، اوامر اور نواہی کی پرواہ نہ کرنا۔

لَعَنّٰهُمْ: ہم نے ان پر لعنت کی، ہم نے ان کو اپنی رحمت سے دور کر دیا۔

قٰسِيَةً: سخت (حق اور ایمان کو قبول نہ کرنے والے)۔

يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ: کلام کو تبدیل کرتے ہیں، اپنی اغراض فاسدہ کے لیے کلام اللہ کی تاویل کرتے ہیں۔

وَنَسُوْا: انھوں نے چھوڑ دیا۔

حَظًّا: حصہ (یعنی تورات کا ایک جزء)۔

ذُكِّرُوْا: تورات کے جس حصہ میں رسول اللہ ﷺ کی اتباع اور ان کیساتھ ایمان لانے کا حکم دیئے گئے۔

وَلَا تَزَالُ: آپ ﷺ ہمیشہ رہے (یہ رسول اللہ ﷺ کو خطاب ہے)۔

تَطَّلِعُ: اطلاع پاتے، خبر پاتے۔

خَآئِنَةٍ: خیانت، نافرمانی۔

فَاعْفُ عَنْهُمْ: آپ ﷺ ان کو معاف کریں ان کا مؤاخذہ نہ کریں۔

وَاصْفَحْ: آپ ﷺ ان سے درگزر کریں۔

اَغْرَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ: ہم نے یہود اور نصاریٰ کے درمیان یا نصاریٰ کی آپس میں دشمنی ڈال دی یعنی ہم نے ان کے درمیان اختلاف اور دشمنی کے اسباب پیدا فرمائے جن کی بناء پر یہ ایک دوسرے کے قیامت تک دشمن رہیں گے۔

التوضیح

یہود کی مسلمانوں کے ساتھ ہمیشہ سے دغا بازیاں اور فریب کاریاں رہی ہیں انھوں نے مختلف اوقات میں مختلف چالوں سے مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کی کوششیں کیں جیسا کہ انھوں نے آپ ﷺ کو گوشت کے اندر زہر دیا۔ ❶

❶ صحیح بخاری کتاب الھبة باب قبول الھدیة من المشرکین رقم: ۲۶۱۷۔

اور یہود کے بنی زریق کے ایک شخص لبید بن الاعصم نے آپ ﷺ پر کھجور کے ایک خوشہ میں جادو کیا اور اسے بئر ذروان میں لٹکا دیا تھا جس کی خبر آپ ﷺ کو نیند کی حالت میں دی گئی تھی۔ ❶

ان آیات میں بھی اللہ تعالیٰ یہود کی فریب کاریوں کا ذکر فرما رہے ہیں کہ انھوں نے موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ پختہ عہد کیا تھا وہ تورات پر عمل کریں گے اور ارض مقدس سے کنعانیوں کو نکالیں گے لیکن انھوں نے اس عہد کو توڑ دیا اور اس وجہ سے ان پر اللہ تعالیٰ کی لعنت کی گئی وہ رحمت باری تعالیٰ سے دور کر دیے گئے ان پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ذلت اور مسکینی اتاری گئی وہ غضب کے مستحق ٹھہرے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ﴿ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ﴾ ❷

اسی وجہ سے ان کے دل سخت ہو گئے انھوں نے نہ حق کو سنا اور نہ ہی قبول کیا۔

فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَعَلٰى سَمْعِهِمْ وَعَلٰى اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ﴾ ❸

اور اپنی خواہشات کے مطابق انھوں نے کلام الٰہی تورات میں ان آیات کی جو عیسیٰ علیہ السلام اور رسول اللہ ﷺ کی نبوت پر دلالت کرتی تھیں تاویل بھی کی اور تحریف بھی۔

تحریف کی اقسام

۱. **الفاظ میں تحریف**، الفاظ میں تقدیم و تاخیر اور کمی زیادتی کرنا۔

۲. **معانی میں تحریف**، لفظ کے اصل معنی چھوڑ کر بغیر کسی قرینہ کے کوئی دوسرے معنی مراد لینا۔

فرمایا کہ یہود کی اکثریت نے ان آیات پر عمل کرنا چھوڑ دیا جن میں آپ ﷺ پر ایمان لانے کا حکم دیا گیا تھا اور وہ اہل اسلام کے ساتھ خیانت کرتے رہے لیکن وہ لوگ بہت کم تھے جنھوں نے خیانت نہیں کی وہ اپنے عہد پر قائم رہے (عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ وغیرہ) پھر ان یہود سے اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو درگزر کرنے کا حکم دیا ہے کہ شاید وہ اسی وجہ سے ہدایت کو قبول کر لیں اور جو دوسروں سے بدسلوکی کے بدلے احسان کریں اللہ تعالیٰ ان کو پسند فرماتے ہیں۔

---

❶ صحیح بخاری کتاب الطب باب السحر رقم: ٥٧٦٣۔ ❷ سورۃ البقرۃ: ٦١۔ ❸ سورۃ البقرۃ: ٧۔

ملاحظہ:

حضرت قتادہ فرماتے ہیں یہود سے درگزر کرنے کا حکم جہاد والی آیت ﴿قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ﴾ ❶ سے منسوخ ہو چکا ہے۔ ❷

﴿وَمِنَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّا نَصٰرٰٓى اَخَذْنَا مِيْثَاقَهُمْ فَنَسُوْا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوْا بِهٖ ۠ فَاَغْرَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۭ وَسَوْفَ يُنَبِّئُهُمُ اللّٰهُ بِمَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ﴾

بیت المقدس کے قریب ایک گاؤں ہے جس کا نام ناصرہ ہے ابتدا میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ظہور اسی گاؤں میں ہوا اسی مناسبت سے عیسیٰ علیہ السلام کے پیروکار نصرانی کہلاتے ہیں۔ ❸

اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ نصاریٰ کی حالت بالکل یہود کی طرح تھی کیونکہ انھوں نے یہودیوں کی طرح اللہ تعالیٰ کے ساتھ اور اس کے رسولوں پر ایمان لانے کا پختہ وعدہ کیا تھا لیکن انھوں نے عہد شکنی کرتے ہوئے اس پختہ عہد کو توڑ دیا اور اللہ تعالیٰ کے اوامر اور نواہی کو بھول گئے اپنی خواہش کے تابع ہو گئے رسول اللہ ﷺ پر ایمان نہ لائے حالانکہ تورات اور انجیل میں آپ ﷺ کی آمد کی خوشخبری دی گئی تھی۔

جب نصاریٰ نے عہد شکنی کی تو پھر (اللہ تعالیٰ) نے ان کے درمیان عداوت ڈال دی جو قیامت تک رہے گی اور وہ فرقوں میں بٹ گئے جو ایک دوسرے کو کافر کہتے اور اپنے عبادت خانوں میں نہیں آنے دیتے ملکائیہ فرقہ یعقوبیہ کو اور یعقوبیہ ملکائیہ کو کافر قرار دیتے ہیں۔ ❹

قیامت کے دن اللہ تعالیٰ شر و فساد اور برے اعمال کی انکو سزا دیں گے۔

---

❶ سورۃ التوبۃ: ۲۹۔
❷ تفسیر ابن کثیر: ۲/ ۴۸
❸ احسن التفاسیر ۲/ ۴۰
❹ تفسیر ابن کثیر ۲/ ۴۸۔

آیات سے جو مسائل اخذ ہوتے ہیں

۱. احکام شرعیہ کی وفا پر ترغیب دلانی چاہیے۔
۲. جو اللہ تعالیٰ کے عہد کو توڑے وہ ملعون اور رحمت باری کا مستحق نہیں۔
۳. یہود نے تورات کے الفاظ اور معانی بدل دیئے ہیں۔
۴. خبر واحد حجت ہے۔
۵. دشمن کے احوال معلوم کرنے کے لیے جاسوس بھیجنا جائز ہے۔
۶. اقامت نماز اور ایتائے زکوٰۃ اور رسولوں پر ایمان لانا گناہوں کا کفارہ اور دخول جنت کا ذریعہ ہے۔
۷. عہد کا توڑنا حرام ہے خاص کر جب وہ عہد اللہ تعالیٰ اور اس کے بندے کے درمیان ہو۔
۸. اکثر یہود خائن ہوتے ہیں۔
۹. قدرت کے وقت معاف کر دینا یہ نیک بندوں کی خصلت ہے۔
۱۰. عیسائیوں کی حالت اسلام دشمنی میں یہودیوں سے مختلف نہیں بلکہ اسلام کے خلاف وہ ایک دوسرے کی مدد کرتے ہیں۔

۞۞۞

﴿يَاَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ كَثِيْرًا مِّمَّا كُنْتُمْ تُخْفُوْنَ
مِنَ الْكِتٰبِ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ ۬ قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّكِتٰبٌ مُّبِيْنٌ ﴿15﴾ يَّهْدِيْ بِهِ
اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهٗ سُبُلَ السَّلٰمِ وَيُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ بِاِذْنِهٖ وَيَهْدِيْهِمْ اِلٰى
صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿16﴾﴾

اے اہل کتاب! یقیناً تمھارے پاس ہمارا رسول ﷺ آ چکا ہے جو تمھارے سامنے کتاب (تورات اور انجیل) کی اکثر وہ باتیں ظاہر کرتا ہے جن کو تم چھپاتے تھے اور اکثر سے وہ درگزر کرتا ہے، تمھارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے نور اور واضح کتاب آ چکی ہے جس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو جو اس کی رضامندی چاہتے ہوں سلامتی کے راستے بتلاتا ہے اور اپنی توفیق سے اندھیروں سے نکال کر نور کی طرف لاتا ہے اور ان کی سیدھے راستے کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔

مشکل الفاظ کے معانی

اَهْلَ الْكِتٰبِ: یہودی اور عیسائی۔

جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا: تمھارے پاس ہمارے رسول ﷺ آئے۔

تُخْفُوْنَ: تم چھپاتے تھے۔

مِنَ الْكِتٰبِ: تورات اور انجیل سے۔

يَعْفُوْا: وہ درگزر کرتا ہے۔

نُوْرٌ: اسلام (روشنی۔)

كِتٰبٌ مُّبِيْنٌ: قرآن کریم (روشن کتاب۔)

آیات مبارکہ کی ماقبل سے مناسبت

پہلے اللہ تعالیٰ نے یہود اور نصاریٰ کے نقض عہد اور ان اشیا کا ذکر فرمایا ہے جن پر انھوں نے عمل کرنا چھوڑ دیا تھا اور ان آیات میں ان کو رسول اللہ ﷺ پر ایمان لانے کی طرف بلایا ہے۔

التوضیح

اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب کی برائیاں بیان کرنے کے بعد ان کو نجات کے راستے، اپنے رسول ﷺ اور دین حق کے ساتھ ایمان لانے کی طرف بلایا اور رسول اللہ ﷺ کی دو صفات بیان فرمائی ہیں۔

رسول اللہ ﷺ کی صفات

1. جن مسائل شرعیہ کو (یہود و نصاریٰ) ذلت اور رسوائی کے ڈر سے چھپاتے ہیں ان کو میرا رسول ﷺ بیان فرماتا ہے اور انہی چیزوں کو بیان کرنا آپ ﷺ کا معجزہ ہے، کیونکہ آپ ﷺ نے تورات اور انجیل کی تعلیم کسی سے حاصل نہیں کی اور نہ ہی آپ ﷺ نے ان کو پڑھا ہے اس کے باوجود بھی آپ ﷺ کا تورات اور انجیل کے صحیح مسائل بتا دینا معجزے کے سوا اور کچھ نہیں جیسا کہ یہود کا رسول اللہ ﷺ کی ان صفات کو چھپانا جو تورات اور انجیل میں بیان کی گئی تھیں تا کہ لوگ آپ ﷺ پر

ایمان نہ لائیں اور رجم کے حکم کا چھپانا۔

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ أُتِيَ بِيَهُوْدِيٍّ وَيَهُوْدِيَّةٍ قَدْزَنَيَا فَانْطَلَقَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ حَتّٰى جَاءَ يَهُوْدَ فَقَالَ مَاتَجِدُوْنَ فِي التَّوْرَاةِ عَلٰى مَنْ زَنَا قَالُوْا نُسَوِّدُ وُجُوْهَهُمَا وَنَحْمِلُهُمَا وَنُخَالِفُ بَيْنَ وُجُوْهِهِمَا وَيُطَافُ بِهِمَا قَالَ فَأْتُوْا بِالتَّوْرَاةِ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِيْنَ فَجَاؤُوْا بِهَا فَقَرَأُوْهَا حَتّٰى إِذَا مَرَّ بِآيَةِ الرَّجْمِ وَضَعَ الْفَتَى الَّذِيْ يَقْرَأُ يَدَهُ عَلٰى آيَةِ الرَّجْمِ وَقَرَأَ مَابَيْنَ يَدَيْهَا وَمَا وَرَآئِهَا فَقَالَ لَهُ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ سَلَّامٍ وَهُوَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَلْيَرْفَعْ يَدَهُ فَرَفَعَهَا فَإِذَا تَحْتَهَا آيَةُ الرَّجْمِ فَأَمَرَ بِهِمَا رَسُوْلُ اللّٰهِ فَرُجِمَا قَالَ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ عُمَرَ كُنْتُ فِيْمَنْ رَجَمَهُمَا فَلَقَدْ رَأَيْتُهُ يَقِيْهَا مِنَ الْحِجَارَةِ بِنَفْسِهِ ❶

رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک یہودی مرد اور عورت لائے گئے ان دونوں نے زنا کیا تھا (اور وہ دونوں شادی شدہ تھے) آپ ﷺ یہودیوں کے پاس گئے اور ان سے دریافت فرمایا کہ تم زانی کے لیے تورات میں کیا حکم پاتے ہو؟ انھوں نے جواب دیا کہ ہم ان کے چہرے سیاہ کرتے اور ان کو گدھے پر مخالف سمت میں سوار کر کے گھماتے ہیں، آپ ﷺ نے ان کو فرمایا: اگر تم اپنے دعویٰ میں سچے ہو تو تورات لاؤ، جب وہ تورات لائے تو ایک آدمی نے (متعلقہ) مقام سے تورات پڑھنی شروع کی اور رجم والی آیت کو اپنے ہاتھ کے نیچے چھپا لیا اس آیت کے پہلے اور بعد والی آیات تلاوت کیں، عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے پاس تشریف فرما تھے انہوں نے آپ ﷺ سے عرض کی کہ یا رسول اللہ ﷺ اس یہودی کو ہاتھ اٹھانے کا حکم دیا جائے جب اس نے ہاتھ اٹھایا تو رجم والی آیت اس کے ہاتھ کے نیچے تھی پھر آپ ﷺ نے ان دونوں کو رجم کرنے کا حکم فرمایا عبداللہ بن عمر فرماتے ہیں کہ میں بھی رجم کرنے والوں میں تھا میں نے اس مرد کو دیکھا وہ اپنے جسم سے عورت کو بچانے کی کوشش کرتا تھا۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔ ''مَنْ كَفَرَ بِالرَّجْمِ فَقَدْ كَفَرَ بِالْقُرْآنِ.'' ❷

''جس نے رجم کا انکار کیا اس نے قرآن کریم کا انکار کیا۔''

---

❶ صحیح بخاری کتاب الحدود باب احکام اهل الذمة و احصانهم اذا زنوا رقم: ٦٨٤١، صحیح مسلم کتاب الحدود باب حد الزنا (یہ الفاظ مسلم کے ہیں)

❷ مستدرك حاكم ٣٩/٤ باب من كفر بالرجم۔

﴿يَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ﴾

اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کی دوسری صفت یہ بیان فرمائی ہے کہ جن مسائل دینیہ میں یہود ونصاریٰ نے تحریف اور خیانت کی اور ان کے اظہار میں اسلام نے کوئی فائدہ نہیں سمجھا آپ ﷺ نے ان کو بیان نہیں کیا تاکہ ان (یہود ونصاریٰ) کی رسوائی نہ ہو اور وہ متاثر ہو کر اسلام کے قریب آ جائیں۔

﴿قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتٰبٌ مُّبِيْنٌ﴾

پھر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں نے تمھاری طرف اسلام اور ایسی واضح احکام بیان کرنے والی کتاب بھیجی ہے جس کی لوگوں کو ہدایت کے لیے ضرورت تھی۔

﴿يَّهْدِيْ بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهٗ سُبُلَ السَّلٰمِ وَ يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ بِاِذْنِهٖ﴾

جس شخص کا مطلوب اللہ تعالیٰ کی رضا اور دین حق کی اتباع ہو یہ کتاب اس کے لیے راہ ہدایت ہے اور ان لوگوں کو گمراہی کے راستہ سے نکال کر سلامتی کے راستے کی طرف لے جاتی ہے مگر جن لوگوں نے نظر واستدلال کو چھوڑ کر بزرگوں کی تقلید کو اپنا دین بنا لیا وہ اس کی ہدایت سے بہرہ ور نہیں ہو سکتے۔

یہ کتاب مومنوں کو کفر وشرک کے اندھیروں سے نکال کر خالص توحید کے نور کی طرف لے جاتی ہے۔

﴿وَيَهْدِيْهِمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ﴾

اور قرآن کریم لوگوں کو ایسے راستے کی طرف لے جاتا ہے جس میں دنیا اور آخرت کی بھلائی ہوتی ہے بشرطیکہ لوگ قرآن کریم کی نصیحت کو مان لیں۔

جیسا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے۔

((إِنَّمَا مَثَلِيْ وَمَثَلُ النَّاسِ كَمَثَلِ رَجُلٍ اسْتَوْقَدَ نَارًا فَلَمَّا أَضَآءَتْ مَاحَوْلَهٗ وَجَعَلَ الْفَرَاشُ وَهٰذِهِ الدَّوَآبُّ الَّتِي تَقَعُ فِي النَّارِ يَقَعْنَ فِيْهَا وَجَعَلَ الرَّجُلُ يَزَعُهُنَّ وَيَغْلِبْنَهٗ فَيَقْتَحِمْنَ فِيْهَا فَأَنَا اٰخُذُ بِحُجَزِكُمْ عَنِ النَّارِ وَاَنْتُمْ تَقْحَمُوْنَ فِيْهَا.)) [1]

[1] صحيح بخاری كتاب الرقاق باب الانتهاء عن المعاصی رقم: ٦٤٨٣

کہ میں لوگوں کو آگ سے بچانے کی کوشش کرتا ہوں لیکن لوگ آگ میں اس طرح گرنے کی کوشش کرتے ہیں جس طرح کیڑے وغیرہ آگ (روشنی) میں گرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

آیات سے اخذ ہونیوالے مسائل

۱ قرآن مجید پہلی کتابوں کی تحریف شدہ باتوں کو واضح کرنے والا ہے۔

۲ نبی مکرم ﷺ نے بھی یہود و نصاریٰ کے چھپائے ہوئے مسائل شرعیہ کو بیان کیا اور یہ آپ ﷺ کا معجزہ ہے۔

۳ شادی شدہ مرد یا شادی شدہ عورت اگر زنا کرلیں تو ان کی سزا اسلام اور تورات میں رجم کرنا ہے۔

۴ اہل کتاب پر بھی اسلام میں حد لگانا جائز ہے۔

۵ رجم کا انکار کرنیوالا قرآن کا انکار کرتا ہے۔

۶ اگرچہ یہود و نصاریٰ نے بہت ساری باتیں تحریف کیں لیکن قرآن بے مقصد باتوں کو بیان نہیں کرتا۔

۷ قرآن مجید لوگوں کو گمراہی سے نکال کر ہدایت کی طرف لاتا ہے۔

۸ نبی اکرم ﷺ لوگوں کو جہنم سے بچانے کے لیے بہت کوشش کرتے تھے۔

❁❁❁

﴿لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ ۭ قُلْ فَمَنْ يَّمْلِكُ مِنَ اللّٰهِ شَيْـــًٔا اِنْ اَرَادَ اَنْ يُّهْلِكَ الْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَاُمَّهٗ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا ۭ وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۭ يَخْلُقُ مَا يَشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿17﴾﴾

وہ لوگ جنہوں نے عیسیٰ بن مریم کو اللہ کہا وہ کافر ہوئے، اے نبی ﷺ! آپ فرما دیں کہ اگر اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور اس کی ماں مریم علیہا السلام اور جو کچھ زمین میں ہے (ان سب کو) ہلاک کرنا چاہے کون اسے روک سکتا ہے، آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے اس کی بادشاہی ہے وہ جو چاہے پیدا کرتا ہے اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔

مشکل الفاظ کے معانی

كَفَرَ: انکار کیا۔

الْمَسِيحُ: یہ عیسٰی علیہ السلام کا لقب ہے۔

مَرْيَمَ: یہ عمران کی بیٹی اور عیسٰی علیہ السلام کی والدہ تھیں۔

يُهْلِكَ: وہ مار دے یا ہلاک کر دے۔

قَدِيرٌ: ہر چیز کو نئے سرے سے بنانے اور اس کو ختم کرنے پر قادر ہے۔

ماقبل سے مناسبت

اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب پر عام حجت قائم کر کے ان کا حق سے اعراض کرنا اور اسلام کے ساتھ ایمان نہ لانا واضح کرنے کے بعد پھر نصاریٰ کا کفر خاص کر بیان فرمایا ہے۔

التوضیح

﴿لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ﴾

نصاریٰ کے گروہ: عیسائیوں کے مندرجہ ذیل تین فرقے بن گئے تھے۔ [1]

۱: فسطوریہ: یہ حضرت عیسٰی علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا کہتے تھے۔

۲: ملکائیہ: یہ حضرت عیسٰی علیہ السلام کو تین خداؤں میں سے ایک مانتے تھے۔

۳: یعقوبیہ: یہ حضرت عیسٰی علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ متحد مانتے تھے۔

عیسائیوں کے اور بھی چند فرقے تھے ان میں سے فرقہ یعقوبیہ حضرت عیسٰی علیہ السلام کی الوہیت کا قائل تھا پھر یہ مذہب نصاریٰ کے تین معروف گروہوں میں منقسم ہو گیا۔

۱۔ کیتھولک۔ ۲۔ ارتھوڈکس۔ ۳۔ پروٹسٹنٹ۔

---

[1] معارف القرآن ج ۱ ص ۸٤۔

آخر الذکر مذہب تقریباً چار صدیوں سے مارتن لوثر نامی راہب کے ہاتھوں امریکہ، برطانیہ اور جرمن میں بہت زیادہ پھیلا ہے۔ ❶

لیکن عیسائیوں کے تمام فرقے عیسیٰ علیہ السلام کے الٰہ ہونے کے قائل تھے اور یہ عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کو اپنا نجات دہندہ سمجھتے جیسا کہ یعقوبیہ کہا کرتے تھے کہ آدم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی بنا پر جنت سے نکالے گئے اس نافرمانی کا اثر اولاد آدم پر بھی ہوا اور اس میں نافرمانی کی جرأت پیدا ہوگئی جس سے آدم کی اولاد ہمیشہ جہنم کی حقدار ٹھہری پھر اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق پر ترس کھاتے ہوئے آسمان سے عیسیٰ علیہ السلام کی شکل میں دنیا پر آئے اور بنی آدم کے گناہوں کے بدلے بطور کفارہ سولی پر چڑھ گئے۔ ❷

﴿قُلْ فَمَنْ يَّمْلِكُ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا اِنْ اَرَادَ اَنْ يُّهْلِكَ الْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَاُمَّهٗ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا﴾

یہاں اللہ تعالیٰ ان کے اس عقیدہ باطلہ کی تردید کر رہے ہیں اگر اللہ تعالیٰ عیسیٰ اور ان کی ماں مریم علیہم السلام اور تمام مخلوق کو ہلاک کرنا چاہے تو اس کائنات میں کوئی ایسی ذات نہیں جو اسے اس فعل سے روک سکے بلکہ اللہ تعالیٰ تمام مخلوق کو نیست و نابود کرنے کی قدرت رکھتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کی تقدیر اور اس کے حکم کو کوئی چیز نہیں روک سکتی اور ہر چیز اس کی مشیت کے تابع ہے، جب ہر چیز اللہ تعالیٰ کے تابع ہے تو پھر اس کو کفارہ کی ایسی صورت نکالنے کی کیا ضرورت تھی اگر وہ چاہتا تو بغیر کسی کفارہ کے لوگوں کے تمام گناہ معاف کر دیتا کیونکہ وہ تو قادر مطلق ہے جس طرح چاہے زمین و آسمان میں تصرفات کرتا ہے اور کوئی چیز اس کے آگے دم نہیں مار سکتی۔

عیسیٰ علیہ السلام کا عاجز ہونا

جب عیسیٰ علیہ السلام اپنے آپ کو اور اپنی ماں (مریم علیہا السلام) کو ہلاکت سے نہیں بچا سکتے تو پھر یہ لوگوں کے الٰہ اور خالق کس طرح ہوں گے؟

﴿وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾

---

❶ تفسیر المنیر ج ٦ ص ١٣٧

❷ احسن التفاسیر ج٢ ص٤٢

یہاں اللہ تعالیٰ اپنی قدرت بیان فرما رہے ہیں کہ میں جس طرح چاہوں اپنی حکمت اور ارادہ کے مطابق عدم سے اشیاء پیدا کروں اس میں کسی کا کوئی اختیار نہیں جس کو چاہوں بغیر باپ اور ماں کے مٹی سے پیدا کر دوں جس طرح آدم علیہ السلام کو پیدا کیا کسی کو بغیر ماں کے پیدا کر دوں جیسے (حوا) اگر چاہوں تو کسی کو بغیر باپ کے پیدا کر دوں جیسے عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔

دراصل یہاں بھی اللہ تعالیٰ نصاریٰ کے عقیدہ باطلہ (عیسیٰ علیہ السلام الٰہ ہیں اور ان کی طبیعت بشری ہے) کا رد فرما رہے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام کا بغیر باپ کے پیدا ہو جانا یہ اس کی الوہیت پر دلالت نہیں کرتا بلکہ یہ تو اللہ تعالیٰ کے قادر مطلق ہونے کی دلیل ہے کہ جو خالق آدم علیہ السلام کو بغیر باپ اور ماں کے پیدا کر سکتا ہے وہ عیسیٰ علیہ السلام کو صرف ماں سے پیدا کرنے پر قادر ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بدون باپ پیدائش کا وہی شخص انکار کر سکتا ہے جو قدرت الٰہی کا انکاری ہو ایسے آدمی کو اللہ تعالیٰ نے قسم اٹھا کر کافر قرار دیا ہے، پھر آخر میں اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کا بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے میں ہر چیز پر قادر ہوں میں نے جس طرح عیسیٰ علیہ السلام کو بغیر باپ کے پیدا فرمایا ہے اس طرح اپنی قدرت مطلقہ سے اس کو معجزات سے بھی نوازا جو اس کی نبوت کی صداقت پر دلیل ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے حکم اور مشیت سے اس کے انبیاء کے ہاتھوں پر سرزد ہوتے ہیں۔

آیت سے اخذ ہونے والے مسائل

۱. عیسیٰ علیہ السلام کو الٰہ کہنے والے یقیناً کافر ہیں۔

۲. عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ کا خالق اللہ تعالیٰ ہے۔

۳. اگر اللہ پوری دنیا کو ہلاک کرنا چاہے تو وہ اس پر قادر ہے۔

۴. الٰہ کبھی پیدا ہونے کا محتاج نہیں ہوتا۔

۵ اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو پیدا کرنا اپنی قدرت کاملہ اور نشانی بتایا ہے۔

﴿وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ وَالنَّصٰرٰى نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰهِ وَاَحِبَّآؤُهٗ ۭ قُلْ فَلِمَ يُعَذِّبُكُمْ بِذُنُوْبِكُمْ ۭ بَلْ اَنْتُمْ بَشَرٌ مِّمَّنْ خَلَقَ ۭ يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَاۗءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۡ وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ﴿18﴾﴾

یہود اور نصاریٰ کہتے ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ کے بیٹے اور اس کے پیارے ہیں آپ ﷺ ان سے فرما دیں پھر وہ (اللہ تعالیٰ) تمھارے گناہوں کے سبب تم کو کیوں عذاب کرتا ہے بلکہ تم بھی اس کی مخلوق سے ایک انسان ہو جس کو چاہے وہ معاف کرے جس کو چاہے وہ عذاب کرے زمین و آسمان اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے اس میں اللہ تعالیٰ کی ہی بادشاہی ہے اور اسی طرف (ہم سب کا لوٹنا ہے۔)

مشکل الفاظ کے معانی

اَبْنٰٓؤُا اللّٰهِ: اللہ تعالیٰ کے بیٹے۔

اَحِبَّآؤُهٗ: یہ حبیب کی جمع ہے، دوست۔

اَلْمَصِيْرُ: لوٹنے کی جگہ (ٹھکانا)۔

شانِ نزول

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ ﷛ قَالَ أَتٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ ابْنُ اُبَيٍّ وَنُعْمَانُ بْنُ قُصَيٍّ وَبَحْرِيُّ بْنُ عَمْرٍو وَشَاسُ بْنُ عَدِيٍّ مِّنَ الْيَهُوْدِ فَكَلَّمُوْهُ وَكَلَّمَهُمْ وَدَعَاهُمْ إِلَى اللّٰهِ وَحَذَّرَهُمْ نِقْمَتَهٗ فَقَالُوْا: مَاتُخَوِّفُنَا يَا مُحَمَّدُ ﷺ نَحْنُ وَاللّٰهِ أَبْنَاءُ اللّٰهِ وَأَحِبَّاؤُهٗ كَقَوْلِ النَّصَارٰى فَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ فِيْهِمْ ﴿وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ وَالنَّصٰرٰى نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰهِ وَاَحِبَّآؤُهٗ﴾ [1]

ابن عباس ﷛ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس یہود سے ابن ابی اور نعمان بن قصی و بحری بن عمرو اور شاس بن عدی آئے اور انھوں نے رسول اللہ ﷺ سے بات کی اور آپ ﷺ نے بھی ان سے بات کی ان کو اسلام کی طرف بلایا اور اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرایا تو وہ کہنے لگے اے محمد! ﷺ آپ ہمیں کس چیز سے ڈرانا چاہتے ہیں ہم تو اللہ تعالیٰ کے بیٹے

[1] تفسیر الطبری ۱۰۵/۶ وتفسیر قرطبی ۱۲۰/۶۔

اور اس کے محبوب ہیں اور یہی بات عیسائی کہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

التوضیح

﴿وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ وَالنَّصٰرٰى نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰهِ وَاَحِبَّآؤُهٗ﴾

اللہ تعالیٰ نے عیسائیوں کی تردید کرنے کے بعد اب یہودیوں اور عیسائیوں کا مشترکہ رد کیا ہے انھوں نے خالق کائنات کے ذمہ جھوٹ لگایا تھا کہ ہم اللہ تعالیٰ کے بیٹے اور اس کے محبوب ہیں کیونکہ ہم اللہ تعالیٰ کے محبوب فرزندوں کی اولاد ہیں جن کو اس نے نبوت سے نوازا تھا جیسا کہ یہود کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اسرائیل کو فرمایا تھا کہ ''اَنْتَ اِبْنِىْ بَكْرِىْ'' اور اسی طرح نصاریٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے نقل کرتے تھے ''اِنِّىْ ذَاهِبٌ اِلٰى اَبِىْ وَاَبِيْكُمْ'' کہ میں اپنے اور تمھارے باپ کی طرف جانے والا ہوں۔ ❶

اللہ تعالیٰ ان کی تردید ان الفاظ میں کر رہے ہیں۔

﴿قُلْ فَلِمَ يُعَذِّبُكُمْ بِذُنُوْبِكُمْ ؕ بَلْ اَنْتُمْ بَشَرٌ مِّمَّنْ خَلَقَ ؕ يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ﴾

تم بھی اللہ تعالیٰ کی پیدا کردہ عام مخلوق کی طرح ہو اور تمھیں بھی اس کی طرح تمھارے گناہوں کی دنیا میں سزا مل رہی ہے اور تم میں سے بہت سے لوگوں کو سؤر اور بندر بنا دیا گیا تمھاری بادشاہت کو نیست و نابود کر دیا ہے دن بدن تم پر ذلت اور خواری مسلط ہو رہی ہے۔

تم کو یہ کس طرح معلوم ہو گیا کہ تمھیں آخرت میں صرف چالیس دن عذاب ہو گا پھر اس مدت میں آگ تم کو گناہوں سے پاک کر دے گی اور ایک فرشتہ منادی کرے گا کہ اسرائیل کی اولاد سے جو بھی مختون شدہ ہیں وہ نکل آئیں۔ ❷

نصاریٰ کے اس قول کی طرف اللہ تعالیٰ نے ان الفاظ میں اشارہ کیا ہے۔

﴿وَقَالُوْا لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّآ اَيَّامًا مَّعْدُوْدَةً﴾ ❸

بلکہ وہاں تو کوئی دنیاوی رشتہ کسی کے کام نہیں آئے گا اور وہاں کسی کو عذاب کا ہونا یا عذاب کا نہ ہونا یہ اللہ تعالیٰ کی مرضی پر منحصر ہو گا۔

---

❶ تفسیر ابن کثیر ۲/۴۹۔ ❷ تفسیر ابن کثیر ۲/۴۹۔ ❸ سورۃ البقرہ: ۸۰۔

﴿وَ لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۚ وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ﴾

اللہ تعالیٰ اہل کتاب کا رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ زمین وآسمان اور ہر وہ چیز جو ان کے درمیان ہے اس کے مالک اور قادر ہیں اور جن کو تم الٰہ یا الٰہ کی اولاد تصور کرتے ہو ان کے ہلاک کرنے پر قادر ہے اور سب کچھ اس کے حکم کے تلے ہے وہ ظالم نہیں عادل ہے اور وہ ہی اپنے بندوں کے فیصلے کرے گا اور اچھے اعمال کرنے والوں کو اجر اور بدی کا ارتکاب کرنے والوں کو سزا دے گا۔

آیت سے جو مسائل اخذ ہوتے ہیں

۱۔ اللہ کی طرف نقائص کی نسبت کرنا کفر صریح ہے۔

۲۔ مخالفین کے دعویٰ کی تردید نقلی دلائل کے ساتھ ساتھ عقلی دلائل سے کی جا سکتی ہے جس طرح اللہ تعالیٰ نے عقلی دلیل سے یہود ونصاریٰ کے دعویٰ کو باطل قرار دیا۔

۳۔ اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہیں وہ جس طرح چاہیں مخلوق میں تصرف کر سکتے ہیں۔

۴۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں صرف اعمال صالحہ کی قدر ہے۔

❀❀❀

﴿يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ عَلٰى فَتْرَةٍ مِّنَ الرُّسُلِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا جَآءَنَا مِنْۢ بَشِيْرٍ وَّلَا نَذِيْرٍ ۫ فَقَدْ جَآءَكُمْ بَشِيْرٌ وَّنَذِيْرٌ ۗ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱۹﴾﴾

''اے اہل کتاب! تمھارے پاس ہمارا رسول (محمد ﷺ) اس وقت آیا جب رسولوں کا سلسلہ منقطع ہو چکا تھا وہ تم کو دین کی باتیں بیان کرتا ہے تاکہ تم یہ نہ کہہ سکو کہ ہمارے پاس کوئی خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا نہیں آیا، پس تحقیق تمھارے پاس خوشخبری دینے اور ڈرانے والا آ چکا ہے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔''

مشکل الفاظ کے معانی

فَتْرَةٍ: اللہ تعالیٰ کی طرف سے رسول نہ آنے کی وجہ سے وحی کے منقطع ہونے کا زمانہ۔

بَشِيْرٌ: خیر کی بشارت یا خوشخبری دینے والا۔

نَذِيْرٌ: شر سے ڈرانے والا۔

شانِ نزول

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ دَعَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَهُوْدَ إِلَى الإِسْلَامِ فَرَغَّبَهُمْ فِيْهِ وَحَذَّرَهُمْ فَأَبَوْا عَلَيْهِ فَقَالَ لَهُمْ مَعَاذُبْنُ جَبَلٍ وَسَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ وَعُقْبَةُ بْنُ وَهْبٍ يَامَعْشَرَ يَهُوْدَ إِتَّقُوْا اللّٰهَ فَوَ اللّٰهِ لَتَعْلَمُنَّ أَنَّهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ لَقَدْ كُنْتُمْ تَذْكُرُوْنَهُ لَنَا قَبْلَ مَبْعَثِهِ وَتَصِفُوْنَهُ لَنَا بِصِفَتِهِ فَقَالَ رَافِعُ بْنُ حُرَيْمَةَ وَ وَهْبُ بْنُ يَهُوْدَ إِنَّا مَا قُلْنَا لَكُمْ هٰذَا وَمَا أَنْزَلَ مِنْ كِتَابٍ مِنْ بَعْدِ مُوْسٰى وَلَا أَرْسَلَ اللّٰهُ بَشِيْرًا وَلَا نَذِيْرًا بَعْدَهُ فَأَنْزَلَ اللّٰهُ [1]

ابن عباسؓ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے یہودیوں کو ایک دن اسلام لانے کی رغبت دلائی اوران کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرایا یہودیوں نے اسلام لانے سے انکار کیا، پھر حضرت معاذ بن جبلؓ اور سعد بن عبادۃؓ عقبہ بن وہب ؓ نے ان (یہود) سے کہا تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو بلاشبہ تم جانتے ہو کہ یہ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اوران کی نبوت کے متعلق تم خود ہی ہمیں خبریں دیا کرتے تھے اوراوصاف بیان کیا کرتے تھے یہ سن کر رافع بن حریمہ اور وہب بن یہود نے کہا ہم نے تم سے کبھی (اس نبی ﷺ) کا تذکرہ نہیں کیا بلکہ ہم تو کہتے ہیں موسیٰؑ کے بعد اللہ تعالیٰ نے کوئی نبی نہیں بھیجا اور نہ ہی تورات کے بعد کوئی کتاب نازل ہوئی ہے، پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی تکذیب میں یہ آیت نازل فرمائی۔

[1] تفسیر الطبری رواہ ابن جریر ٦/ ١٠٧ ۔

التوضیح

﴿يَاَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ عَلٰى فَتْرَةٍ مِّنَ الرُّسُلِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا جَآءَنَا مِنْ بَشِيْرٍ وَّلَا نَذِيْرٍ﴾

اللہ تعالیٰ یہود ونصاریٰ کو مخاطب کر کے فرما رہے ہیں میں نے تمھاری طرف اپنا رسول خاتم الانبیاء بنا کر بھیجا ہے جس کے بعد کوئی نبی اور رسول نہیں آئے گا اور یہ وہ رسول ہے جس کی بشارت تمھاری کتب، تمھارے انبیاء کی زبان پر دی گئی تھی آپ ﷺ کی بعثت اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے درمیان چھ سو سال کا فاصلہ ہے، بعض نے چھ سو بیس سال بتلائے ہیں لیکن درست پہلی بات ہے۔ ❶

شمسی وقمری سال کے بارے اقوال

پہلا قول (چھ سو برس) یہ شمسی حساب سے ہے اور دوسرا قول (چھ سو بیس برس) یہ قمری حساب سے ہوگا کیونکہ ہر تین سو سال بعد تقریباً آٹھ برس کا فرق پڑتا ہے۔ ❷

عیسیٰ علیہ السلام اور آپ ﷺ کے درمیان کوئی نبی نہیں آیا

بعض مفسرین کا خیال ہے کہ آپ ﷺ کے اور عیسیٰ علیہ السلام کے درمیان خالد بن سنان نبی ہوئے ہیں اور بعض نے چار انبیاء کا ذکر کیا ہے لیکن صحیح اور راجح بات یہی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور آپ ﷺ کے درمیان کوئی نبی نہیں آیا جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ ((اَنَا اَوْلَى النَّاسِ بِابْنِ مَرْيَمَ وَالْاَنْبِيَاءُ اَوْلَادُ عَلَّاتٍ لَيْسَ بَيْنِيْ وَبَيْنَهٗ نَبِيٌّ)) ❸

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے۔ ''لوگوں میں سے میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زیادہ قریب ہوں اور انبیاء آپس میں علاتی بھائی (جن کا باپ ایک ہو اور مائیں مختلف) ہوتے ہیں

❶ صحیح بخاری کتاب مناقب الانصار باب ایمان سلمان الفارسی رضی اللہ عنہ رقم: ٣٩٤٨ ❷ تفسیر ابن کثیر ٥٠/٢

❸ صحیح بخاری کتاب احادیث الانبیاء باب واذکر فی الکتاب مریم ...رقم: ٣٤٤٢

میرے درمیان اور عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کے درمیان کوئی نبی نہیں آیا۔"

رسول اللہ ﷺ دنیا میں اس وقت تشریف لائے جب رسولوں کی تعلیم مٹ چکی تھی اور دنیا توحید کو بھلا چکی تھی۔ جگہ جگہ بت پرستی ہو رہی تھی اللہ تعالیٰ کا دین تبدیل اور کفر کی تاریکی نورِ دین پر چھا چکی تھی جہالت کا دور دورہ تھا عدل وانصاف ختم ہو چکا تھا، ان حالات میں خالق کائنات نے ہادی کائنات ﷺ کو اس دنیا کی رہنمائی کے لیے بھیجا اور آپ ﷺ پر وقتاً فوقتاً اصلاح حال کے لیے قرآنی آیات کا نزول فرمایا، تاکہ لوگوں کو کسی قسم کے عذر کا موقعہ نہ مل سکے کہ پہلی نبوت کا زمانہ دور ہونے کی بنا پر دین الٰہی اپنی اصل شکل وصورت پر نہیں رہا تھا اس لیے ہم گمراہ ہو گئے اور ہدایت حاصل نہ کر سکے اس چیز کو اللہ تعالیٰ یہاں بیان فرما رہے ہیں۔

﴿ فَقَدْ جَآءَكُمْ بَشِيْرٌ وَّنَذِيْرٌ ﴾

میں نے تمھاری طرف اپنا رسول بھیجا اور اس رسول کے اوصاف تورات میں بھی بیان کیے گئے تاکہ تم اس کی اتباع کر کے راہ ہدایت حاصل کر سکو۔

عَنْ عَطَآءِ بْنِ يَسَارٍ لَقِيْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قُلْتُ أَخْبِرْنِيْ عَنْ صِفَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فِي التَّوْرَاةِ قَالَ أَجَلْ وَاللّٰهِ أَنَّهُ لَمَوْصُوْفٌ فِي التَّوْرَاةِ بِبَعْضِ صِفَتِهِ فِي الْقُرْآنِ يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيْرًا وَحِرْزًا لِلْأُمِّيِّيْنَ أَنْتَ عَبْدِيْ وَرَسُوْلِيْ سَمَّيْتُكَ الْمُتَوَكِّلَ لَيْسَ بِفَظٍّ وَلَا غَلِيْظٍ وَلَا صَخَّابٍ فِي الْأَسْوَاقِ وَلَا يَدْفَعُ بِالسَّيِّئَةِ وَلٰكِنْ يَعْفُوْ وَيَغْفِرُ وَلَنْ يَقْبِضَهُ اللّٰهُ حَتّٰى يُقِيْمَ بِهِ الْمِلَّةَ الْعَوْجَاءَ بِأَنْ يَقُوْلُوْا لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ ❶

حضرت عطاء بن یسار فرماتے ہیں کہ میں نے عبداللہ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ ﷺ کی ان صفات کے متعلق دریافت کیا جو تورات میں پائی جاتی ہیں تو انہوں نے آپ ﷺ کی کچھ صفات بتلائیں جو کہ یہ ہیں شاہد، مبشر اور نذیر بلند اور اعلیٰ اخلاق کا مالک ہونا، بات کا نرمی اور خوش اسلوبی سے کرنا اور برائی کا بدلہ برائی سے نہ دینا درگزر اور معاف کر دینا اور بازار میں اونچی آواز سے نہ بولنا، آپ ﷺ اس وقت تک فوت نہ ہوں گے جب تک یہ گمراہ امت راہ راست کو قبول نہ کر لے اور "لا الہ الا اللہ" کا اقرار نہ کر لے وغیرہ۔

❶ صحیح بخاری کتاب البیوع باب کراهیة السخب فی السوق رقم: ٢١٢٥

﴿ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴾

اس کا معنی اور مفہوم یہ ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کے بعد کسی نبی کو پیدا کرنے اور تورات کے بعد کسی کتاب کو نازل کرنے پر اللہ تعالیٰ قادر ہیں بلکہ اصل تورات میں تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت محمد رسول اللہ ﷺ، انجیل اور قرآن مجید کی پیشین گوئی موجود تھی مگر ان لوگوں نے اپنی ذاتی اغراض اور عداوت کی بنا پر تورات کی ان آیات کو بدل ڈالا تھا جن کی سزا انہیں قیامت تک ملتی رہے گی۔

آیت سے جو مسائل اخذ ہوتے ہیں

١. رسول اللہ ﷺ کی بعثت کا مقصد ابدی کامیابی اور سعادت کے راستوں کا بیان کرنا ہے۔

٢. دنیاوی اور اخروی کامیابی آپ ﷺ کی اطاعت میں ہے۔

٣. آپ ﷺ کی نافرمانی ہلاکت کا باعث بنتی ہے۔

٤. آخری نبی اور قرآن مجید کے نزول کے بعد اللہ تعالیٰ کے ہاں کوئی عذر قبول نہیں ہوگا۔

٥. آپ ﷺ کی صفات تورات میں بھی بیان کی گئی تھیں۔

٦. آپ ﷺ کے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے درمیان کوئی نبی نہیں آیا۔

❁❁❁

﴿وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ جَعَلَ فِيْكُمْ اَنْۢبِيَآءَ وَجَعَلَكُمْ مُّلُوْكًا ۖ وَّاٰتٰىكُمْ مَّا لَمْ يُؤْتِ اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ ﴿20﴾ يٰقَوْمِ ادْخُلُوا الْاَرْضَ الْمُقَدَّسَةَ الَّتِيْ كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ وَلَا تَرْتَدُّوْا عَلٰٓى اَدْبَارِكُمْ فَتَنْقَلِبُوْا خٰسِرِيْنَ ﴿21﴾﴾

جب موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم (بنی اسرائیل) سے کہا اے میری قوم جو احسان اللہ تعالیٰ نے تم پر کیا ہے اسے یاد کرو اس نے تم میں کئی نبی پیدا کیے اور تم کو (غلامی سے) بادشاہ بنایا اور تم کو وہ دیا جو دنیا جہاں میں کسی کو نہیں دیا، اے میری قوم تم ارض مقدس (ملک شام یا بیت المقدس) میں داخل ہو جاؤ جو اللہ تعالیٰ نے تمھارے لیے لکھ دی ہے (وہاں کی حکومت تمھاری قسمت میں رکھی ہے) اور پیٹھ موڑ کر مت پھرو الٹے تم نقصان میں آجاؤ گے۔

مشکل الفاظ کے معانی

نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ: النعمة اسم جنس ہے یہ واحد اور جمع وغیرہ پر بولا جاتا ہے اللہ تعالیٰ کے وہ انعامات جو بنی اسرائیل پر کیے گئے تھے ان میں سے ان کو فرعون اور اس کی جماعت سے نجات دلانا ہے۔

اِذْ جَعَلَ فِيْكُمْ اَنْۢبِيَآءَ: جب اس نے تم میں سے انبیاء بھیجے ان میں سے موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام ہیں۔

وَجَعَلَكُمْ مُّلُوْكًا: جب اس (اللہ تعالیٰ) نے تم کو بادشاہ بنا دیا یا تم کو فرعون اور اس کی قوم سے آزادی دی۔

لَمْ يُؤْتِ: نہیں دیا گیا۔

الْعٰلَمِيْنَ: جہان، یہ جمع ہے "عَالَمٌ" کی۔

اُدْخُلُوْا: تم داخل ہو جاؤ۔

الْاَرْضَ الْمُقَدَّسَةَ: وہ پاکیزہ زمین جس سے کفار کو نکالنے کے بعد تم پر اللہ تعالیٰ نے وہاں داخل ہونا اور قیام کرنا فرض کیا ہے۔

وَلَا تَرْتَدُّوْا عَلٰٓى اَدْبَارِكُمْ: تم شکست کھا کر پیٹھ مت پھیرو۔

ماقبل سے مناسبت

موسیٰ علیہ السلام اور رسول اللہ ﷺ کی نبوت پر دلائل قائم کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے یہود کے دو موقف ذکر کیے ہیں جو ان کے عناد اور بغض پر دلالت کرتے ہیں۔

۱. اللہ تعالیٰ نے ان کو بہت سی نعمتوں سے نوازا اور انھوں نے کفران نعمت کیا۔

۲. ان (یہود) کا موسیٰ علیہ السلام کے احکامات کی خلاف ورزی کرنا جیسا کہ انھوں نے فلسطین میں داخل ہونے پر قوم عمالقہ کے ساتھ لڑنے سے انکار کر دیا تھا۔ تاکہ رسول اللہ ﷺ یہ جان لیں کہ بدعہدی یہود میں کوئی نئی چیز نہیں اور آپ ﷺ ان کے ایسے افعال سے بددل اور مایوس نہ ہو جائیں۔

التوضیح

ان آیات میں اللہ تعالیٰ اپنے پیارے آخرالزماں نبی ﷺ کو حکم فرمار ہے ہیں کہ آپ بنی اسرائیل اور دوسرے تمام لوگوں کو جن تک آپ کی دعوت پہنچی ہے وہ وقت یاد کرائیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ پر فرعون اور اس کی قوم کے ظلم سے نجات دی تھی تو پھر ان کو موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ اے میری قوم تم اللہ تعالیٰ کی تین نعمتوں کو یاد کرو اس کی نافرمانی ترک کر دو۔

تین انعام

۱. ﴿اِذْ جَعَلَ فِيْكُمْ اَنْبِيَآءَ﴾ : اللہ تعالیٰ نے یکے بعد دیگرے تم میں سے نبی مبعوث فرمائے۔ یہ تمام نسل ابراہیمی سے تھے اور یہ توحید کی دعوت دیتے رہے اور یہ سلسلہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ختم ہوا۔ پھر حضرت محمد ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے نبوت سے نوازا آپ بھی حضرت اسماعیل علیہ السلام کے واسطہ سے اولاد ابراہیمی سے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے جتنے انبیاء بنی اسرائیل میں مبعوث فرمائے ہیں اور کسی امت سے مبعوث نہیں فرمائے۔

۲. ﴿وَجَعَلَكُمْ مُّلُوْكًا﴾ : تم قبطیوں کے ہاں غلام تھے اللہ تعالیٰ نے تمہیں آزادی سے رہنے کے لیے وطن دیا جس طرح اللہ تعالیٰ نے ہم پر اپنی رحمت فرما کر ہمیں پاکستان جیسا ملک عطا فرمایا۔

ملوک یہ ملک کی جمع ہے لفظ ملک وہ شخص لکھتا جس کے پاس مندرجہ ذیل اشیاء ہوں۔

۱. خادم ۲. بیوی ۳. سواری

جیسا کہ ایک غریب روایت ہے۔

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ رضی اللہ عنہ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ: ((کَانَ بَنُوْ اِسْرَائِیْلَ اِذَا کَانَ لِاَحَدِھِمْ خَادِمٌ وَّامْرَاَةٌ وَّدَآبَّةٌ یَکْتُبُ مَلِکًا)) [1]

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے بنی اسرائیل میں سے جس کے پاس خادم، بیوی، سواری ہوتی وہ اپنے آپ کو ملک لکھتا تھا۔

ابو عبدالرحمن الحنبلی فرماتے ہیں۔

[1] تفسیر البغوی ۳/ ۳۵، تفسیر ابن کثیر ۲/ ۵۲

سَمِعْتُ عَبْدَاللّٰهِ بْنَ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رضی اللہ عنہ وَسَأَلَهُ رَجُلٌ فَقَالَ أَلَسْنَا مِنْ فُقَرَاءِ الْمُهَاجِرِيْنَ فَقَالَ لَهُ عَبْدُاللّٰهِ أَلَكَ إِمْرَأَةٌ تَأْوِيْ إِلَيْهَا ؟ قَالَ نَعَمْ قَالَ أَلَكَ مَسْكَنٌ تَسْكُنُهُ ؟ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَأَنْتَ مِنَ الْاَغْنِيَاءِ قَالَ فَإِنَّ لِيْ خَادِمًا قَالَ فَأَنْتَ مِنَ الْمُلُوْكِ ❶

عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے ایک آدمی نے سوال کیا کہ کیا میں فقراء مہاجرین سے نہیں ہوں آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا تیری بیوی ہے؟ اس نے اثبات میں جواب دیا، پھر گھر کے متعلق پوچھا اس نے کہا ہاں، آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا تو غنی ہے اس آدمی نے کہا میرے پاس خادم بھی ہے تو انھوں نے فرمایا پھر تو بادشاہوں سے ہے۔

۳۔ ﴿اٰتٰىكُمْ مَّا لَمْ يُؤْتِ اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ﴾

جن انعامات سے اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو نوازا تھا اس وقت یہ انعامات اور کسی کو نہیں دیئے گئے تھے مثلاً دریا میں بارہ خشک راستوں کا بن جانا اور دشمن کا غرق ہو جانا اور بادلوں کا سایہ آنا من اور سلویٰ کا نازل ہونا وغیرہ۔

﴿يٰقَوْمِ ادْخُلُوا الْاَرْضَ الْمُقَدَّسَةَ الَّتِيْ كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ وَلَا تَرْتَدُّوْا عَلٰۤى اَدْبَارِكُمْ فَتَنْقَلِبُوْا خٰسِرِيْنَ﴾

پھر موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو قوم عمالقہ کے ساتھ جہاد کرنے اور ارض مقدس میں سکونت اختیار کرنے کا حکم دیا۔

لیکن یہ حکم اس وقت دیا جب وہ مصر سے نکلے اور جزیرہ سینا میں خیمہ زن تھے اور ان پر من سلویٰ اتر رہا تھا۔ ❷

تاریخ کے مطابق خروج کا زمانہ ۱۴۴۰ ق م ہے اور فلسطین پر فوج کشی کا زمانہ ۱۴۰۰ ق م ہے گو اس مدت کے درمیان موسیٰ علیہ السلام نے ان کو خطاب کیا تھا۔

کیونکہ یہ ارض مقدسہ (بیت المقدس) ہی تمام انبیائے کرام کا مسکن تھا اللہ تعالیٰ نے ان کا بیت المقدس میں داخل ہونا موسیٰ علیہ السلام کی اطاعت سے مشروط کیا تھا تاکہ وہ موسیٰ علیہ السلام کی اتباع کرتے ہوئے جبابرہ کا خوف دل سے نکال کر اللہ تعالیٰ پر توکل کرتے ہوئے وہاں جائیں تو اللہ تعالیٰ ان کا خوف قوم عمالقہ کے دل میں ڈال دیں گے بغیر اس کے جبابرہ کو فتح کرنا مشکل اور محال ہوگا اور تم کبھی بھی کامیابی حاصل نہیں کر سکتے۔

---

❶ صحیح مسلم کتاب الزھد باب فی فضل الصبر علی قلة مایجد ودخول الفقراء المھاجرین الجنة.
❷ ابن کثیر ۵۳/۲

﴿ قَالُوْا يٰمُوْسٰى اِنَّ فِيْهَا قَوْمًا جَبَّارِيْنَ ۖ وَاِنَّا لَنْ نَّدْخُلَهَا حَتّٰى يَخْرُجُوْا مِنْهَا ۚ فَاِنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَا فَاِنَّا دٰخِلُوْنَ ﴿22﴾ قَالَ رَجُلٰنِ مِنَ الَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمَا ادْخُلُوْا عَلَيْهِمُ الْبَابَ ۚ فَاِذَا دَخَلْتُمُوْهُ فَاِنَّكُمْ غٰلِبُوْنَ ۚ وَعَلَى اللّٰهِ فَتَوَكَّلُوْٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿23﴾ قَالُوْا يٰمُوْسٰٓى اِنَّا لَنْ نَّدْخُلَهَآ اَبَدًا مَّا دَامُوْا فِيْهَا فَاذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَآ اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ ﴿24﴾ ﴾

وہ کہنے لگے اے موسیٰ علیہ السلام ہم ہرگز وہاں جانے والے نہیں کیونکہ وہاں ایک طاقتور قوم موجود ہے جب تک وہ وہاں سے نکل نہ جائے اگر وہ نکل جائیں تو پھر ہم ارض مقدسہ میں داخل ہو جائیں گے، دو آدمی جن پر اللہ تعالیٰ نے فضل کیا تھا وہ کہنے لگے تم ان کے دروازے میں داخل ہو جاؤ جب داخل ہو جاؤ گے تو تم ہی غالب ہو، تم اللہ تعالیٰ پر توکل کرو اگر تم مومن ہو، انھوں نے کہا اے موسیٰ ہم وہاں ہرگز داخل نہیں ہوں گے جب تک وہ موجود ہیں پس آپ اور آپ کا رب لڑائی کریں ہم یہاں بیٹھنے والے ہیں۔

مشکل الفاظ کے معانی

قَوْمًا جَبَّارِيْنَ : بڑے بڑے جسموں اور مضبوط بدن والے جس آدمی کو چاہیں اپنی اطاعت پر مجبور کرنے والے۔

يَخَافُوْنَ : وہ ڈرتے ہیں۔

اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمَا : ان دونوں (یوشع بن نون علیہ السلام اور کالب بن یوفنا علیہ السلام) پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا یہاں نعمت سے مراد قوم جبارین کے وہ حالات ہیں جن کا انھوں نے مشاہدہ کیا لیکن وہ حالات اپنی قوم (بنی اسرائیل) کے سامنے بیان نہ کیے۔

غٰلِبُوْنَ: غالب آنے والے۔

اَبَدًا مَّا دَامُوْا: جب تک وہ وہاں رہیں گے۔

التوضیح

جب موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے بارہ آدمی جاسوس بنا کر روانہ کیے تا کہ وہ قوم عمالقہ کے حالات معلوم کریں اور ان کو اس بات کا پابند کیا کہ اس قوم کے حالات بنی اسرائیل کو نہ بتلائیں جب یہ لوگ واپس آئے تو دس آدمیوں نے جو مشاہدہ کیا تھا وہ اپنی قوم (بنی اسرائیل) کو بتا دیا جب موسیٰ علیہ السلام نے ان کو ارض مقدس میں داخل ہونے کا حکم دیا تو انھوں نے یہ کہہ کر حکم ماننے سے انکار کر دیا کہ قوم عمالقہ بڑی قوی اور طاقتور ہے ہم اس کے مقابلہ کی سکت نہیں رکھتے ہم اس وقت تک وہاں داخل نہیں ہو سکتے جب تک وہاں سے وہ نکل نہیں جاتے۔

جب بنی اسرائیل نے اپنے نبی کی نافرمانی کی اور اس کے ساتھ سختی اور بے ادبی سے پیش آئے تو پھر بنی اسرائیل سے دو آدمی کھڑے ہوئے جن کے دلوں میں اللہ تعالیٰ کا خوف تھا ان کو سمجھانے اور ڈرانے لگے کہ ہماری قوم اللہ تعالیٰ سے ڈرو کہیں نافرمانی کی وجہ سے اس کا عذاب نازل نہ ہو جائے اگر تم اس کی اطاعت کرتے ہوئے اور اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرتے ہوئے ارض مقدس کے دروازے میں داخل ہو جاؤ تو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے تم کو ان دشمنوں (قوم عمالقہ) پر غالب کر دے گا لیکن وہ قوم اپنی اس نافرمانی پر ڈٹی رہی اور اپنے رسول علیہ السلام کو جواباً کہا کہ اے موسیٰ علیہ السلام جب تک وہ قوم وہاں موجود ہے اس وقت تک ہم وہاں جانے کو تیار نہیں بلکہ ہم تو یہاں بیٹھے ہیں آپ اور آپ کا رب ہی ان کا مقابلہ کرو۔

لیکن جب رسول اللہ ﷺ نے اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے جنگ بدر کے موقعہ پر مشورہ طلب کیا تو انھوں نے بالاتفاق رسول اللہ ﷺ کے حکم پر جان قربان کرنے کی یقین دہانی کروائی تھی جیسا کہ حدیث میں ہے۔

طارق بن شہاب کہتے ہیں۔

قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ مَسْعُوْدٍ يَقُوْلُ شَهِدْتُ مِنَ الْمِقْدَادِ بْنِ الْاَسْوَدِ مَشْهَدًا لِاَنْ اَكُوْنَ صَاحِبَهٗ اَحَبُّ اِلَيَّ مِمَّا عُدِلَ بِهٖ اَتَى النَّبِيَّ ﷺ وَهُوَ يَدْعُوْ عَلَى الْمُشْرِكِيْنَ فَقَالَ لَانَقُوْلُ كَمَا قَالَ قَوْمُ مُوْسٰى اِذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَا وَلٰكِنَّا نُقَاتِلُ عَنْ يَمِيْنِكَ وَعَنْ شِمَالِكَ وَبَيْنَ يَدَيْكَ وَخَلْفَكَ فَرَاَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ اَشْرَقَ وَجْهُهٗ وَسَرَّهٗ ❶

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے جب آپ ﷺ نے غزوہ بدر کے موقعہ پر اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم کی رائے معلوم

❶ صحیح البخاری کتاب المغازی باب قول اللہ تعالیٰ ﴿اِذْ تَسْتَغِيْثُوْنَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ﴾......رقم: ۳۹۵۲

کی تو حضرت مقداد رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا یا رسول اللہ ﷺ ہم آپ کے آگے اور پیچھے دائیں اور بائیں لڑیں گے ہم قوم موسیٰ علیہ السلام کی طرح نہیں جنہوں نے اپنے رسول علیہ السلام کا ساتھ دینے سے انکار کر دیا تھا یہ جواب سن کر آپ کا چہرہ مبارک خوشی سے چمک اٹھا تھا۔
عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ آرزو کیا کرتے کاش مجھے بھی کوئی ایسا موقع میسر آتا تو میں بھی آپ ﷺ کو مقداد کی طرح خوش کرتا۔

آیات سے اخذ ہونے والے مسائل

۱ قوم بنی اسرائیل انتہائی نافرمان قوم تھی۔

۲ باوجود موسیٰ علیہ السلام کے سمجھانے کے وہ جہاد کرنے کے لیے تیار نہ ہوئے۔

۳ دو مرد مجاہد بھی قوم موسیٰ علیہ السلام کو جہاد پر ابھارتے رہے لیکن قوم اپنی ہٹ دھرمی پر قائم رہی۔

۴ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اطاعت و فرمانبرداری میں اپنی مثال آپ تھے۔

۵ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی خواہش تھی کاش جس طرح مقداد رضی اللہ عنہ کی بات سن کر رسول اللہ ﷺ خوش ہوئے تھے مجھے بھی کوئی ایسا موقع میسر آئے کہ میں آپ کو خوش کر سکوں۔

۶ اس سے تمام صحابہ کی محبت رسول کا اندازہ ہوتا ہے۔

﴿قَالَ رَبِّ اِنِّیۡ لَاۤ اَمۡلِكُ اِلَّا نَفۡسِیۡ وَاَخِیۡ فَافۡرُقۡ بَیۡنَنَا وَبَیۡنَ الۡقَوۡمِ الۡفٰسِقِیۡنَ ﴿25﴾ قَالَ فَاِنَّهَا مُحَرَّمَةٌ عَلَیۡهِمۡ اَرۡبَعِیۡنَ سَنَةً ۚ یَتِیۡهُوۡنَ فِی الۡاَرۡضِ ؕ فَلَا تَاۡسَ عَلَی الۡقَوۡمِ الۡفٰسِقِیۡنَ ﴿26﴾ ع﴾

موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی یا اللہ بیشک اپنی جان اور اپنے بھائی ہارون پر ہی میرا زور یا اختیار ہے پس آپ ہمارے اور ان کے (بنی اسرائیل) درمیان، جدائی ڈال دیں پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ان کی سزا یہی ہے کہ وہ زمین (ارض مقدسہ) ان پر چالیس برس کے لیے حرام کر دی گئی ہے وہ یہاں حیران و پریشان پھرتے رہیں گے آپ نافرمان (قوم) پر غمگین نہ ہوں۔

مشکل الفاظ کے معانی

لَآ اَمْلِكُ: میں مالک نہیں ہوں، میں ان کو اطاعت پر مجبور نہیں کرسکتا۔

فَافْرُقْ: آپ (اے اللہ) فیصلہ کریں۔

فَاِنَّهَا: ارض مقدسہ (ھا ضمیر ارض مقدسہ کی طرف لوٹتی ہے۔)

الْفٰسِقِيْنَ: اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرنے والے۔

مُحَرَّمَةٌ عَلَيْهِمْ: ان (بنی اسرائیل) پر ارض مقدسہ میں داخل ہونا حرام کیا گیا ہے۔

يَتِيْهُوْنَ فِي الْاَرْضِ: وہ زمین میں حیران پھریں گے ان کو علم نہیں ہوگا وہ کس طرف جارہے ہیں۔

فَلَا تَاْسَ: آپ (موسیٰ علیہ السلام) پریشان نہ ہوں۔

التوضیح

﴿قَالَ رَبِّ اِنِّيْ لَآ اَمْلِكُ اِلَّا نَفْسِيْ وَاَخِيْ فَافْرُقْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ﴾

موسیٰ علیہ السلام کی بددعا

موسیٰ علیہ السلام نے جب اپنی قوم کو فرمان الٰہی کی نافرمانی کرتے ہوئے دیکھا تو ان کو بہت غصہ آیا اور صدمہ کی حالت میں اللہ تعالیٰ کے ہاں ان سے بیزاری کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا یا الٰہی مجھے اپنی جان اور اپنے بھائی ہارون علیہ السلام پر اختیار ہے ان سب نے میری حکم عدولی کی ہے میں ان کو اپنی اطاعت پر مجبور کرنے کی طاقت نہیں رکھتا میرے اور ان فاسقوں کے درمیان فیصلہ فرما۔

﴿قَالَ فَاِنَّهَا مُحَرَّمَةٌ عَلَيْهِمْ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً﴾

دعا کی قبولیت

اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کی دعا کو قبول کرتے ہوئے فرمایا اب یہ لوگ (بنی اسرائیل) چالیس سال تک یہاں

سے نہیں جاسکتے اور میدان تیہ میں حیران پریشان پھرتے رہیں گے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ وادی تیہ نو فرسخ کو محیط تھی یعنی تقریباً ۲۷ میل ❶

وادی تیہ میں بنی اسرائیل پر انعامات الٰہی

پھر یہاں میدان تیہ میں بنی اسرائیل نے عجیب وغریب خلاف عادت امور دیکھے مثلاً بادل کا ان پر سایہ کرنا، من سلویٰ کا اترنا، ایک ٹھوس پتھر جو ان کے ساتھ تھا اس کو موسیٰ علیہ السلام کا لاٹھی مارنا اس سے بارہ چشموں کا نکلنا اور اسی میدان میں تورات کا نازل ہونا اور اسی مقام پر احکام خداوندی کا نزول ہونا۔ ❷

موسیٰ علیہ السلام کی وفات

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے قول کے مطابق حضرت ہارون علیہ السلام کی وفات کے تین سال بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات بھی ان چالیس برس کے اندر ہوئی۔ ❸ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

((أُرْسِلَ مَلَكُ الْمَوْتِ إِلٰى موسىٰ فَلَمَّا جَاءَهُ صَكَّهُ فَفَقَأَ عَيْنَهُ فَرَجَعَ إِلٰى رَبِّهِ فَقَالَ اَرْسَلْتَنِيْ إِلٰى عَبْدٍ لَايُرِيْدُ الْمَوْتَ فَرَدَّ اللّٰهُ عَلَيْهِ عَيْنَهُ وَقَالَ اِرْجِعْ فَقُلْ لَهُ يَضَعُ يَدَهُ عَلٰى مَتْنِ ثَوْرٍفَلَهُ بِكُلِّ مَاغَطَّتْ بِهِ يَدُهُ بِكُلِّ شَعْرَةٍ سَنَةٌ قَالَ اَىْ رَبِّ ثُمَّ مَاذَا قَالَ ثُمَّ الْمَوْتُ قَالَ فَالْاٰنَ فَسَأَلَ اللّٰهَ تَعَالٰى اَنْ يُدْنِيَهُ مِنَ الْأَرْضِ الْمُقَدَّسَةِ رَمْيَةً بِحَجَرٍ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَلَوْ كُنْتُ ثَمَّ لَاَرَيْتُكُمْ قَبْرَهُ إِلٰى جَانِبِ الطَّرِيْقِ عِنْدَ الْكَثِيْبِ الْاَحْمَرِ)) ❹

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ملک الموت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئے تو موسیٰ علیہ السلام نے تھپڑ مارا اور ان کی آنکھ نکال دی تو ملک الموت واپس رب العالمین کے پاس گئے اور جا کر عرض کی کہ اے اللہ آپ نے مجھے ایسے بندے کے پاس بھیجا ہے جو موت پسند نہیں کرتا اللہ کریم نے فرشتہ کی آنکھ کو درست کر دیا اور فرشتہ کو حکم دیا کہ جاؤ جا کر موسیٰ علیہ السلام کو کہو کہ بیل کی پشت پر ہاتھ رکھے جس قدر بال اس کی ہتھیلی کے نیچے آئیں گے اتنے سال عمر میں اضافہ کر دیا جائے گا کہا

❶ تفسیر المنیر۔ ❷ تفسیر ابن کثیر ۵۶/۲، ۵۷۔ ❸ احسن التفاسیر۔
❹ صحیح بخاری کتاب الجنائز باب من احب الدفن فی الارض المقدسہ او نحوھا رقم: ۱۳۳۹۔

اے اللہ اس کے بعد کیا ہوگا اللہ کریم نے فرمایا پھر موت آئے گی پس انھوں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی اے اللہ مجھے بیت المقدس کے اتنا قریب کر دے جتنی دور سے پتھر پھینکا جائے تو بیت المقدس میں پہنچ جائے، آپ ﷺ نے فرمایا: ''اگر ہم وہاں ہوتے تو میں آپ لوگوں کو موسیٰ علیہ السلام کی قبر راستے کے کنارے پر سرخ ٹیلہ کے ہاں دکھاتا۔''

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات کے بعد یوشع بن نون علیہ السلام نبی ہوئے اور ان کے عہد میں ہی ملک شام بنی اسرائیل کے ہاتھ آیا۔

﴿فَلَا تَأْسَ عَلَى الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ﴾

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بنی اسرائیل کی حالت پر افسوس ہوا تھا اس پر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی موسیٰ علیہ السلام کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا ہے کہ ایسی سرکش قوم پر افسوس نہیں کرنا چاہیے ان کی یہی سزا تھی جو ان کو ملی ہے۔

آیات سے جو مسائل اخذ ہوتے ہیں

۱. یہود کی بزدلی بیان کی گئی ہے یہودی بزدل ہوتا ہے وہ اپنے رب اور انبیائے کرام علیہم السلام کے بے ادب تھے۔
۲. اہل ایمان اور اہل حق پر واجب ہے اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ کے نافرمان لوگوں سے اظہار براءت کریں۔
۳. جب ظالم اور فاسق لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے سزا مل رہی ہو تو اس پر افسوس اور پریشان ہونا حرام ہے۔
۴. جب کوئی پریشانی یا مشکل وقت ہو تو اللہ تعالیٰ کے سامنے ہی التجا کرنی چاہیے۔

﴿وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ ابْنَيْ اٰدَمَ بِالْحَقِّ ۘ اِذْ قَرَّبَا قُرْبَانًا فَتُقُبِّلَ مِنْ اَحَدِهِمَا وَلَمْ يُتَقَبَّلْ مِنَ الْاٰخَرِ ۭ قَالَ لَاَقْتُلَنَّكَ ۭ قَالَ اِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ ﴿27﴾ لَىِٕنْۢ بَسَطْتَّ اِلَيَّ يَدَكَ لِتَقْتُلَنِيْ مَآ اَنَا بِبَاسِطٍ يَّدِيَ اِلَيْكَ لِاَقْتُلَكَ ۚ اِنِّىْٓ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿28﴾ اِنِّىْٓ اُرِيْدُ اَنْ تَبُوْٓاَ بِاِثْمِيْ وَاِثْمِكَ فَتَكُوْنَ مِنْ اَصْحٰبِ النَّارِ ۚ وَذٰلِكَ جَزٰۗؤُا الظّٰلِمِيْنَ ﴿29﴾﴾

آپ ﷺ ان (یہودیوں) کو آدم علیہ السلام کے دو بیٹوں کا سچا قصہ سنا دیں جب دونوں نے صدقہ کیا ان دونوں میں سے ایک کا صدقہ قبول ہوا دوسرے کا صدقہ قبول نہ ہوا اس نے کہا میں تجھے قتل کروں گا وہ کہنے لگا اللہ تعالیٰ پرہیزگاروں کا صدقہ قبول کرتا ہے اگر تو مجھے قتل کرنے کے لیے ہاتھ بڑھائے گا میں تجھے قتل کرنے کے لیے ہاتھ نہیں چلاؤں گا بیشک میں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرتا ہوں۔ بے شک میں چاہتا ہوں کہ تو اپنے اوپر میرا اور اپنا گناہ لے لے اور تو اہل جہنم سے ہو جائے اور یہی ظالموں کی جزا ہے۔

مشکل الفاظ کے معانی

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ: آپ ان یہودیوں پر پڑھیں (جنہوں نے آپ ﷺ کے اور آپ کے اصحاب کرام رضی اللہ عنہم کے قتل کا ارادہ کیا۔)

نَبَاَ ابْنَيْ اٰدَمَ: آدم علیہ السلام کے دو بیٹوں (ھابیل اور قابیل) کی خبر۔

قُرْبَانًا: ہر وہ چیز جس سے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہو (نماز اور صدقات وغیرہ۔)

لَىِٕنْۢ بَسَطْتَّ اِلَيَّ يَدَكَ: اللام قسم کے لیے ہے اگر تو میری طرف ہاتھ پھیلائے گا۔

مَآ اَنَا بِبَاسِطٍ: میں پھیلانے والا نہیں ہوں۔

بِاِثْمِيْ: میرے قتل کے گناہ کے ساتھ۔

اِثْمِكَ: اور اپنے گناہ کے ساتھ۔

آیات کی ماقبل سے مناسبت

نافع بن حرملہ وغیرہ یہود نے آپ ﷺ کے اوصاف تورات میں ہوتے ہوئے بھی آپ ﷺ کی نبوت کا انکار کیا اور یہ انکار صرف حسد کی بنا پر تھا کہ آخری نبی بنی اسرائیل کی بجائے اولاد اسماعیل علیہ السلام سے کیوں پیدا ہوا ہے۔ ان آیات میں اللہ تعالیٰ سب سے پہلے حسد کرنے والوں کا انجام بتلا کر تنبیہ کرنا چاہتے ہیں کہ حسد کا انجام اچھا نہیں ہوتا بلکہ یہ انسان کی بربادی کا سامان مہیا کرتا ہے۔ ❶

التوضیح

﴿وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَأَ ابْنَيْ آدَمَ بِالْحَقِّ ۘ إِذْ قَرَّبَا قُرْبَانًا فَتُقُبِّلَ مِنْ أَحَدِهِمَا وَلَمْ يُتَقَبَّلْ مِنَ الْآخَرِ قَالَ لَأَقْتُلَنَّكَ﴾

ہابیل وقابیل کا واقعہ

اللہ تعالیٰ رسول اللہ ﷺ کو فرما رہے ہیں آپ ﷺ ان یہود کو آدم علیہ السلام کے دو بیٹوں (ھابیل اور قابیل) کا واقعہ بیان فرما دیں۔ چونکہ اس وقت دنیا کی ابتدائی حالت تھی تو اللہ تعالیٰ انسانی نسل کو بڑھانے کے لیے آدم علیہ السلام کے ہاں ایک حمل سے دو بچے (ایک لڑکا اور ایک لڑکی) پیدا فرماتے پھر ایک حمل کی لڑکی اور دوسرے حمل کا لڑکا ان دونوں کا نکاح کر دیا جاتا ہابیل کی بہن خوبصورت نہیں تھی اور قابیل کی ہمشیرہ خوبصورت تھی قابیل نے خلاف قانون اپنی ہی خوبصورت بہن سے نکاح کرنا چاہا۔ لیکن آدم علیہ السلام نہ مانے حضرت آدم علیہ السلام نے فیصلہ کرتے ہوئے فرمایا کہ تم دونوں اللہ تعالیٰ کے نام پر خیرات دو جس کا صدقہ اور خیرات قبول ہو گیا وہ اس سے نکاح کرے گا۔ ❷

جب دونوں صدقہ لائے تو ہابیل عمدہ اور اطیب مال لے کر آیا اور قابیل ردی مال لایا تو اللہ تعالیٰ نے ہابیل کی خیرات قبول فرمائی جس پر وہ اپنے بھائی کے قتل کے درپے ہو گیا تو ہابیل نے جواباً کہا تو نے ردی مال صدقہ میں دیا اللہ تعالیٰ پاکیزہ مال قبول فرماتے ہیں۔

---

❶ احسن التفاسير ج ٢ ص ٤٧.

❷ ابن كثير ٢/ ٦٠ ،تفسير المنير ج ٦ ص ١٥٤

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ((اِنَّ اللّٰهَ طَيِّبٌ لاَ يَقْبَلُ اِلاَّ طَيِّبًا)) ❶

بے شک اللہ تعالیٰ پاک ہے اور پاکیزہ مال ہی قبول کرتا ہے۔

متقی کی تعریف

عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ ؓ يَقُوْلُ يُحْبَسُ النَّاسُ فِيْ بَقِيْعٍ وَاحِدٍ فَيُنَادِيْ مُنَادٍ اَيْنَ الْمُتَّقُوْنَ؟ فَيَقُوْمُوْنَ فِيْ كَنْفِ الرَّحْمٰنِ لَا يَحْتَجِبُ اللّٰهُ مِنْهُمْ وَلَا يَسْتَتِرُ قُلْتُ مَنِ الْمُتَّقُوْنَ ؟ قَالَ قَوْمٌ اتَّقُوا الشِّرْكَ وَعِبَادَةَ الْاَوْثَانِ وَاَخْلَصُوا الْعِبَادَةَ فَيَمُرُّوْنَ إِلَى الْجَنَّةِ ❷

حضرت معاذ ؓ فرماتے ہیں لوگ حشر کے میدان میں ہوں گے ایک منادی کرنے والا پکارے گا متقی کہاں ہیں؟ پس اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے اس کے بازو کے نیچے کھڑے ہو جائیں گے اللہ تعالیٰ ان سے نہ منہ پھیریں گے نہ پردہ کریں گے۔

راوی حدیث ابوعفیف ؓ سے دریافت کیا گیا متقی کون ہیں؟ فرمایا: جو شرک اور بت پرستی سے بچے اور عبادت خالص اللہ تعالیٰ کے لیے کرے۔

﴿لَئِنْۢ بَسَطْتَّ اِلَيَّ يَدَكَ لِتَقْتُلَنِيْ مَآ اَنَا بِبَاسِطٍ يَّدِيَ اِلَيْكَ لِاَقْتُلَكَ ۚ اِنِّيْٓ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ﴾

ہابیل نے اپنے بھائی کا ارادہ سن کر کہا اگر تو مجھے قتل کرنے کی کوشش کرے تو میں صبر کروں گا اور تیرے مقابلہ سے باز رہوں گا میں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرتا ہوں کیونکہ روح پر ظلم کرنا بہت بڑا جرم ہے اس لیے مجھے فعل قبیح میں شریک ہونا پسند نہیں۔

رسول اللہ ﷺ فرمایا:

((إِذَا تَوَاجَهَ الْمُسْلِمَانِ بِسَيْفَيْهِمَا فَكِلَاهُمَا مِنْ أَهْلِ النَّارِ.)) قِيْلَ هٰذَا الْقَاتِلُ فَمَا

---

❶ صحیح مسلم کتاب الزکوۃ باب قبول الصدقة من الکسب الطیب وتربیتها رقم: ۱۰۱۴

❷ ابن کثیر ۲ / ۴۴۔

بَالُ الْمَقْتُوْلِ؟ قَالَ :((إِنَّهُ أَرَادَ قَتْلَ صَاحِبِهِ)) ❶

جب دو مسلمان تلواریں لے کر آپس میں ٹکرا گئے تو قاتل اور مقتول دونوں جہنم میں جائیں گے سوال کیا گیا یارسول اللہ ﷺ! مقتول کس لیے آگ میں جائے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا کیونکہ یہ بھی اپنے ساتھی کے قتل پر حریص تھا۔

حضرت ایوب سختیانی فرماتے ہیں اس آیت پر عمل سب سے پہلے اس امت سے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے کیا ہے۔ ❷

﴿إِنِّيْٓ أُرِيْدُ أَنْ تَبُوْٓأَ بِإِثْمِيْ وَإِثْمِكَ فَتَكُوْنَ مِنْ أَصْحٰبِ النَّارِ ۚ وَذٰلِكَ جَزٰٓؤُا الظّٰلِمِيْنَ﴾

میں چاہتا ہوں کہ تم اپنے گناہ اور میرے قتل کا گناہ بھی اپنے اوپر لے لو اور اہل جہنم سے ہو جاؤ کیونکہ آخرت میں ظالم لوگوں کی جزا آگ ہی ہے۔

ہابیل کی تین نصیحتیں

۱. اس نے اپنے بھائی کو اللہ تعالیٰ کے خوف سے ڈرایا۔

۲. اس کو دو گناہوں کے اٹھانے سے ڈرایا تھا (قتل کرنے اور اپنے گناہ سے۔)

۳. ظالمین اور اصحاب النار میں ہونے سے بھی ڈرایا۔

❁❁❁

﴿فَطَوَّعَتْ لَهٗ نَفْسُهٗ قَتْلَ أَخِيْهِ فَقَتَلَهٗ فَأَصْبَحَ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿٣٠﴾ فَبَعَثَ اللّٰهُ غُرَابًا يَّبْحَثُ فِي الْأَرْضِ لِيُرِيَهٗ كَيْفَ يُوَارِيْ سَوْءَةَ أَخِيْهِ ۚ قَالَ يٰوَيْلَتٰىٓ أَعَجَزْتُ أَنْ أَكُوْنَ مِثْلَ هٰذَا الْغُرَابِ فَأُوَارِيَ سَوْءَةَ أَخِيْ ۚ فَأَصْبَحَ مِنَ النّٰدِمِيْنَ ﴿٣١﴾﴾

پھر اس کے نفس (امارہ) نے اسے اپنے بھائی کے قتل پر آمادہ کیا پس اس نے اپنے بھائی کو قتل کیا وہ خسارہ پانے والوں سے ہو گیا پھر اللہ تعالیٰ نے ایک کوے کو بھیجا وہ زمین کو کریدتا تھا تاکہ وہ (کوا) اس کو اپنے بھائی کا دفن کرنا دکھلائے (جب کوے نے اسے دفن کرنا دکھلایا) اس (قاتل) نے کہا کیا میں عاجز ہوں کاش کہ میں اس کوے جیسا ہوتا اور اپنے

---

❶ صحیح بخاری کتاب الفتن باب اذا لتقی المسلمان بسیفیهما رقم: ۷۰۸۳۔
❷ تفسیر ابن کثیر ج۱/ ۴۵۲

بھائی کی لاش کو چھپا دیا پس وہ پشیمان ہونے والوں سے ہو گیا۔

مشکل الفاظ کے معانی

فَطَوَّعَتْ لَهُ نَفْسُهُ: اس کے نفس نے اس کو قتل پر ابھارا یا اس کے قتل کو آسان بنا دیا۔

غُرَابًا: کوا۔

يَبْحَثُ: اپنے پاؤں اور چونچ کے ساتھ مٹی نکالتا تھا۔

يُوَارِيْ: وہ چھپائے۔

سَوْءَةَ اَخِيْ: سَوْءَةَ ہر وہ چیز جس کا ظاہر کرنا برا ہو، جیسے شرمگاہ۔ اس سے مراد جسم ہے، یعنی اپنے بھائی کے جسم کو۔

يٰوَيْلَتٰى: ہائے کاش ہو۔

اَعَجَزْتُ: کیا میں عاجز آ گیا ہوں۔

ہر قتل میں قابیل کی شراکت

قابیل کو اس کے بھائی ہابیل کی نصائح نے کچھ اثر نہ کیا بلکہ قابیل کو اپنے بھائی ہابیل پر حسد پیدا ہوا اس نے اپنے بھائی کو قتل کر ڈالا یہ پہلا قتل تھا جو زمین کی پشت پر ہوا اب ہر قتل کے گناہ میں قابیل شریک ہوتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے ((لَا تُقْتَلُ نَفْسٌ ظُلْمًا اِلَّا كَانَ عَلَى ابْنِ اٰدَمَ الْاَوَّلِ كِفْلٌ مِنْ دَمِهَا لِاَنَّهُ اَوَّلُ مَنْ سَنَّ الْقَتْلَ)) ❶

اب زمین کے اوپر جو بھی ظلم سے قتل ہوتا ہے اس قتل کا گناہ آدم علیہ السلام کے بیٹے (قابیل) پر ہے کیونکہ اس نے ناحق قتل کر کے اس جرم کی ابتدا کی تھی۔

مقامِ قتل

اس کے متعلق اختلاف ہے بعض نے بصرہ کی المسجد الاعظم بتلائی ہے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں یہ قتل جبل ثور پر ہوا تھا اور بعض نے ٹیلہ حراء بتلایا ہے۔ ❷

---

❶ صحیح بخاری کتاب احادیث الانبیآء باب خلق ادم وذریته رقم: ۳۳۳۵، صحیح مسلم کتاب القسامة باب بیان اثم من سن القتل رقم: ۱۶۷۷۔ ❷ تفسیر بغوی معالم التنزیل ۳/ ۴۴۔

اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ قاتل کا جسم سیاہ ہو گیا تھا تو آدم علیہ السلام نے قابیل کو اس کے بھائی کے متعلق سوال کیا تو اس نے جواباً کہا میں اس پر نگہبان نہیں تھا آدم علیہ السلام نے فرمایا کہ تو نے اس کو قتل کر دیا ہے اسی لیے تیرا جسم سیاہ ہو چکا ہے اس کے بعد حضرت آدم علیہ السلام تقریباً ۱۰۰ سال زندہ رہے اس عرصہ میں آپ علیہ السلام کبھی ہنسے نہیں تھے۔ ❶

﴿ فَبَعَثَ اللّٰهُ غُرَابًا يَّبْحَثُ فِي الْاَرْضِ لِيُرِيَهٗ كَيْفَ يُوَارِيْ سَوْءَةَ اَخِيْهِ ﴾

جب قابیل نے ہابیل کو ایک چٹیل میدان میں قتل کر کے چھوڑا تو اب اس کے ذہن میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ اس میت کو کس طرح چھپائے کیونکہ یہ زمین کی پشت پر پہلا قتل تھا پھر اللہ تعالیٰ نے ایک کوے کے ذریعہ قابیل کو میت چھپانے کا طریقہ سکھلایا تاکہ آئندہ بنی آدم میں میت کو دفن کرنے کا طریقہ رائج ہو جائے۔

﴿ فَاَصْبَحَ مِنَ النّٰدِمِيْنَ ﴾

جب قابیل نے میت کو دفن کرنے کا طریقہ ایک جانور (کوے) سے سیکھا تو وہ اس پر پشیمان اور نادم ہوا کہ اسے ایک پرندے کے برابر بھی عقل نہیں اسی طرح ہر خطاکار جب برے فعل کا ارتکاب کرتا ہے تو اس پر نادم ضرور ہوتا ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:

((اَلنَّدَمُ تَوْبَةٌ)) ❷ ''ندامت توبہ ہے''۔

لیکن قابیل کی توبہ قبول نہیں ہوئی کیونکہ اس کی ندامت اور پشیمانی فعل قتل پر نہیں تھی بلکہ اس کی شرمندگی اور افسوس بھائی کے قتل پر تھی اگر وہ فعل قتل پر نادم ہوتا ضرور اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرماتے۔

آیات سے جو مسائل اخذ ہوتے ہیں

۱: اللہ تعالیٰ جن کاموں کو پسند فرماتے ہیں ان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل کرنا چاہیے۔

۲: حسد ایک خطرناک اور مہلک مرض ہے اور یہی حسد اس زمین کی پشت پر سب سے پہلے قتل جیسے قبیح جرم کا سبب بنا تھا۔

۳: اعمال صالحہ کی قبولیت اخلاص نیت کے ساتھ مشروط ہے۔

۴. قابیل نے سب سے پہلے دنیا میں قتل کو رائج کیا تھا۔

---

❶ تفسیر معالم التنزیل: ۳/ ٤٤

❷ سنن ابن ماجة كتاب الزهد حديث: ٤٢٤٢

۵. میت کا دفن کرنا ابتدائے دنیا سے ہی مشروع ہے۔

۶. آدم علیہ السلام کے دونوں بیٹوں میں سے بہتر وہ ہے جو مظلوم مقتول تھا قاتل ظالم اور برا ہے۔

۷. ظالم کو وعظ ونصیحت کرنی چاہیے ہوسکتا ہے کہ وہ ظلم سے رک جائے۔

۸. عقل مند اور متقی وہ ہے جس کے دل میں اللہ کا خوف ہو۔

❁❁❁

﴿مِنْ اَجْلِ ذٰلِكَ ۚ كَتَبْنَا عَلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اَنَّهٗ مَنْ قَتَلَ نَفْسًا ۢ بِغَيْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِي الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا ۭ وَ مَنْ اَحْيَاهَا فَكَاَنَّمَآ اَحْيَا النَّاسَ جَمِيْعًا ۭ وَ لَقَدْ جَآءَتْهُمْ رُسُلُنَا بِالْبَيِّنٰتِ ۡ ثُمَّ اِنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ فِي الْاَرْضِ لَمُسْرِفُوْنَ (۳۲)﴾

اسی بنا پر ہم نے بنی اسرائیل پر فرض کیا جو بھی کسی کو بدلے اور زمین میں فساد کے بغیر قتل کرے گویا کہ اس نے تمام لوگوں کو قتل کیا جس نے (خوف باری تعالیٰ) کی بنا پر کسی کو قتل نہ کیا گویا کہ اس نے تمام لوگوں کو قتل نہیں کیا اور البتہ تحقیق ان کے پاس ہمارے رسول واضح معجزات کے ساتھ آئے پھر اس کے بعد بہت سے لوگ زمین میں زیادتی کرنے والے ہیں۔

مشکل الفاظ کے معانی

مِنْ اَجْلِ ذٰلِكَ : اس قتل کے سبب۔

كَتَبْنَا : ہم نے لکھا/فرض کیا ۔

فَسَادٍ فِي الْاَرْضِ : کسی فتنہ اور فساد کے بغیر وہ قتل کرے۔

وَمَنْ اَحْيَاهَا : قتل پر قدرت رکھنے کے باوجود وہ قتل سے رک گیا۔

بِالْبَيِّنٰتِ : یہ بَيِّنَةٌ کی جمع ہے معنی واضح دلائل۔

لَمُسْرِفُوْنَ : نافرمانی اور گناہوں میں زیادتی کرنے والے۔

التوضیح

﴿مِنْ اَجْلِ ذٰلِكَ ۛۚ كَتَبْنَا عَلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اَنَّهٗ مَنْ قَتَلَ نَفْسًۢا بِغَيْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِي الْاَرْضِ﴾

قتلِ عمد کبیرہ گناہوں سے ہے

یہ آیت ہابیل اور قابیل کے قصہ کا نتیجہ اور ما حاصل ہے کہ ایک بھائی نے حسد کی بنا پر اپنے بھائی کو ناحق قتل کر ڈالا بلکہ دوسرے لوگوں کے لیے قتل ناحق کا راستہ کھول دیا تو اللہ تعالیٰ نے اس گناہ عظیم کو روکنے کے لیے یہ انتظام فرمایا جو شخص کسی کو ناحق قتل کرے گا اسے ناحق کرنے والا لکھ دیا جائے گا۔

اس آیت میں ہابیل اور قابیل کا قصہ بیان کرنا مقصود نہیں بلکہ ان مفاسد اور خرابیوں کی طرف اشارہ مقصود ہے جو قتل عمد سے پیدا ہوتی ہیں اگرچہ قتل تمام ادیان میں حرام اور قصاص تمام ملل میں عام تھا لیکن قتل عمد پر وعید پہلے تمام ادیان کے صحائف میں مکتوب نہیں تھی بلکہ یہ وعید قولاً (زبانی) تھی لیکن تورات میں اس وعید کو تحریراً اللہ تعالیٰ نے اس لیے شامل کیا کہ بنی اسرائیل کے اندر بڑی سرکشی اور اس قبیح فعل کا ارتکاب بہت زیادہ تھا تاکہ وہ اس بڑے گناہ کے ارتکاب سے باز رہیں فرمایا جس نے ناحق کسی کو قتل کیا اس نے تمام انسانیت کا قتل کیا۔

﴿وَمَنْ اَحْيَاهَا فَكَاَنَّمَآ اَحْيَا النَّاسَ جَمِيْعًا﴾

قتل ناحق سے رک جانا اجرِ عظیم کا باعث ہے

جو شخص اللہ تعالیٰ کے خوف کی وجہ سے قتل ناحق سے باز رہا اس سے تمام انسانیت سلامت اور محفوظ رہی۔

عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ ﷺ قَالَ دَخَلْتُ عَلٰى عُثْمَانَ يَوْمَ الدَّارِ فَقُلْتُ جِئْتُ لِأَنْصُرَكَ وَقَدْ طَابَ الضَّرْبُ يَا أَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ فَقَالَ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ أَيَسُرُّكَ أَنْ تَقْتُلَ النَّاسَ جَمِيْعًا وَإِيَّايَ مَعَهُمْ؟ قُلْتُ لَا قَالَ: ((فَإِنَّكَ إِذَا قَتَلْتَ رَجُلاً وَّاحِداً فَكَأَنَّمَا قَتَلْتَ النَّاسَ جَمِيْعاً فَانْصَرِفْ مَأْذُوْنًا لَكَ مَأْجُوْراً غَيْرَ مَأْزُوْرٍ.)) قَالَ فَانْصَرَفْتُ وَلَمْ أُقَاتِلْ. ❶

❶ تفسیر ابن کثیر ۲/ ٦٦

جب امیر المومنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو باغیوں نے گھیرے میں لیا تو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ان کے پاس آئے فرمایا میں آپ کی مدد کرنے کے لیے اور مخالفین کے ساتھ لڑنے کے لیے حاضر ہوا ہوں، یہ سن کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''اے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ تجھے یہ بات پسند ہے کہ تو سب لوگوں کو میرے سمیت قتل کر دے؟'' حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرمانے لگے مجھے یہ پسند نہیں، امیر المومنین نے فرمایا: ''لوٹ جاؤ میں چاہتا ہوں اللہ تعالیٰ آپ کو اجر دیں اور گناہ سے محفوظ رکھیں، کیونکہ ایک انسان کو قتل کرنا ایسا برا ہے جیسے تمام انسانیت کو قتل کرنا یہ سن کر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ واپس لوٹ آئے۔

﴿وَمَنْ اَحْيَاهَا فَكَاَنَّمَآ اَحْيَا النَّاسَ جَمِيْعًا﴾

قتل کا اجراد نیا کی تباہی اور بربادی کا سبب ہے اور اس کی روک تھام دنیا کی زندگی کا باعث بنتی ہے اسی لیے سعید بن جبیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں ایک مسلمان کا خون حلال کرنے والا تمام لوگوں کا قاتل ہوتا ہے ایک مسلم کو خون سے بچانے والا تمام لوگوں کو خون سے بچا رہا ہے۔ ❶

اچھے یا برے طریقے کی ابتدا کرنے والے کا اجر

جو شخص کوئی برے یا اچھے فعل کا اجرا کرتا ہے وہ اس فعل میں لوگوں کی برائی اور اچھائی میں شریک ہوگا۔

حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ کچھ لوگ رسول اللہ ﷺ کے پاس اونی کپڑے پہن کر آئے آپ ﷺ نے ان کی یہ حالت دیکھ کر لوگوں کو صدقہ کی ترغیب دی تو ایک انصاری تھیلی میں چاندی لایا پھر دوسرے لوگ بھی کچھ نہ کچھ لائے تو آپ ﷺ کے چہرے مبارک پر خوشی کے آثار دکھائی دیے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ سَنَّ فِي الْاِسْلَامِ سُنَّةً حَسَنَةً فَلَهُ اَجْرُهَا وَاَجْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا مِنْ بَعْدِهِ مِنْ غَيْرِ اَنْ يُّنْقَصَ مِنْ اُجُوْرِهِمْ شَيْءٌ وَمَنْ سَنَّ فِي الْاِسْلَامِ سُنَّةً سَيِّئَةً كَانَ عَلَيْهِ وِزْرُهَا وَوِزْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا مِنْ بَعْدِهِ مِنْ غَيْرِ اَنْ يُّنْقَصَ مِنْ اَوْزَارِهِمْ شَيْءٌ.)) ❷

جس نے اسلام میں کسی اچھے کام کی ابتدا کی اور اس کے بعد جب تک اس پر عمل ہوتا رہے گا یہ اس اجر و ثواب میں برابر کا شریک ہوگا اور عمل کرنے والوں کے اجر میں کمی نہیں کی جائے گی اور جس نے اسلام میں کوئی برا کام جاری کیا

❶ تفسیر طبری: ۱۰/ ۲۳۵۔
❷ صحیح مسلم کتاب الزکوٰۃ باب الحث علی الصدقة ولو بشق تمرة او بكلمة طيبة رقم: ۱۰۱۷۔

جب تک اس پر عمل ہوتا رہے گا یہ بھی اس گناہ میں برابر کا شریک ہوگا اور عمل کرنے والوں کے گناہ میں کوئی کمی نہیں ہوگی۔

﴿وَ لَقَدْ جَآءَتْهُمْ رُسُلُنَا بِالْبَیِّنٰتِ ثُمَّ اِنَّ كَثِیْرًا مِّنْهُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ فِی الْاَرْضِ لَمُسْرِفُوْنَ﴾

ان (بنی اسرائیل) کے پاس ہمارے رسول ﷺ واضح دلائل اور معجزات لے کر آئے لیکن اس کے باوجود بھی لوگ اپنی سرکشی سے باز نہ آئے، اسی طرح بنوقینقاع کے یہود، بنوقریظہ اور بنونضیر اوس اور خزرج کے ساتھ مل کر آپس میں ایک دوسرے سے لڑتے اور مقتول کی دیت ادا کرتے تھے جس پر قرآن میں ان کا عہد یاد کرایا گیا۔

﴿وَ اِذْ اَخَذْنَا مِیْثَاقَكُمْ لَا تَسْفِكُوْنَ دِمَآءَكُمْ وَ لَا تُخْرِجُوْنَ اَنْفُسَكُمْ مِّنْ دِیَارِكُمْ ثُمَّ اَقْرَرْتُمْ وَ اَنْتُمْ تَشْهَدُوْنَ ﴿۸۴﴾ ثُمَّ اَنْتُمْ هٰۤؤُلَآءِ تَقْتُلُوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَ تُخْرِجُوْنَ فَرِیْقًا مِّنْكُمْ مِّنْ دِیَارِهِمْ تَظٰهَرُوْنَ عَلَیْهِمْ بِالْاِثْمِ وَ الْعُدْوَانِ ؕ وَ اِنْ یَّاْتُوْكُمْ اُسٰرٰى تُفٰدُوْهُمْ وَ هُوَ مُحَرَّمٌ عَلَیْكُمْ اِخْرَاجُهُمْ﴾ [1]

تم سے یہ عہد لیا گیا تم آپس میں خون نہ بہاؤ اور ایک دوسرے کو وطن سے نہ نکالو لیکن تم نے پختہ عہد کرنے کے باوجود اس کی خلاف ورزی کی فدیہ ادا کیا لیکن ان کو گھروں سے نکالنا بھی تم پر حرام تھا تم نے بعض احکامات ماننے اور بعض کا انکار کر دیا ایسا کرنے والوں کی یہ سزا ہے کہ دنیا میں رسوا اور ذلیل ہوں اور آخرت میں ان کو سخت عذاب دیا جائے اور اللہ تعالیٰ تمھارے اعمال سے غافل نہیں ہیں۔

آیت مبارکہ سے جو مسائل ثابت ہوتے ہیں

۱: اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو ادب سکھلانے کے لیے اس قصہ کو بیان فرمایا لیکن انھوں نے کوئی فائدہ حاصل نہیں کیا۔

۲: بنی اسرائیل نے دنیا کے اندر فتنہ وفساد جہالت اور کم علمی کی بنا پر برپا نہیں کیا تھا بلکہ اس کا سبب انکار اور خواہشات کی اتباع کرنا تھا۔

۳: یہود اللہ تعالیٰ کے غضب کے مستحق ٹھہرے۔

۴: تین آدمیوں کو قتل کرنے کے سوا قتل کرنا تمام ادیان میں حرام ہے وہ تین آدمی یہ ہیں۔

(۱) جو ایمان لانے کے بعد مرتد ہو جائے۔ (۲) شادی شدہ زنا کرے۔ (۳) جو کسی کو ظلم اور زیادتی سے قتل کرے

[1] سورۃ بقرہ پارہ ۱ آیت: ۸۴، ۸۵۔

﴿اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِیْنَ یُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَیَسْعَوْنَ فِی الْاَرْضِ فَسَادًا اَنْ یُّقَتَّلُوْٓا اَوْ یُصَلَّبُوْٓا اَوْ تُقَطَّعَ اَیْدِیْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ مِّنْ خِلَافٍ اَوْ یُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ ؕ ذٰلِكَ لَهُمْ خِزْیٌ فِی الدُّنْیَا وَلَهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِیْمٌ ﴿۳۳﴾ اِلَّا الَّذِیْنَ تَابُوْا مِنْ قَبْلِ اَنْ تَقْدِرُوْا عَلَیْهِمْ ۚ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۳۴﴾﴾

جولوگ اللہ تعالیٰ اوراس کے رسول ﷺ سے لڑتے اور زمین میں فساد پھیلانے کی کوشش کرتے ہیں ان کی سزا یہی ہے کہ وہ قتل کر دیے جائیں یا سولی دیے جائیں یا ایک طرف کا ہاتھ اور دوسری طرف کا پاؤں کاٹ دیا جائے یا وہ جلاوطن کر دیے جائیں یہ ان کی دنیا میں رسوائی ہے اور آخرت میں ان کے لیے بڑا عذاب ہے مگر جولوگ گرفتاری سے پہلے توبہ کرلیں پس تم جان لو کہ بے شک اللہ تعالیٰ بخشنے والے مہربان ہیں۔

مشکل الفاظ کے معانی

یُحَارِبُوْنَ: یہ الحرب سے ماخوذ ہے حرب امن اور سلامتی کی ضد ہوتی ہے۔ (وہ جنگ کرتے ہیں)۔

وَیَسْعَوْنَ فِی الْاَرْضِ فَسَادًا: وہ زمین میں فساد پھیلانے کی کوشش کرتے ہیں فساد اصلاح کی ضد ہے اس سے مراد ڈاکہ ڈالنا اور ناجائز طریقہ سے لوگوں کا مال چھین لینا اور عزتوں سے کھیلنا ہے۔

اَنْ یُّقَتَّلُوْا: مفسدین کو ڈرانے کے لیے ان کے قتل میں مبالغہ کیا جائے۔ (ان کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا جائے)

یُصَلَّبُوْا: ان کو لکڑی کے تختوں پر باندھ کر قتل کیا جائے۔

مِنْ خِلَافٍ: مخالف سائیڈ سے ان کے اعضا کاٹ دیے جائیں۔

یُنْفَوْا: انکو مملکت اسلامیہ سے نکال دیا جائے۔

خِزْیٌ: ذلت ورسوائی۔

عَذَابٌ عَظِیْمٌ: جہنم کا عذاب۔

قَبْلِ اَنْ تَقْدِرُوْا عَلَیْهِمْ: ان پر قدرت رکھنے سے پہلے (ان کے پکڑے جانے سے پہلے)۔

آیت مبارکہ کی ماقبل سے مناسبت

اللہ تعالیٰ نے اس سے قبل قتل کے مفاسد ذکر کر کے یہاں ان لوگوں کی سزا بیان فرمائی ہے جو زمین میں فساد برپا اور قتل کا ارتکاب کرتے ہیں تا کہ آئندہ کوئی کسی پر زیادتی کی کوشش نہ کرے۔

شانِ نزول

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

((اَنَّ نَاساً مِنْ عُكْلٍ وعُرَيْنَةَ قَدِمُوْا الْمَدِيْنَةَ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ وَتَكَلَّمُوْا بِالْإِسْلَامِ فَقَالُوْا يَا نَبِيَّ اللّٰهِ إِنَّا كُنَّا أَهْلَ ضَرْعٍ وَلَمْ نَكُنْ اَهْلَ رِيْفٍ وَاسْتَوخَمُوْا الْمَدِيْنَةَ فَأَمَرَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِذَوْدٍ وَّرَاعٍ وَّأَمَرَهُمْ أَنْ يَّخْرُجُوْا فِيْهِ فَيَشْرَبُوْا مِنْ أَلْبَانِهَا وَأَبْوَالِهَا فَانْطَلَقُوْا حَتّٰى إِذَا كَانُوْا نَاحِيَةَ الْحَرَّةِ كَفَرُوْا بَعْدَ إِسْلَامِهِمْ وَقَتَلُوْا رَاعِيَ النَّبِيِّ ﷺ وَاسْتَاقُوْا الذَّوْدَ فَبَلَغَ النَّبِيَّ ﷺ فَبَعَثَ الطَّلَبَ فِيْ أَثَارِهِمْ فَأَمَرَبِهِمْ فَسَمَرُوْا أَعْيُنَهُمْ وَقَطَعُوْا أَيْدِيَهُمْ وَتُرِكُوْا فِيْ نَاحِيَةِ الْحَرَّةِ حَتّٰى مَاتُوْا عَلٰى حَالِهِمْ.)) ❶

قبیلہ عکل اور عرینہ کے کچھ آدمی مدینہ طیبہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور انھوں نے اسلام کی باتیں کیں وہ کہنے لگے یا رسول اللہ ﷺ! ہم اونٹوں والے ہیں کھیتی باڑی کرنے والے نہیں مدینہ کی آب و ہوا انکو موافق نہ آئی ان کے پیٹ پھول گئے آپ ﷺ نے ان کو حکم دیا کہ تم میرے چرواہے کے ساتھ مدینہ سے باہر چلے جاؤ اور وہاں تم اونٹوں کا پیشاب اور دودھ ملا کر پینا ایسا کرنے سے جب وہ صحت یاب ہوئے تو انھوں نے وادی الحرۃ میں اسلام سے انکار کرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ کے چرواہے کو قتل کر دیا اور آپ ﷺ کے اونٹ لیکر چل دیے جب آپ ﷺ کو اطلاع ملی تو آپ ﷺ نے کچھ صحابہ کو ان کی تلاش میں بھیجا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم انکو پکڑ کر لے آئے تو آپ ﷺ نے ان کی آنکھوں میں گرم سلائیاں پھیر دیں اور ان کے ہاتھ کاٹ دیے اور ان کو وادی الحرہ میں اسی حالت میں چھوڑ دیا وہ اسی حالت میں ہلاک ہو گئے (اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔)

---

❶ صحیح بخاری کتاب المغازی باب قصة عكل وعرينة رقم : ٤١٩٢، صحيح مسلم كتاب القسامة باب حكم المحاربين والمرتدين رقم ١٦٧١، سنن ابى داود كتاب الحدود ٢/ ٢٤٤ باب ماجاء في المحاربة رقم: ٤٣٦٦

التوضیح: ﴿إِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِيْنَ يُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ﴾

اس آیت مبارکہ میں ان لوگوں کا ذکر ہے جو اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کے حکم کی مخالفت کرتے ہوئے کفر اور ڈاکہ زنی زمین شورش وفساد اور لوگوں کو خوف زدہ کر کے طرح طرح کی بدامنی پیدا کرتے ہیں تاکہ معاشرہ کا امن خراب ہو اور وہ برے مقاصد میں کامیاب ہو جائیں۔

یحاربون، باب مفاعلہ سے ہے جانبین کی طرف مشارکت اس باب کی خاصیت ہے۔

لیکن یہاں فریق ثانی (لفظ اللہ اور اس کا رسول) مجازاً استعمال ہوا ہے یا یوں سمجھیں اس سے مراد ''يُحَارِبُوْنَ اَوْلِيَاءَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ'' اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے دوستوں سے جنگ کرتے ہیں۔

شروط محاربین: (فساد کرنے والے)

۱. مسلح ہو کر بڑے غرور اور طنطنے سے ظاہری طور پر حملہ آور ہوں تاکہ ڈاکو اور چور کا فرق معلوم ہو یاد رہے چاہے اکیلا ہو یا گروپ کی شکل میں وہ کسی مسلمان کا مال پکڑیں یا کسی ذمی کا۔

۲. ان کا طریقہ واردات موبائیل ہو یعنی وہ چلتے پھرتے واردات کریں، لیکن جمہور کے نزدیک ان کا یہ جرم شہر کی حدود یا حدود کے باہر عام راستہ پر ہو۔

۳. امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ان کا یہ جرم شہر کی حدود سے باہر ہوگا۔

۴. لوگوں کا طاقت کے بل بوتے اور سینہ زوری سے مال چھیننے۔

محاربین کی سزا

﴿اَنْ يُّقَتَّلُوْٓا اَوْ يُصَلَّبُوْٓا اَوْ تُقَطَّعَ اَيْدِيْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ مِّنْ خِلَافٍ اَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ﴾

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے محاربین کے لیے دو قسم کی سزا کا ذکر فرمایا ہے:

(۱) دنیا میں سزا

(۲) آخرت میں سزا

دنیاوی سزا

دنیا میں ان کو چار قسم کی سزا دی جائے گی۔

۱. اگر انھوں نے کسی کو مال لوٹنے کے بغیر قتل کیا ہے تو ان کو قتل کیا جائے گا۔ قاتل کو مقتول کے ورثاء بھی معاف نہیں کر سکتے۔

۲. اگر انھوں نے مال لوٹنے کے بعد قتل کیا ہے ایسے افراد کو قتل کرنے کے بعد سولی پر لٹکایا جائے گا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایسے افراد کو تین دن تک سولی پر رکھا جائے گا۔

۳. اگر انھوں نے مال لوٹنے پر اکتفا کیا ہو اس صورت میں ان کے ہاتھ اور پاؤں مخالف سائیڈ سے کاٹے جائیں گے۔

۴. اگر انھوں نے راستہ میں لوگوں کو صرف ڈرایا اور دھمکایا ہو تو ان کو جلا وطن کیا جائے گا۔

آخرت میں سزا

مندرجہ بالا دنیاوی سزائیں جو دنیا میں ذلت اور رسوائی کا سبب بنیں ان کے ساتھ ان کو آخرت میں دردناک عذاب کی وعید سنائی جا رہی ہے اگر وہ پکڑے جانے سے پہلے توبہ کیے بغیر فوت ہو جائیں یا دنیاوی سزا پانے کے بعد مرتد رہیں تو ان کے لیے آخرت میں ذلت اور رسوائی ہے کیونکہ مسلمان کو جب دنیا میں کسی گناہ کی سزا ملے تو وہ سزا اس کے گناہ کا کفارہ ہوتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ قَالَ كُنَّا مَعَ رَسولِ اللّٰه ﷺ مَعَ مَجْلِسٍ فَقَالَ: ((تُبَايِعُوْنِيْ اَنْ لَّا تُشْرِكُوْا بِاللّٰهِ شَيْئًا وَلَاتَزْنُوْا وَلَاتَسْرِقُوْا وَلَاتَقْتُلُوْا النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ إِلَّا بِالْحَقِّ فَمَنْ وَّفٰى مِنْكُمْ فَأَجْرُهُ عَلَى اللّٰهِ وَمَنْ اَصَابَ شَيْئًا مِنْ ذٰلِكَ فَعُوْقِبَ بِهٖ فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَّهٗ))❶

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم ایک مجلس میں رسول اللہ ﷺ کے پاس تھے تو آپ ﷺ نے ہم سے شرک نہ کرنے اور زنا نہ کرنے، چوری نہ کرنے اور ناحق کسی کو قتل نہ کرنے پر بیعت لینے کے بعد فرمایا جس نے اپنے اس وعدہ کو پورا کیا اس کا اجر اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے جس نے ان کاموں سے کسی فعل کا ارتکاب کیا اور اسے دنیا میں اس کی سزا مل گئی تو یہ اس کے گناہ کا کفارہ ہوگی۔

---

❶ صحیح مسلم کتاب الحدود باب الحدود و کفارات لاھلھا رقم: ۷۱۰۹

﴿ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْ قَبْلِ اَنْ تَقْدِرُوْا عَلَيْهِمْ ۚ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴾

اگر کوئی راہ زن گرفتار ہونے سے پہلے توبہ کر لے تو اس سے سزا ساقط ہو جائے گی کیونکہ خالص توبہ سے بھی سزا کا مقصود (فساد وغیرہ کو ترک کرنا) حاصل ہو جاتا ہے لیکن حقوق العباد توبہ سے معاف نہیں ہوں گے۔

جیسا کہ آپ نے فرمایا ہے کیا تم جانتے ہو کہ مفلس کون ہے؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے جواب دیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مفلس وہ ہے کہ جس کے پاس مال و دولت نہ ہو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت سے مفلس وہ ہے جو قیامت کے دن نماز، روزہ، زکوۃ لے کر آئے گا لیکن اس کے ذمہ حقوق العباد ہوں گے اس کے تمام اعمال صالحہ صاحب حقوق کو مل جائیں گے اور یہ شخص خالی ہاتھ ہو کر جہنم رسید جائے گا۔ ❶

اگر کوئی راہ زن گرفتاری کے بعد تائب ہو تو اس کی توبہ بے فائدہ ہوگی اور اس پر حد قائم کی جائے گی۔

آیات سے اخذ ہونے والے مسائل

۱ مسلمانوں کا مال لوٹنے والوں کی سزا کا ذکر ہے۔

۲ قصاص لینے والے کو ظالم نہیں کہا جا سکتا۔

۳ کسی مومن کا قتل بہت بڑا گناہ ہے۔

۴ کسی مسلمان پر حد نافذ ہونے پر وہ اس کے اس گناہ کا کفارہ بن جاتی ہے۔

۵ حقوق العباد پامال کرنے والا بہت سی نیکیاں ہونے کے باوجود قیامت کو سب سے بڑا مفلس ہوگا۔

۶ محاربت کرنے والا اگر گرفتار ہونے سے پہلے توبہ کر لے تو اس سے سزا ساقط ہو جاتی ہے۔

۷ حقوق العباد کی ادائیگی ضروری ہے حتیٰ کہ صاحب حق اس کو معاف کر دے۔

❶ صحيح مسلم كتاب البر باب تحريم الظلم رقم: ٢٥٨١۔

﴿يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابْتَغُوْٓا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ وَجَاهِدُوْا فِيْ سَبِيْلِهٖ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿35﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ اَنَّ لَهُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا وَّمِثْلَهٗ مَعَهٗ لِيَفْتَدُوْا بِهٖ مِنْ عَذَابِ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَا تُقُبِّلَ مِنْهُمْ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿36﴾ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّخْرُجُوْا مِنَ النَّارِ وَمَا هُمْ بِخٰرِجِيْنَ مِنْهَا ۖ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ ﴿37﴾﴾

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرتے رہو اور اس تک وسیلہ ڈھونڈو اور لڑائی کرو اس کی راہ میں تاکہ تم فلاح پا جاؤ۔ وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا اگر ان کے پاس ہو جتنا کچھ زمین میں ہے سارا اور اس کے ساتھ اتنا اور تاکہ وہ قیامت کے عذاب کی چھڑوائی میں دیں وہ ان سے قبول نہیں کیا جائے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے ارادہ کرتے ہیں کہ وہ آگ سے نجات پالیں پس نہیں ہیں وہ اس سے نجات پانے والے اور ان کے لیے ہمیشہ رہنے والا عذاب ہے۔

مشکل الفاظ کے معانی

اِتَّقُوا اللّٰهَ: تم اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرو اور اس کے رسول ﷺ کے احکامات پر عمل کرو اور اس کے منہیات سے اجتناب کرو۔ ''تقویٰ'' وَقٰی یَقِیْ سے مشتق ہے اور اس سے مراد انسان کا دورویہ باڑ سے اپنے آپ کو بچا کر گزرنا ہے تاکہ اس باڑ سے الجھ نہ جائے۔

وَابْتَغُوْا: تم تلاش کرو۔

الْوَسِيْلَةَ: وسیلہ لغت میں قرب کو کہتے ہیں اس سے مراد اعمال صالحہ کی بجا آوری کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے ناپسندیدہ اعمال کو ترک کر کے اس کا قرب حاصل کرنا ہے اور یہ جنت میں ایک مقام کا نام بھی ہے۔

وَجَاهِدُوْا: اور جہاد کرو تم۔ ''الجہاد'' جهد سے مشتق ہے (کوشش اور تھکاوٹ) انسان اعلاء كلمة الله کے لیے کوشش کرے اور اپنے نفس کو برائی سے روکنا بھی جہاد ہے۔

تُفْلِحُوْنَ: تم کامیاب ہو جاؤ گے۔

عَذَابٌ مُّقِيْمٌ: ہمیشہ رہنے والا عذاب۔

آیت کی ماقبل سے مناسبت

اللہ تعالیٰ نے یہود کا حسد، مکروفریب اور ان کا انبیاء کرام کو قتل کرنا اور اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہونے کا دعویٰ بیان کرنے کے بعد مومنوں کو حکم دیا ہے کہ وہ یہود ونصاریٰ کی طرح بلند وبالا ادعا سے پرہیز کرتے ہوئے اس کے اوامر پر عمل اور نواہی سے اجتناب کرتے ہوئے اعمال صالحہ کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کا قرب تلاش کریں۔

التوضیح

﴿يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابْتَغُوْٓا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ﴾

اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو اپنے عذاب اور سزا سے ڈراتے ہوئے تقویٰ اور پرہیزگاری کو اپنی اطاعت کے ساتھ مشروط کرکے (برے اعمال سے روکا اور اچھے اعمال وافعال کرنے کا حکم دیا ہے اگر اعمال صالحہ حکم الٰہی کے مطابق ہوں گے تو پھر وہ قبول ہوں گے اگر اپنی مرضی سے کیے جائیں تو ان اعمال کی عنداللہ کوئی قدر نہیں ہوگی) ہمیں حکم دیا ہے ہم اعمال صالحہ کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کریں اور یہاں اعمال صالحہ کو لفظ وسیلہ سے تعبیر کیا گیا ہے اور اس معنی پر سب علماء کا اتفاق ہے کسی کا کوئی اختلاف نہیں۔

وسیلہ کا مفہوم

وسیلہ جنت میں ایک مقام کا نام ہے۔عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا۔((إِذَا سَمِعْتُمُ الْمُؤَذِّنَ فَقُوْلُوْا مِثْلَ مَا يَقُوْلُ ثُمَّ صَلُّوْا عَلَيَّ فَإِنَّهُ مَنْ صَلّٰى عَلَيَّ صَلٰوةً صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ عَشْراً ثُمَّ سَلُوْا اللّٰهَ لِيَ الْوَسِيْلَةَ فَإِنَّهَا مَنْزِلَةٌ فِي الْجَنَّةِ لَا تَنْبَغِيْ إِلَّا لِعَبْدٍ مِنْ عِبَادِ اللّٰهِ وَأَرْجُوْ أَنْ أَكُوْنَ أَنَا هُوَ فَمَنْ سَأَلَ لِيَ الْوَسِيْلَةَ حَلَّتْ عَلَيْهِ الشَّفَاعَةُ))[1]

کہ جب تم مؤذن کی آواز سنو تو جس طرح وہ کہتا ہے اسی طرح تم بھی وہ کلمات کہو پھر تم مجھ پر درود بھیجو جس نے مجھ پر درود بھیجا اس پر اللہ تعالیٰ دس رحمتیں نازل فرمائیں گے پھر اللہ تعالیٰ سے میرے لیے وسیلہ کا سوال کرو کیونکہ یہ (وسیلہ) جنت میں ایک مقام ہے وہ اللہ تعالیٰ کے تمام بندوں میں سے صرف ایک کو ملے گا اور مجھے امید ہے کہ وہ میں ہوں گا جس نے

[1] صحیح مسلم کتاب الصلوة باب استحباب القول مثل قول المؤذن رقم: ٣٨٤۔

اللہ تعالیٰ سے میرے لیے وسیلہ کا سوال کیا اس کے لیے میری شفاعت حلال (واجب) ہو جائے گی۔

﴿وَجَاهِدُوْا فِيْ سَبِيْلِهٖ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ﴾

اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو ترک محارم اور فعل خیر کا حکم دینے کے بعد کفار اور مشرکین اور جو لوگ دین قویم کو چھوڑنے والے ہیں ان کے ساتھ جہاد کرنے کا حکم دیا ہے۔

جہاد کا معنی

انسان کا اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے مشقت اور تکلیف اٹھانا ہے وہ تکلیف اور مشقت دشمن کے مقابلہ میں ہو یا اپنی خواہشات سے رکنے کی بناء پر ہو جہاد کہلاتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اخروی کامیابی کو محارم کے ترک کرنے اور اچھے کاموں کو بجالانے اور اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے کام کرنے کے ساتھ مشروط کیا ہے لیکن اس کے لیے نیت کا خالص ہونا ضروری ہے۔

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ اَنَّ لَهُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا وَّ مِثْلَهٗ مَعَهٗ لِيَفْتَدُوْا بِهٖ مِنْ عَذَابِ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَا تُقُبِّلَ مِنْهُمْ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ﴾

اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو تقویٰ اور تزکیہ نفس کا حکم دینے کے بعد برے لوگوں کی سزا کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کرتے اور اس کے رسولوں کو جھٹلاتے اور اللہ تعالیٰ کی آیات کے ساتھ مذاق کرتے اور غیر اللہ کی پوجا کرتے ہوئے اگر بغیر توبہ کے فوت ہو گئے تو وہ قیامت کے دن آرزو کریں گے ان سے زمین بھر کے برابر سونا لیکر آج ان کو عذاب سے رہائی مل جائے اس وقت کوئی چیز بھی انہیں عذاب الٰہی سے نہیں بچا سکے گی۔

﴿يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّخْرُجُوْا مِنَ النَّارِ وَمَا هُمْ بِخَارِجِيْنَ مِنْهَا ۫ وَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ﴾

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ مذکورہ لوگ ہمیشہ جہنم میں رہیں گے اور یہ لوگ شدت عذاب کی وجہ سے جب بھی وہاں سے نکلنے کی کوشش کریں گے تو ان کو پھر دوبارہ جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((يُؤْتٰى بِالرَّجُلِ مِنْ اَهْلِ النَّارِ فَيُقَالُ: يَا ابْنَ آدَمَ كَيْفَ وَجَدْتَ مَضْجَعَكَ؟ فَيَقُوْلُ شَرَّ مَضْجَعٍ فَيُقَالُ هَلْ تَفْتَدِيْ بِقُرَابِ الْاَرْضِ ذَهَباً؟ قَالَ: فَيَقُوْلُ نَعَمْ. يَا رَبِّ

فَیَقُوْلُ اللّٰہُ تَعَالٰی کَذَبْتَ، قَدْ سَأَلْتُكَ اَقَلَّ مِنْ ذٰلِكَ فَلَمْ تَفْعَلْ فَیُؤْمَرُبِہٖ اِلَی النَّارِ.)) ❶

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''ایک ایسے آدمی کو پیش کرنے کا حکم ہوگا جس پر جہنم کی آگ لازم ہو چکی ہوگی اور اس سے کہا جائے گا اے ابن آدم! تو نے اپنے ٹھکانے کو کیسا پایا؟ تو وہ کہے گا کہ بہت برا ہے ٹھکانہ تو اس کے لیے کہا جائے گا کہ تو زمین کے برابر سونا فدیے میں دیتا ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: وہ کہے گا ہاں، میرے رب! تو اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرمائیں گے، تو نے جھوٹ بولا ہے میں نے تو تجھ سے اس سے بہت تھوڑی چیز کا مطالبہ کیا تھا لیکن تو نے نہ دی پس اس کو آگ میں پھینک دینے کا حکم دیا جائے گا۔''

آیات سے اخذ ہونے والے مسائل

۱ اعمال صالحہ کے ذریعے اللہ کا قرب حاصل کرنے کا حکم ہے جسے ان آیات میں وسیلہ کہا گیا ہے۔

۲ جنت میں ایک مقام وسیلہ ہے جو تمام انسانوں میں سے ایک انسان کو نصیب ہوگا۔

۳ پیغمبر رحمت ﷺ کے لیے وسیلے کی دعا کرنے والا آپ کی شفاعت کا مستحق ہوگا۔

۴ کفار و مشرکین کی قیامت کے دن نجات قطعاً ناممکن ہے۔

۵ قیامت کے دن کوئی فدیہ قابل قبول نہ ہوگا۔

❀❀❀

﴿وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْٓا اَیْدِیَهُمَا جَزَآءًۢ بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَ اللّٰهُ عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ ﴿38﴾ فَمَنْ تَابَ مِنْۢ بَعْدِ ظُلْمِهٖ وَاَصْلَحَ فَاِنَّ اللّٰهَ یَتُوْبُ عَلَیْهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿39﴾ اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ یُعَذِّبُ مَنْ یَّشَآءُ وَیَغْفِرُ لِمَنْ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴿40﴾﴾

جو مرد یا عورت چوری کرے ان کے ہاتھ کاٹ دو یہ جو انھوں نے فعل کیا ہے اس کی سزا اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے عبرت ہے اور اللہ تعالیٰ غالب حکمت والے ہیں جو آدمی چوری کرنے کے بعد توبہ کرے اور اچھے اعمال کرے بے شک اللہ تعالیٰ اسے معاف کر دیتے ہیں بے شک اللہ تعالیٰ بخشنے والے مہربان ہیں۔ کیا آپ نے نہیں جانا کہ آسمان اور زمین میں اللہ

❶ صحیح البخاری کتاب الرقاق باب من نوقش الحساب عذب رقم ۶۵۳۸، صحیح المسلم کتاب صفات المنافقین باب طلب الکافر فداء بملأالارض ذھبا رقم: ۲۸۰۵۔

تعالیٰ کی ہی حکومت ہے جس کو چاہے وہ معاف کر دے اور جس کو چاہے عذاب دے اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہیں۔

مشکل الفاظ کے معانی

اَلسَّارِقُ: چوری کرنے والا یعنی جو شخص کسی کا مال حرز (باڑ، چار دیواری، حفاظت کی حدود) کے اندر سے پوشیدہ طور پر اٹھائے۔

فَاقْطَعُوْا: تم کاٹ ڈالو۔

نَکَالًا: سزا۔

عَزِیْزٌ: غالب ہے یعنی اس کے اور اس کی مراد کے درمیان کوئی چیز حائل نہیں ہوتی۔

حَکِیْمٌ: اپنے فیصلوں اور تدبیروں میں حکمت والا ہے۔

بَعْدِ ظُلْمِهٖ: لوگوں کا مال پکڑنے اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کے بعد۔

اَصْلَحَ: توبہ کے بعد اعمال صالحہ کا کرنا۔

یَتُوْبُ عَلَیْهِ: اس کی توبہ قبول کرے۔

آیات کی ماقبل سے مناسبت

اللہ تعالیٰ نے محاربین (جو لوگ زمین میں فساد کرتے ہیں) کی سزا بیان کرنے کے بعد لوگوں کو پرہیز گاری کا حکم دیا تھا تاکہ وہ لوگ اللہ تعالیٰ کے محارم اور معاصی سے اجتناب کریں پھر ان لوگوں کی سزا کا ذکر کیا جو لوگوں کا مال پوشیدہ اور ناجائز طریقہ سے پکڑتے ہیں یعنی چوری کرتے ہیں۔

﴿وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْٓا اَیْدِیَهُمَا جَزَآءًۢ بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَ اللّٰهُ عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ﴾

چور کا ہاتھ کاٹنا اور دیت کا ادا کرنا اسلام سے قبل قریش میں جاری تھا اللہ تعالیٰ نے اسلام میں بھی جاری رکھتے ہوئے حکمرانوں کو چور مرد ہو یا عورت اس کا ہاتھ کاٹنے کا حکم فرمایا ہے۔

تعریف السرقہ : (چوری کی تعریف)

"اَخْذُ الْمَالِ خَفِیَّۃً مِّنْ حِرْزِ الْمِثْلِ" حرز کے اندر سے کسی کا مال چپکے سے اٹھانا۔

حرز کی دو اقسام ہیں:

۱. حرز بنفسہ، جیسے: گھر، صندوق وغیرہ۔

۲. حرز بغیرہ، وہ مقامات جن کی حفاظت کوئی انسان کرے یا وہ سامان جس کے پاس اس کا مالک ہو۔ [1]

سرقہ کی اقسام

چوری دو طرح کی ہوتی ہے۔

۱. سرقہ کبریٰ: جیسے ڈاکہ وغیرہ ڈالنا۔

۲. سرقہ صغریٰ: جیسے کسی کا مال چرالینا وغیرہ۔

قطع ید کا طریقہ

چور کا پہلی مرتبہ دایاں ہاتھ کلائی کے جوڑ (گٹ) سے کاٹا جائے گا اگر پھر وہ چوری کرے تو اس کا دایاں پاؤں ٹخنے والے جوڑ سے کاٹا جائے گا اگر پھر وہ اس جرم کا ارتکاب کرے تو اس کا بایاں ہاتھ کاٹا جائے اگر وہ پھر چوری کرے تو اس کا بایاں پاؤں کاٹا جائے گا۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ:((فِي السَّارِقِ يَسْرِقُ إِنْ سَرَقَ فَاقْطَعُوْا يَدَهُ ثُمَّ إِنْ سَرَقَ فَاقْطَعُوْا رِجْلَهُ ثُمَّ إِنْ سَرَقَ فَاقْطَعُوْا يَدَهُ ثُمَّ إِنْ سَرَقَ فَاقْطَعُوْا رِجْلَهُ .)) [2]

رسول اللہ ﷺ نے چور کے متعلق فرمایا اگر وہ پہلی مرتبہ چوری کرے تو اس کا دایاں ہاتھ کاٹ دو اگر وہ دوبارہ چوری کرے تو اس کا دایاں پاؤں کاٹ دیا جائے اگر وہ پھر چوری کرے تو اس کا بایاں ہاتھ پھر بایاں پاؤں کاٹ دیا جائے۔

ابوبکر رضی اللہ عنہ صدیق نے فرمایا: ((ثُمَّ إِذَا سَرَقَ بَعْدَهُ يُعَزَّرُ وَيُحْبَسُ حَتّٰى تَظْهَرَ تَوْبَتُهُ)) [3]

اگر وہ پھر چوری کا ارتکاب کرے تو اسے جسمانی سزا دی جائے اور قید میں رکھا جائے یہاں تک کہ وہ توبہ کرلے۔

---

[1] تفسیر المنیر ٦/١٨٠

[2] الدارقطنی و مجمع الزوائد ٦/ ٢٧٥ باب ماجاء فی السرقة وما لا قطع فيه

[3] تفسیر البغوی ٦/ ٥٣

حد کی شروط

چور پر حد لگانے کی تین شرطیں ہیں :

١. عاقل ہو۔ ٢. بالغ ہو۔ ٣. چوری شدہ مال مقررہ نصاب کو پہنچے۔

سرقہ (چوری) کا نصاب

عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((تُقْطَعُ يَدُالسَّارِقِ فِيْ رُبْعِ دِيْنَارٍ))[1]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''چور کا ہاتھ چوتھائی دینار میں کاٹا جائے گا۔''

ایک دوسری روایت میں ہے۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہ قَالَ: ((اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَطَعَ فِيْ مِجَنٍّ ثَمَنُهٗ ثَلَاثَةَ دَرَاهِمَ))[2]

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک آدمی کا ہاتھ کاٹ دیا جس نے ایک ڈھال چرائی تھی اور اس کی قیمت تین درھم تھی۔

یہ روایت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ربع دینار والی روایت کے مخالف نہیں کیونکہ اس وقت ایک دینار بارہ درہم کا تھا اس لحاظ سے تین درہم ربع دینار ہوئے۔[3]

ابوالعلاء مصری جب بغداد میں آیا تو اس نے چوری کی حد پر اعتراض کیا کہ اگر ہاتھ کاٹ دیا جائے تو اس کی دیت پانچ صد دینار ہیں پھر تعجب ہے اسی ہاتھ کو تین درہم کی چوری میں کاٹ دیا جاتا ہے قاضی عبدالوہاب رحمہ اللہ نے اس کا یہ جواب دیا تھا جب ہاتھ امین تھا اس وقت اس کی قیمت بھی زیادہ تھی جب یہ خائن ہوگیا تو اس کی قیمت بھی کم ہوگئی۔

ثبوت سرقہ کی شروط

١. سرقہ یعنی اقرار کے ساتھ ثابت ہو جاتی ہے اقرار کے بعد گواہوں کی کوئی ضرورت نہیں۔

٢. دو (عادل) گواہوں کا ہونا۔

---

[1] صحیح بخاری کتاب الحدود باب قول الله والسارق والسارقة فاقطعوا ايديهما رقم: ٦٧٩٠۔
[2] مرجع سابق رقم: ٦٧٩٥۔
[3] تفسیر ابن کثیر ٧٨/٢

ضروری وضاحت

اگر صاحب مال چور کو معاف کر دے یا چور اپنے اس فعل سے تائب ہو جائے تو اس کی حد ساقط ہو جائے گی۔ یاد رہے اس کو معاف کرنا اور اس کا تائب ہونا حاکم (قاضی) کے پاس مقدمہ جانے سے پہلے ہو ورنہ اس پر ہر صورت میں حد لگے گی۔

((أَنَّ رَجُلاً سَرَقَ بُرْدَةً فَرَفَعَهُ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَأَمَرَ بِقَطْعِهِ فَقَالَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِقَدْتَجَاوَزْتُ عَنْهُ قَالَ فَلَوْلَا كَانَ هَذَا قَبْلَ أَنْ تَأْتِيَنِي بِهِ يَا أَبَا وَهْبٍ فَقَطَعَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ)) ❶

صفوان بن امیہ رضی اللہ عنہ کی چادر ایک آدمی نے چوری کر لی جب اس کو رسول اللہ ﷺ کے سامنے پیش کیا گیا آپ ﷺ نے اس کا ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا حضرت صفوان رضی اللہ عنہ فرمانے لگے یا رسول اللہ ﷺ میں نے اس کو معاف کر دیا ہے آپ ﷺ نے فرمایا: "اے صفوان رضی اللہ عنہ! تم نے میرے پاس آنے سے پہلے اس کو معاف کیوں نہیں کیا؟" اس پر آپ ﷺ نے حد جاری فرما دی۔

چور کا ہاتھ کاٹنے کے بعد اگر چوری کا مال اس کے پاس موجود ہو تو وہ بالاتفاق مالک کو واپس کیا جائے گا اگر وہ مال ضائع ہو چکا ہو تو اسکے تاوان میں اختلاف ہے احناف کے نزدیک حد لگنے کے بعد چور سے مال واپس نہیں لیا جائے گا لیکن مالکیہ نے درمیانہ راستہ اختیار کیا ہے اگر چور مالدار ہے تو اس پر حد لگے گی اور مال بھی واپس لیا جائے گا اگر وہ فقیر ہے تو اس پر صرف حد ہے۔

فَمَنْ تَابَ مِنْ بَعْدِ ظُلْمِهٖ وَاَصْلَحَ فَاِنَّ اللّٰهَ يَتُوْبُ عَلَيْهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ

جو شخص گناہ کے ارتکاب کے بعد توبہ کر لے اور اللہ تعالیٰ کی طرف جھک جائے تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہ معاف کر دیتے ہیں

عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَطَعَ يَدَ إِمْرَأَةٍ قَالَتْ عَائِشَةُ وَكَانَتْ تَأْتِي بَعْدَ ذٰلِكَ فَأَرْفَعُ حَاجَتَهَا اِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَتَابَتْ فَحَسُنَتْ تَوْبَتُهَا ❷

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں ایک عورت نے چوری کی آپ ﷺ نے اس کا ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا اس کے بعد اس عورت نے اللہ تعالیٰ سے سچی توبہ کی (اور ایک روایت میں ہے اس نے نکاح بھی کیا) وہ میرے پاس کسی کام کے لیے

---

❶ سنن نسائی ۲/۲۵۱ کتاب قطع السارق باب الرجل یتجاوز للسارق عن سرقته بعد ان یاتی به الامام رقم: ٤٨٨٢

❷ صحیح بخاری کتاب الحدود باب توبة السارق رقم: ٦٨٠٠۔

آتی تو میں اس کی ضرورت رسول اللہ ﷺ کے سامنے بیان کر دیتی۔

لیکن حقوق العباد صرف توبہ سے معاف نہیں ہوتے بلکہ ان کو پورا کرنا ضروری ہے اور چوری بھی حقوق العباد سے ہے اس لیے چوری شدہ مال کا مالک کو واپس کرنا یا اس کی قیمت ادا کرنا ضروری ہے۔

﴿ اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ يُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ وَيَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ ﴾

اللہ تعالیٰ کے پاس ہی زمین اور آسمانوں کی بادشاہت ہے اس کے حکم میں کوئی دخل اندازی نہیں کر سکتا جس کی توبہ خالص ہو اس کو معاف کر دے تو وہ اس کا ہی اختیار ہے اور جس کی توبہ خالص نہیں اسے نہ معاف کرنا بھی اسی کا ہی اختیار ہے کوئی چیز اس کی قدرت اور اختیار سے باہر نہیں وہ عالم الغیب ہے توبہ کا خالص ہونا اور خالص نہ ہونا صرف اسی کو ہی علم ہے۔

آیات سے جو مسائل ثابت ہوتے ہیں

۱. چور مرد ہو یا عورت اس پر حد لگائی جائے گی یعنی اس کا ہاتھ کاٹ دیا جائے گا۔

۲. جب انسان چوری سے توبہ کر لے اور پھر اعمال صالحہ کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرماتے ہیں۔

۳. چور اگر پکڑے جانے سے پہلے توبہ کر لے تو اس کی توبہ درست ہے اور حد ساقط ہو جائے گی اگر حاکم کے پاس جانے کے بعد توبہ کرے تو پھر اس پر حد لگے گی۔

۴. حد لگنے کے بعد انسان گناہ سے اس طرح پاک ہو جاتا ہے جیسے وہ ابھی پیدا ہوا ہے۔

۵. ہر معاملہ میں اللہ تعالیٰ کا حکم اور فیصلہ خوشی کے ساتھ تسلیم کرنا چاہیے۔

﴿ يَاَيُّهَا الرَّسُوْلُ لَا يَحْزُنْكَ الَّذِيْنَ يُسَارِعُوْنَ فِي الْكُفْرِ مِنَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِاَفْوَاهِهِمْ وَلَمْ تُؤْمِنْ قُلُوْبُهُمْ ۛ وَمِنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا ۛ سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ سَمّٰعُوْنَ لِقَوْمٍ اٰخَرِيْنَ ۙ لَمْ يَاْتُوْكَ ۭ يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ مِنْۢ بَعْدِ مَوَاضِعِهٖ ۚ يَقُوْلُوْنَ اِنْ اُوْتِيْتُمْ هٰذَا فَخُذُوْهُ وَاِنْ لَّمْ تُؤْتَوْهُ فَاحْذَرُوْا ۭ وَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ فِتْنَتَهٗ فَلَنْ تَمْلِكَ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا ۭ اُولٰۗىِٕكَ الَّذِيْنَ لَمْ يُرِدِ اللّٰهُ اَنْ يُّطَهِّرَ قُلُوْبَهُمْ ۭ لَهُمْ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ ۖ وَّلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ (41) ﴾

اے رسول ﷺ! آپ ان لوگوں کی وجہ سے پریشان نہ ہوں جو کفر کی طرف جلدی کرتے ہیں ان لوگوں سے جو یہودی ہوئے وہ سنتے ہیں (جاسوسی کرتے ہیں) جھوٹ کے لیے اور سنتے ہیں (جاسوسی) کرتے ہیں دوسری جماعت کے لیے جو آپ کے پاس نہیں آئے اور کلام اللہ کی تحریف کرتے ہیں کہتے ہیں اگر تم کو یہ (مفہوم) ملے تو لے لو اگر تم اس کے خلاف دیے جاؤ تو اس سے بچے رہو، یعنی قبول نہ کرو اور جس کو اللہ تعالیٰ آزمائش میں ڈالنا چاہے آپ اسے بچا نہیں سکتے یہ وہ لوگ ہیں اللہ تعالیٰ ان کے دلوں کو پاک کرنا نہیں چاہتے ان کے لیے دنیا میں ذلت و رسوائی اور ان کے لیے آخرت میں بہت بڑا عذاب ہے۔

مشکل الفاظ کے معانی

لَا يَحْزُنْكَ: آپ غم نہ کریں (یہ حزن سے مشتق ہے الحزن سے مراد ہر وہ تکلیف جو کسی محبوب کے فوت ہونے پر انسان کو پہنچے)۔

يُسَارِعُوْنَ: وہ جلدی کرتے ہیں۔

قَالُوْٓا: انھوں (منافقوں) نے کہا۔

سَمّٰعُوْنَ: بہت زیادہ جھوٹ کو سننے والے۔

يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ: وہ کلام کو اپنی خواہشات کے مطابق تبدیل کرتے ہیں۔

اُوْتِيْتُمْ: تم دیے گئے

فَخُذُوْهُ: تم اس کو قبول کرلو، مان لو۔

فِتْنَتَهٗ: ضلالت، گمراہی۔

اَنْ يُّطَهِّرَ قُلُوْبَهُمْ: ان کے دلوں کو (کفر اور نفاق سے) پاک کرے۔

خِزْيٌ: ذلت۔

آیت کی ماقبل سے مناسبت

پہلی آیات مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے دنیا کے چوروں کا ذکر کرتے ہوئے ان کی سزا بیان فرمائی ہے اس کے بعد متصل ہی ان لوگوں کا تذکرہ فرما کر جو دین اسلام کے چور ہیں اپنے رسول ﷺ کو صبر کی تلقین فرمائی ہے کہ ان لوگوں کے ان افعال و اعمال کی وجہ سے آپ ﷺ پریشان نہ ہوں۔

شانِ نزول

عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ مُرَّ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ بِيَهُوْدِيٍّ مُحَمَّمًا مَجْلُوْدًا فَدَعَاهُمْ فَقَالَ:((هٰكَذَا تَجِدُوْنَ حَدَّ الزَّانِيْ فِيْ كِتَابِكُمْ ؟))قَالُوْا نَعَمْ فَدَعَا رَجُلاً مِّنْ عُلَمَآئِهِمْ فَقَالَ:((أَنْشُدُكَ بِاللّٰهِ الَّذِيْ أَنْزَلَ التَّوْرَاةَ عَلٰى مُوْسٰى أَهٰكَذَا تَجِدُوْنَ حَدَّ الزَّانِيْ فِيْ كِتَابِكُمْ ؟))قَالَ لَوْلَا إِنَّكَ نَشَدْتَنِيْ بِهٰذَا لَمْ أُخْبِرْكَ نَجِدُهُ الرَّجْمَ وَلٰكِنَّهُ كَثُرَ فِيْ اَشْرَافِنَا فَكُنَّا إِذَا أَخَذْنَا الشَّرِيْفَ تَرَكْنَاهُ وَإِذَا أَخَذْنَا الضَّعِيْفَ أَقَمْنَا عَلَيْهِ الْحَدَّ قُلْنَا تَعَالَوْا فَلْنَجْتَمِعْ عَلٰى شَيْءٍ نُقِيْمُهُ عَلَى الشَّرِيْفِ وَالْوَضِيْعِ فَجَعَلْنَا التَّحْمِيْمَ والجَلْدَ مَكَانَ الرَّجْمِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰه :((اللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَوَّلُ مَنْ أَحْيٰى أَمْرَكَ إِذَا مَاتُوْهُ فَأَمَرَبِهٖ فَرُجِمَ .))فَأَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ ﴿يٰأَيُّهَا الرَّسُوْلُ لَايَحْزُنْكَ الَّذِيْنَ يُسَارِعُوْنَ فِي الْكُفْرِ﴾[1]

رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک (شادی شدہ) یہودی لایا گیا جس کا چہرہ زنا کرنے کی وجہ سے سیاہ کیا گیا تھا اور

[1] صحیح مسلم کتاب الحدود باب حد الزنا

اسے کوڑے مارے گئے تھے، آپ ﷺ نے یہودیوں کو بلا کر سوال کیا تم اپنی کتاب (تورات) میں زانی کی یہی سزا پاتے ہو؟ انھوں نے اثبات میں جواب دیا آپ ﷺ نے علماء یہود سے ایک عالم کو بلایا اور اسے فرمایا: ''میں تجھے اللہ تعالیٰ کی قسم دیتا ہوں جس نے موسیٰ علیہ السلام پر تورات کو نازل کیا کیا تم اپنی کتاب (تورات) میں زانی کی یہی سزا پاتے ہو؟'' اس نے جواباً عرض کی اگر آپ ﷺ مجھے اس طرح واسطہ نہ دیتے تو میں آپ ﷺ کو کبھی صحیح خبر نہ دیتا ہم اپنی کتاب تورات میں (شادی شدہ) زانی کی سزا رجم پاتے ہیں لیکن یہ گناہ ہمارے شرفاء میں بہت زیادہ ہو گیا اور جب کوئی بڑا آدمی اس گناہ کا ارتکاب کرتا ہم چھوڑ دیتے جب کوئی کمزور آدمی اس کا مرتکب ہوتا تو اس پر ہم حد لگا دیتے پھر ہم ایک ایسی چیز پر متفق ہو گئے جس کو ہم ہر بڑے اور کمزور آدمی پر جاری کر سکیں ہم نے رجم کرنے کی جگہ کوڑے اور منہ کا سیاہ کرنا اختیار کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا یا اللہ میں اس دنیا میں سب سے پہلا شخص ہوں جس نے تیرے مردہ حکم کو زندہ کیا ہے آپ ﷺ نے اس یہودی کو رجم کرنے کا حکم دیا جس پر اللہ تعالیٰ نے مذکورہ بالا آیات مبارکہ نازل فرمائیں۔

التوضیح

﴿يَاَيُّهَا الرَّسُوْلُ لَا يَحْزُنْكَ الَّذِيْنَ يُسَارِعُوْنَ فِي الْكُفْرِ مِنَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِاَفْوَاهِهِمْ وَلَمْ تُؤْمِنْ قُلُوْبُهُمْ﴾

یہاں اللہ تعالیٰ ان لوگوں کی مذمت کر رہے ہیں جو رائے قیاس اور خواہش نفسانی کو شریعت پر مقدم کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت سے نکل کر کفر کی طرف دوڑتے ہیں گویا یہ لوگ زبان سے ایمان کے دعوے کرتے لیکن ان کے دل ایمان سے خالی ہیں اور یہی حالت یہود کی تھی کہ انھوں نے تورات کے بہت سے احکام اپنی طرف سے بنائے اور اصل احکام کو اس طرح چھپایا جس طرح چور کسی چوری کی چیز کو چھپاتا ہے۔

یہود کی خصلت بد

﴿وَمِنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا ۛ سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ سَمّٰعُوْنَ لِقَوْمٍ اٰخَرِيْنَ ۙ لَمْ يَاْتُوْكَ ۭ يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ مِنْۢ بَعْدِ مَوَاضِعِهٖ ۚ يَقُوْلُوْنَ اِنْ اُوْتِيْتُمْ هٰذَا فَخُذُوْهُ وَاِنْ لَّمْ تُؤْتَوْهُ فَاحْذَرُوْا﴾

یہاں یہود کی خصلت بد کا تذکرہ ہو رہا ہے کہ وہ جھوٹ کو بڑے مزے سے سنتے ہیں اور حق کو چھپاتے ہوئے اپنے

مصنوعی احکام کو رواج دینے کی خاطر علماء یہود اپنے بعض جاہل لوگوں کے مقدمات رسول اللہ ﷺ کی طرف بھیج دیا کرتے تھے اور ساتھ ہی ان کو یہ بات ذہن نشین کراتے کہ رسول اللہ ﷺ فیصلہ ہمارے فیصلے کے مطابق کریں تو تسلیم کر لینا اگر فیصلہ مخالف ہو تو انکار کر دینا کیونکہ یہود کی منافقین کے ساتھ دوستی تھی اور منافق لوگ جاسوسی کرنے کی خاطر مسلمانوں کی مجالس میں آتے اور رسول اللہ ﷺ کے فیصلوں کی خبر لیتے تھے، اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں رسول اللہ ﷺ کو منافقین اور یہودیوں کے فریب سے آگاہ کیا اور فرمایا منافق لوگ اس لیے فریب کی باتیں کرتے ہیں کہ انکا ایمان فقط زبانی ہے اور ان کے دل دھوکہ سے بھرے ہوئے ہیں اور علماء یہود رشوت کے لالچ سے غلط مسائل تراشتے اور لوگوں کو ورغلاتے ہیں جیسا کہ انھوں نے شادی شدہ زانی مرد اور عورت کے لیے منہ کالا کر کے اور الٹے رخ بٹھا کر رسوا کرنا تجویز کیا تھا اور یہود رسول اللہ ﷺ سے خیبر کے ایک شادی شدہ زانی یہودی مرد اور عورت کے لیے بھی اسی قسم کا فیصلہ چاہتے تھے۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ: اُتِیَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِيَهُوْدِيٍّ وَيَهُوْدِيَّةٍ قَدْ أَحْدَثَا جَمِيْعاً فَقَالَ لَهُمْ: ((مَاتَجِدُوْنَ فِيْ كِتَابِكُمْ؟)) قَالُوْا: إِنَّ أَحْبَارَنَا أَحْدَثُوْا تَحْمِيْمَ الْوَجْهِ وَالتَّجْبِيَةَ، قَالَ عبدُ اللّٰهِ بْنُ سَلَامٍ: أُدْعُهُمْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ بِالتَّوْرَاةِ ،فَأُتِیَ بِهَا فَوَضَعَ أَحَدُهُمْ يَدَهُ عَلیٰ آيَةَ الرَّجْمِ وَجَعَلَ يَقْرَأُ مَا قَبْلَهَا وَمَا بَعْدَهَا. ❶

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس یہودیوں کا ایک شادی شدہ زانی جوڑا لایا گیا تو آپ ﷺ نے ان سے تورات میں ان کی سزا کے متعلق دریافت کیا انھوں نے منہ کا سیاہ کرنا اور الٹے رخ بٹھا کر رسوا کرنا بتلایا عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کے کہنے پر تورات لائی گئی لیکن پڑھنے والے نے رجم والی آیت پر ہاتھ رکھ لیا اس سے پہلے اور بعد والی آیات کی تلاوت کی عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے جب پڑھنے والے کا ہاتھ اٹھایا تو رجم کی آیت ہاتھ کے نیچے تھی پھر آپ ﷺ نے ان دونوں کے رجم کرنے کا حکم دیا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ان کو البلاط مقام کے نزدیک رجم کیا گیا تھا اور میں نے دیکھا یہودی مرد یہودیہ عورت کے اوپر جھک کر اسے پتھروں سے بچانے کی کوشش کرتا تھا۔

﴿وَمَنْ يُرِدِ اللّٰهُ فِتْنَتَهٗ فَلَنْ تَمْلِكَ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا ؕ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَمْ يُرِدِ اللّٰهُ اَنْ يُّطَهِّرَ قُلُوْبَهُمْ ؕ لَهُمْ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ ۚۖ وَّلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ﴾

❶ صحیح بخاری کتاب الحدود باب الرجم بالبلاط رقم: ۶۸۱۹

جن کو اللہ تعالیٰ گمراہ کر دے اسے کوئی ہدایت دینے والا نہیں کیونکہ ان کے گندے دلوں کو پاک کرنے کا اللہ تعالیٰ نے ارادہ کیا ہی نہیں اور یہ وہ لوگ ہیں کہ جن کے گناہ کرتے کرتے دل زنگ آلود ہو چکے ہیں زبردستی ان کے دلوں کی سیاہی کو دھونا اور ان کو راہ راست پر لانا اللہ تعالیٰ کے انتظامی ارادے کے بالکل خلاف ہے کیونکہ دنیا کسی کو مجبور کرنے کے لیے نہیں بلکہ نیک و بد کی آزمائش کے لیے پیدا کی گئی ہے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ:((اِنَّ الْعَبْدَ اِذَا اَخْطَأَ خَطِیْئَةً نُکِتَتْ فِیْ قَلْبِهٖ نُکْتَةً سَوْدَآءَ فَاِذَا هُوَ نَزَعَ اِسْتَغْفَرَ وَ تَابَ وَصُقِلَ قَلْبُهٗ وَاِنْ عَادَ زِیْدَ فِیْهَا حَتّٰی یَعْلُوَ قَلْبُهٗ .)) ❶

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب کوئی بندہ گناہ کا ارتکاب کرتا ہے اس کے دل پر ایک سیاہ نکتہ پڑ جاتا ہے اور جب وہ اللہ تعالیٰ سے توبہ کرتا ہے اس کا دل صاف اور شفاف ہو جاتا ہے اگر وہ پھر معاصی کا ارتکاب کرے۔ تو وہ نکتہ بڑھتا جاتا ہے یہاں تک کہ اس کے دل پر غالب آ جاتا ہے۔

پھر فرمایا اگر یہ لوگ اپنی بری عادات سے باز نہ آئے تو دنیا میں کئی طرح سے ان کی ذلت ہوگی اور آخرت میں بھی ان کو سخت عذاب ہوگا۔

آیت مبارکہ سے جو مسائل ثابت ہوتے ہیں

۱. انسان کے لیے غم اور پریشانی کو چھوڑنا اور ان کے اسباب سے بچنا مستحب ہے۔

۲. بلا ضرورت جھوٹ کا سننا بھی حرام ہے۔

۳. کلام اللہ میں تحریف اور تبدیلی کرنا حرام ہے۔

۴. جب غیر مسلم، مسلمان حاکم کے پاس کوئی فیصلہ لے کر آئیں تو حاکم کو اختیار ہے ان کا فیصلہ کرے یا ان کو ان کے علماء کی طرف روانہ کر دے۔

۵. حاکم اور قاضی کو ہر معاملہ میں عدل و انصاف کرنا چاہیے اگرچہ وہ فیصلہ کرانے والا غیر مسلم ہی کیوں نہ ہو۔

❶ جامع ترمذی کتاب التفسیر ۲ / ۶۹ تفسیر سورة ﴿ ویل للمطففین ﴾

﴿سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ اَكّٰلُوْنَ لِلسُّحْتِ ؕ فَاِنْ جَآءُوْكَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ اَوْ اَعْرِضْ عَنْهُمْ ۚ وَاِنْ تُعْرِضْ عَنْهُمْ فَلَنْ يَّضُرُّوْكَ شَيْئًا ؕ وَاِنْ حَكَمْتَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ﴿42﴾ وَكَيْفَ يُحَكِّمُوْنَكَ وَعِنْدَهُمُ التَّوْرٰىةُ فِيْهَا حُكْمُ اللّٰهِ ثُمَّ يَتَوَلَّوْنَ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ ؕ وَمَآ اُولٰٓئِكَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ ﴿43﴾﴾

یہ یہود جاسوسی کرنے اور بہت زیادہ حرام مال کھانے والے ہیں اگر یہ لوگ آپ کے پاس (فیصلہ) لے کر آئیں تو (آپ کو اختیار ہے) آپ ان کا فیصلہ کریں یا ان سے منہ پھیر لیں اگر آپ ان سے منہ پھیر لیں تو وہ آپ کو نقصان نہیں پہنچا سکیں گے اگر آپ ان کا فیصلہ کرنا چاہیں تو پھر عدل وانصاف سے کریں کیونکہ اللہ تعالیٰ عدل کرنے والوں کو پسند کرتا ہے اس بات پر تعجب ہے کہ یہ لوگ آپ سے فیصلہ کیوں کرانا چاہتے ہیں اور ان کے پاس خود تورات موجود ہے اس میں اللہ تعالیٰ کا حکم (رجم کرنا) موجود ہے پھر اس کے بعد بھی نہیں مانتے اصل میں یہ ایماندار نہیں ہیں۔

مشکل الفاظ کے معانی

اَكّٰلُوْنَ: بہت زیادہ کھانے والے۔

لِلسُّحْتِ: ہلاکت اور سختی لیکن یہاں حرام کمائی مراد ہے کیونکہ حرام کمائی بھی برکات کو ختم کر دیتی ہے۔

اَعْرِضْ عَنْهُمْ: ان سے اعراض کریں۔

الْقِسْطِ: انصاف۔

كَيْفَ يُحَكِّمُوْنَكَ: کس طرح وہ آپ ﷺ سے فیصلہ کراتے ہیں؟ یہاں لفظ "كَيْفَ" استفہام کے لیے ہے اور یہ تعجب کے لیے استعمال ہوا ہے یعنی حق کی معرفت اور حق کی تلاش کی غرض سے وہ آپ ﷺ سے فیصلہ نہیں کراتے۔

فِيْهَا حُكْمُ اللّٰهِ: اس تورات میں اللہ تعالیٰ کا حکم (رجم کرنا) موجود ہے۔

وَمَآ اُولٰٓئِكَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ: یہ لوگ سچے مومن نہیں بلکہ صرف زبان سے ہی ایمان کا دعویٰ کرتے ہیں۔

التوضیح

﴿سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ اَكّٰلُوْنَ لِلسُّحْتِ﴾

یہاں بھی اللہ تعالیٰ نے یہود کی بعض بری صفات کا ذکر فرمایا ہے ان میں سے چند ایک یہ ہیں۔

یہودیوں کی صفات

۱. کہ یہود جھوٹ کو بڑے غور سے سنتے۔

۲. حرام مال کثرت سے کھاتے تھے مثلاً رشوت لیتے جیسے کعب بن اشرف اور اس جیسے دوسرے یہود کے سردار رشوت لے کر فیصلہ رشوت دینے والے کے حق میں کر دیتے۔

حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہود کے سرداروں میں یہ بری عادت تھی کہ مال رشوت کو دیکھ کر وہ فریق ثانی (مخالف فریق) کی بات سنے بغیر ہی رشوت دینے والے کے حق میں فیصلہ کر دیتے۔

۳. زانیہ عورت کی کمائی کو حلال جانتے تھے۔

۴. سانڈ یعنی نر کے مادہ کو روندنے کی کمائی کو حلال جانتے تھے۔

۵. شراب کی قیمت کو حلال سمجھتے تھے۔

۶. اور کاہن کی مٹھائی کو حلال جانتے تھے وغیرہ۔

حالانکہ یہ سب چیزیں حرام ہیں۔

رشوت کی تعریف

"كُلُّ مَالٍ اُعْطِيَ لِحَاكِمٍ لِيَاخُذَ بِهِ الرَّاشِيْ حَقَّ إِمْرَئٍ فَهُوَ رِشْوَةٌ وَكَذَا مَا يَدْفَعُهُ الْوَاسِطَةُ لِحَاكِمٍ يُسْقِطَ عَنْهُ حَقًّا وَجَبَ عَلَيْهِ فَهُوَ رِشْوَةٌ."[1]

ہر وہ مال جو حاکم کو کسی دوسرے کا حق لینے کے لیے دیا جائے یا ہر وہ واسطہ جس کی وجہ سے حاکم اس پر واجب ہونے والی چیز کو ساقط کر دے یہ رشوت ہے۔

---

[1] ایسر التفاسیر ۱/ ۶۳۳

یہودیوں کے بارے میں فیصلے کا اختیار

﴿فَاِنْ جَآءُوْكَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ اَوْ اَعْرِضْ عَنْهُمْ وَاِنْ تُعْرِضْ عَنْهُمْ فَلَنْ يَّضُرُّوْكَ شَيْئًا﴾

یہاں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو یہود کے فیصلہ کرنے کے متعلق اختیار دیا ہے آپ ﷺ ان کا فیصلہ کریں یا ان کو علماء یہود اور رؤسائے یہود کی طرف بھیج دیں لیکن اگر آپ ﷺ ان سے اعراض کر لیں یعنی ان کا فیصلہ نہ کریں تو وہ آپ ﷺ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے کیونکہ ان کا آپ کے پاس فیصلہ لے کر آنا اس لیے نہیں کہ وہ دین اسلام کو حق سمجھتے ہیں بلکہ ان کی منشا کسی آسان چیز (فیصلہ) کی تلاش ہوتی ہے جس طرح (رجم کے بدلے کوڑے) یا پھر اس سے ان کی یہ غرض ہوتی ہے تورات کا علم نہ ہونے کی وجہ سے آپ ﷺ ہمارے دستور کو سن کر اس کے مطابق فیصلہ فرمادیں تاکہ ہمارے ایجادی مسائل کو رواج ہو یہود کی اس شرارت کو روکنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو یہ اختیار دیا ہے۔

ملاحظہ

بعض علماء نے اس ٹکڑے کو منسوخ کہا ہے اور اس کا ناسخ آیت ﴿وَاَنِ احْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَا اَنْزَلَ اللّٰهُ﴾ کو بتلایا ہے۔

﴿وَاِنْ حَكَمْتَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ﴾

پھر فرمایا اگر آپ ﷺ ان کے مقدمات کا فیصلہ کریں تو اس میں عدل کریں اگرچہ یہ لوگ خود ظالم اور عدل وانصاف سے دور ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ عدل کرنے والوں سے محبت کرتے ہیں۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((اِنَّ الْمُقْسِطِيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ عَلٰى مَنَابِرَ مِنْ نُّوْرٍ عَنْ يَّمِيْنِ الرَّحْمٰنِ وَكِلْتَا يَدَيْهِ يَمِيْنٌ الَّذِيْنَ يَعْدِلُوْنَ فِيْ حُكْمِهِمْ وَاَهْلِيْهِمْ وَمَا وَلُّوْا.)) [1]

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: عادل حاکم یعنی عدل وانصاف کرنے والے آخرت کو نور کے بنے ہوئے منبروں پر ہوں گے جو رحمٰن کی دائیں جانب ہوں گے اور رحمٰن کے دونوں ہاتھ دائیں ہیں یہ وہ لوگ ہوں گے جنھوں نے اپنے اہل وعیال اور اپنے فیصلوں میں عدل کیا ہوگا۔

[1] صحيح مسلم كتاب الامارات باب فضيلة الامام العادل

﴿وَكَيْفَ يُحَكِّمُوْنَكَ وَعِنْدَهُمُ التَّوْرٰىةُ فِيْهَا حُكْمُ اللّٰهِ ثُمَّ يَتَوَلَّوْنَ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ ؕ وَمَآ اُولٰٓئِكَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ﴾

آپ کو یہ یہود کس طرح حاکم اور فیصلہ کرنے والا تسلیم کریں گے اور آپ کے کیے ہوئے فیصلہ پر کس طرح راضی ہوں گے حالانکہ ان کے پاس تورات موجود ہے جس میں شادی شدہ زانی کو رجم کرنے کا حکم موجود ہے گویا ان کا آپ کے پاس آنا بھی ایک طرح کی خباثت اور سرکشی پر دلالت کرتا ہے کیونکہ انھوں نے تورات پر عمل کرنا چھوڑ دیا ہے اور یہ خود اس کی حقانیت کی گواہی دیتے ہیں اور دوسری طرف آپ کی نبوت کو تسلیم کرنے کے لیے قطعاً تیار نہیں یہ آپ کے فیصلوں کو کس طرح تسلیم کریں گے ان کے ایسے تمام افعال ان کی دھوکہ دہی پر دلالت کرتے ہیں۔

آیات سے جو مسائل ثابت ہوتے ہیں

۱. اگر کوئی معاہد قوم اسلامی عدالت میں اپنا فیصلہ لائے تو عدالت کو اختیار ہے کہ ان کے مقدمات سنے یا سننے سے انکار کر دے۔

۲. اگر ذمی لوگ اپنے مقدمات عدالت اسلامیہ میں لائیں تو ان کے فیصلے کرنا ضروری ہیں۔

۳. فیصلہ کرتے وقت عدل وانصاف سے کام لینا چاہیے۔

۴. اسلامی احکام کو حیلوں اور بہانوں سے ٹالنا یہ یہود کا طریقہ اور ان کی روش ہے۔

﴿اِنَّآ اَنْزَلْنَا التَّوْرٰىةَ فِيْهَا هُدًى وَّنُوْرٌ ۚ يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّوْنَ الَّذِيْنَ اَسْلَمُوْا لِلَّذِيْنَ هَادُوْا وَالرَّبّٰنِيُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ بِمَا اسْتُحْفِظُوْا مِنْ كِتٰبِ اللّٰهِ وَكَانُوْا عَلَيْهِ شُهَدَآءَ ۚ فَلَا تَخْشَوُا النَّاسَ وَاخْشَوْنِ وَلَا تَشْتَرُوْا بِاٰيٰتِيْ ثَمَنًا قَلِيْلًا ۭ وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ ﴿44﴾ وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيْهَآ اَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ ۙ وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ وَالْاَنْفَ بِالْاَنْفِ وَالْاُذُنَ بِالْاُذُنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ ۙ وَالْجُرُوْحَ قِصَاصٌ ۭ فَمَنْ تَصَدَّقَ بِهٖ فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَّهٗ ۭ وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿45﴾﴾

بے شک ہم نے تورات نازل فرمائی اس میں ہدایت اور روشنی ہے اور اللہ تعالیٰ کے تابعدار انبیاء کرام (جو موسیٰ علیہ السلام کے بعد آئے) اور درویش اور علماء اس کے مطابق حکم دیتے رہے کیونکہ وہ کتاب اللہ (تورات) کے محافظ بنائے گئے تھے وہ اس کی حفاظت کرتے تھے تم لوگوں سے مت ڈرو مجھ سے ڈرو میری آیتوں کے بدلے دنیا کا تھوڑا مال مت خریدو (رشوت لے کر میرے احکامات کو مت چھپاؤ) جو لوگ اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ حکم کے مطابق فیصلہ نہیں کرتے وہ کافر ہیں۔ اور ہم نے تورات میں ان پر فرض کیا کہ جان کے بدلے جان (لی جائے) اور آنکھ کے بدلے آنکھ (پھوڑی جائے) ناک کے بدلے ناک (کاٹی جائے) کان کے بدلے کان (کاٹا جائے) دانت کے بدلے دانت (اکھاڑا جائے) اور زخموں کے بدلے زخم (اگر ہو سکے ویسے ہی زخم لگائے جائیں) پس جس نے اپنا بدلہ معاف کر دیا اس کے گناہ معاف ہو جائیں گے اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ حکم کے مطابق فیصلہ نہ کریں وہ ظالم لوگ ہیں۔

مشکل الفاظ کے معانی

اَلتَّوْرٰىةُ: وہ آسمانی کتاب جو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل کی گئی۔

هُدًى: ہر وہ چیز جو انسان کو مقصود تک لے جائے۔

نُوْرٌ: اس میں اللہ تعالیٰ کی توحید کے اصولوں اور نبوت کے امور اور دوبارہ اٹھائے جانے کا بیان ہے۔

اَسْلَمُوْا: جو لوگ اللہ تعالیٰ کے لیے مطیع ہو گئے۔

هَادُوْا: جو یہودی ہوئے۔

الرَّبَّانِيُّوْنَ: یہ ربانی کی جمع ہے اس سے مراد علماء ہیں۔

وَالْاَحْبَارُ: یہ حِبْرٌ کی جمع ہے حِبْرٌ کا معنی حسن ہے اور یہاں اس سے مراد علماء فقہاء اور صالح لوگ ہیں۔
(یہ لوگ علم کے حسن سے آراستہ ہوتے ہیں۔)

اسْتُحْفِظُوْا: جو حفاظت کرنا طلب کیے گئے تھے یعنی جن سے حفاظت کی گئی تھی۔

كَتَبْنَا: ہم نے فرض کیا۔

قِصَاصٌ: بدلہ۔

آیات کی ماقبل سے مناسبت

پہلی آیات میں تھا یہود نے تورات میں موجود رجم کے حکم سے انکار کرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ سے اس کے بدلے آسان حکم طلب کیا تو اللہ تعالیٰ نے اس پر ان کو ڈانٹنے کے بعد اس آیت مبارکہ میں یہود کی ایک اور خیانت بیان فرمائی ہے کہ انھوں نے جس طرح حکم رجم کا انکار کیا تھا اسی طرح ہی انھوں نے قاتل سے قصاص کے حکم کا بھی انکار کرتے ہوئے اپنے انبیاء اور اپنے پہلے علمائے حق کی مخالفت کی۔

التوضیح

﴿اِنَّآ اَنْزَلْنَا التَّوْرٰىةَ فِيْهَا هُدًى وَّنُوْرٌ يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّوْنَ الَّذِيْنَ اَسْلَمُوْا لِلَّذِيْنَ هَادُوْا﴾

اللہ تعالیٰ تورات کی تعریف بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں اس میں ہدایت اور نورانیت تھی انبیائے کرام اسی تورات کے مطابق ہی فیصلہ کیا کرتے تھے اور ان میں اس تورات کے بیان کردہ احکامات جاری فرماتے تھے۔ علماء اور ذی علم لوگ بھی اسی پر ہی قائم تھے کیونکہ ان کے ذمہ اس کتاب یعنی تورات کی حفاظت لگائی گئی تھی یعنی جس زمانہ میں کوئی نبی نہیں ہوتا تو یہ درویش اور ذی علم لوگ ان کے درمیان تورات کے احکام کے مطابق فیصلے کرتے کیونکہ انبیائے کرام نے ان لوگوں کو ہی تورات کا محافظ قرار دیا تھا اور یہ ان کی ذمہ داری تھی کہ اس میں کوئی تحریف اور تبدیلی نہ کریں۔

﴿فَلَا تَخْشَوُا النَّاسَ وَاخْشَوْنِ وَلَا تَشْتَرُوْا بِاٰيٰتِىْ ثَمَنًا قَلِيْلًا﴾

تم اپنے انبیاء اور بزرگوں کے نقش قدم پر چلتے ہوئے تورات میں کوئی تحریف نہ کرو اور تم حضرت محمد ﷺ کی

صفات اور آپ ﷺ کے متعلق جو بشارتیں تورات میں بیان کی گئی ہیں ان کو مت چھپاؤ اور ان کے بیان کرنے میں لوگوں سے نہ ڈرو اور نہ ہی ان کی پرواہ کرو تم صرف اپنے دلوں میں میرے عذاب کا خوف رکھو۔

پھر ان کے دنیاوی طمع اور لالچ کا ذکر فرما کر ان کو حکم دیا ہے کہ رشوت، مال اور دنیاوی عزت وجاہ کے لالچ وطمع اور دوسرے لوگوں کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے میرے احکام تبدیل نہ کرو کیونکہ رشوت حرام اور یہ سب چیزیں عارضی ہیں تم ان عارضی اور ختم ہونے والی اشیاء کو ختم نہ ہونے والے اجر وثواب پر کس طرح ترجیح دیتے ہو؟

فیصلہ کرتے وقت حکام کے لیے ضروری ہدایات

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ فیصلہ کے وقت حکام پر اللہ تعالیٰ نے تین چیزیں لازم کی ہیں:

۱۔ خواہش کی اتباع نہ کریں۔

۲۔ صحیح فیصلہ کرنے میں کسی کی پرواہ نہ کریں۔

۳۔ رشوت لے کر غلط فیصلہ نہ کریں۔

﴿وَ مَنْ لَّمْ یَحْكُمْ بِمَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ﴾

جو حق کو چھپائے اور اللہ تعالیٰ کی حدود کو توڑے اور قرآن وحدیث کا انکار کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے احکامات کے خلاف فیصلہ کرے اگرچہ وہ زبان سے ایمان کا دعویٰ ہی کیوں نہ کرتا ہو ایسے لوگوں کے کافر ہونے میں کوئی شک وشبہ نہیں۔

﴿وَ كَتَبْنَا عَلَیْهِمْ فِیْهَاۤ اَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ ۙ وَ الْعَیْنَ بِالْعَیْنِ وَ الْاَنْفَ بِالْاَنْفِ وَ الْاُذُنَ بِالْاُذُنِ وَ السِّنَّ بِالسِّنِّ ۙ وَ الْجُرُوْحَ قِصَاصٌ﴾

اس آیت مبارکہ میں بھی اللہ تعالیٰ نے یہود کی خباثتوں اور خیانتوں سے بعض کا تذکرہ فرمایا ہے کہ تورات کے حکم کے مطابق ان یہود پر قصاص فرض تھا لیکن ان کے بعض قبائل نے اس پر عمل ترک کر دیا تھا اور اپنی طرف سے اللہ تعالیٰ کے حکم کے خلاف ایک قانون بنا رکھا تھا اور اسی قانون کے مطابق یہ اپنے فیصلے کرتے مدینہ منورہ کے گرد ونواح میں یہود کے دو قبیلے بنو قریظہ اور بنو نضیر آباد تھے اگر بنو قریظہ کا آدمی بنو نضیر کے کسی آدمی کو قتل کر دے تو قصاص لیا جاتا اگر بنو نضیر کا آدمی بنو قریظہ سے قتل ہو جائے تو کوئی قصاص نہیں تھا بلکہ دیت سے چھوڑ دیا جاتا۔ [1]

[1] تفسیر ابن کثیر ۲/ ٦٣

بلکہ یہاں تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ میں نے تورات میں قانون قصاص کو فرض کیا تھا کہ اگر کوئی کسی کو قتل کرے تو قتل کے بدلے اسے بھی قتل کیا جائے قصاص میں مرد اور عورت برابر ہیں یہی جمہور علماء کا مسلک ہے لیکن کافر کے بدلے مسلمان کو قتل نہیں کیا جائے گا بلکہ دیت لی جائے گی۔

سَأَلْتُ عَلِيًّا هَلْ عِنْدَكُمْ شَيْءٌ مِمَّا لَيْسَ فِي الْقُرْآنِ قَالَ: ((الْعَقْلُ وَفِكَاكُ الْأَسِيْرِ وَأَنْ لَّا يُقْتَلَ مُسْلِمٌ بِكَافِرٍ.)) ❶

حضرت ابو جحیفہ فرماتے ہیں میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سوال کیا آپ کے پاس کوئی ایسی چیز ہے جو قرآن میں نہ ہو؟ انھوں نے فرمایا دیت، قیدیوں کو آزاد کرنا اور مسلمان کافر کے بدلہ قتل نہ کیا جائے۔

آنکھ کے بدلے آنکھ ناک کے بدلے ناک کان کے بدلے کان دانت کے بدلے دانت اور زخموں میں قصاص جاری کیا گیا ہے اگر کوئی جان بوجھ کر کسی کی آنکھ ضائع کر دے اس سے قصاص لیا جائے گا اگر غلطی سے کسی کی آنکھ ضائع ہو گئی تو پھر نصف دیت (۵۰ اونٹ) لی جائے گی اگر ضائع ہونے والی دائیں آنکھ ہو تو قصاص بھی دائیں آنکھ سے ہی لیا جائے گا اور قصاص لینے والے کی رضامندی سے دائیں آنکھ کے بدلے بائیں آنکھ بطور قصاص لینا جائز ہے، اسی طرح حدیث میں ہے۔

عَنْ أَنَسٍ قَالَ كَسَرَتِ الرُّبَيِّعُ وَهِيَ عَمَّةُ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ ثَنِيَّةَ جَارِيَةٍ مِّنَ الْأَنْصَارِ فَطَلَبَ الْقَوْمُ الْقِصَاصَ فَأَتَوُا النَّبِيَّ ﷺ فَأَمَرَ النَّبِيُّ بِالْقِصَاصِ فَقَالَ أَنَسُ بْنُ النَّضْرِ عَمُّ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ لَا وَاللّٰهِ لَا تُكْسَرُ سِنُّهَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ. فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((يَا أَنَسُ! كِتَابُ اللّٰهِ الْقِصَاصُ)) فَرَضِيَ الْقَوْمُ وَقَبِلُوا الْأَرْشَ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((إِنَّ مِنْ عِبَادِ اللّٰهِ مَنْ لَوْ أَقْسَمَ عَلَى اللّٰهِ لَأَبَرَّهُ.)) ❷

حضرت انس بن نضر رضی اللہ عنہ کی پھوپھی ربیع نے ایک انصاری لونڈی کا دانت توڑ دیا تو اس کی قوم نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر قصاص طلب کیا تو آپ ﷺ نے قصاص لینے کا حکم جاری فرما دیا، انس بن نضر رضی اللہ عنہ نے کہا نہیں نہیں یا رسول اللہ ﷺ! اللہ کی قسم اس کا دانت ہرگز نہیں توڑا جائے گا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے انس! اللہ کی کتاب کے مطابق قصاص ہوگا۔ چنانچہ اسی طرح ہی ہوا وہ لوگ قصاص کی بجائے دیت پر رضامند ہو گئے اس وقت آپ ﷺ نے فرمایا:

---

❶ صحیح بخاری کتاب الدیات باب لا یقتل المسلم بالکافر رقم ٦٩١٥

❷ صحیح بخاری کتاب التفسیر باب قوله والجروح قصاص رقم ٤٦١١۔

اللہ تعالیٰ کے بعض ایسے بندے ہیں جب وہ اس پر بھروسہ کر کے قسم اٹھاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کی قسم کو پورا فرما دیتے ہیں۔

زخم کا قصاص اس کے صحیح ہونے سے پہلے جائز نہیں

زخم کے صحیح ہونے سے پہلے اس کا قصاص لینا جائز نہیں اگر قصاص لینے کے بعد زخم بڑھ گیا تو کوئی بدلہ نہیں دلوایا جائے گا۔

أَنَّ رَجُلاً طَعَنَ رَجُلاً بِقَرْنٍ فِيْ رُكْبَتِهٖ فَجَاءَ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ اَقِدْنِيْ فَقَالَ حَتّٰى تَبْرَأَ ثُمَّ جَاءَ إِلَيْهِ فَقَالَ أَقِدْنِيْ فَأَقَادَهٗ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ عَرَجْتُ فَقَالَ:((قَدْ نَهَيْتُكَ فَعَصَيْتَنِيْ فَأَبْعَدَكَ اللّٰهُ وَبَطَلَ عَرَجُكَ ثُمَّ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ أَنْ يُقْتَصَّ مِنْ جَرْحٍ حَتّٰى يَبْرَأَ صَاحِبُهٗ .))❶

ایک آدمی نے دوسرے کے گھٹنے پر چوٹ لگا دی وہ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور قصاص طلب کیا آپ ﷺ نے فرمایا زخم درست ہونے کے بعد آنا وہ آدمی دوبارہ آپ ﷺ کی خدمت میں آیا اور اپنا مطالبہ دہرایا آپ ﷺ نے اسے قصاص دلوا دیا اس کے بعد پھر وہ آیا اور درخواست کی یا رسول اللہ ﷺ! میں لنگڑا ہو گیا ہوں آپ ﷺ نے فرمایا میں نے تجھے روکا تھا لیکن تو باز نہ آیا اب تیرے لنگڑے پن کا کوئی بدلہ نہیں پھر آپ ﷺ نے زخموں کے درست ہونے سے پہلے قصاص لینے سے منع فرما دیا۔

معاف کر دینے کی فضیلت

﴿فَمَنْ تَصَدَّقَ بِهٖ فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَّهٗ﴾

اگر کسی مسلمان کو کسی سے کوئی جسمانی ایذا پہنچے وہ اسے معاف کر دے تو اللہ تعالیٰ اس کے بدلے اس کے درجات بلند فرماتے ہیں۔

عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ:((مَا نَقَصَتْ صَدَقَةٌ مِنْ مَّالٍ وَّمَا زَادَ اللّٰهُ عَبْدًا بِعَفْوٍ إِلَّا عِزًّا وَّمَا تَوَاضَعَ أَحَدٌ لِلّٰهِ إِلَّا رَفَعَهُ اللّٰهُ .))❷

---

❶ مسند احمد ۲/۲۱۷، ۱۱/۶۰۸ (اس کی سند میں ابن اسحاق نامی ایک مدلس راوی ہے جس کے سماع کی صراحت نہیں اس لیے یہ حدیث ضعیف ہے)
❷ صحیح مسلم کتاب البر والصلة والادب باب استحباب العفو والتواضع

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صدقہ مال کو کم نہیں کرتا جو شخص کسی کو ظلم اور زیادتی پر معاف کردے اللہ تعالیٰ اس کی عزت بڑھاتے اور اس کے گناہ معاف کر دیتے ہیں۔

﴿وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ﴾

جو اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ قوانین سے اعراض کرتے ہوئے انسان کے وضع کیے ہوئے قوانین کو مانتے ہیں اور فیصلے بھی ان کے مطابق کرتے ہیں یہ لوگ ظالم ہیں کیونکہ یہ اپنی جانوں پر بھی ظلم کرنے والے ہیں اور معاشرے پر بھی ظلم کرتے ہیں اور حدود اللہ کو توڑتے ہیں۔

ظلم کی تعریف

وَضْعُ الشَّيْءِ فِيْ غَيْرِ مَوْضِعِهِ.[1]

کسی چیز کو بے محل اور بے موقع رکھ دینا ظلم ہے یا کسی کے سپرد ایسا منصب کر دیا جائے جس کا وہ اہل نہیں ظلم کہلاتا ہے۔

ملاحظہ

پہلی آیت مبارکہ میں قوانین وضعیہ کے ساتھ فیصلہ کرنے والوں کے لیے لفظ کافر اس لیے بولا گیا ہے کہ وہ حکم الٰہی کا انکار تھا اور دوسری آیت میں لفظ ظالم اس لیے بولا گیا ہے کہ یہاں مظلوم کے انصاف میں خلل واقع ہوتا ہے۔

ان آیات میں لفظ کفر کو لفظ ظلم پر اس لیے مقدم کیا گیا ہے کیونکہ وہاں اللہ تعالیٰ کے حق میں تقصیر تھی اور ظلم میں بندوں کے حق میں تقصیر تھی خالق کے حقوق کو مخلوق کے حقوق پر مقدم رکھا گیا ہے۔

آیات سے جو مسائل اخذ ہوتے ہیں

۱. جن اشیاء یا احکام کے بجالانے کا حکم اللہ تعالیٰ نے دیا ہے ان کو کرنا واجب ہے اور جن کو ترک کرنے کا حکم دیا ہے ان کو چھوڑ دینا واجب ہے۔

۲. اللہ تعالیٰ کے احکامات کا انکار کرنا یا ان کے ساتھ مذاق کرنا کفر ہے۔

۳. قتل اور زخموں میں قصاص واجب ہے اگر مظلوم دیت کے ساتھ راضی ہو جائے تو پھر دیت دی جا سکتی ہے۔

---

[1] تفسیر المنیر ٦/ ٢٠٩

۴. اگر مجروح معاف کر دے تو پھر قصاص اور دیت ساقط ہو جاتی ہے۔

۵. معاف کرنے والے کو اللہ تعالیٰ عزت عطا کرتے ہیں اور اس کے گناہ معاف کر دیتے ہیں۔

۶. زخم کے درست ہونے سے پہلے قصاص نہیں لینا چاہیے۔

۷. قصاص وغیرہ کا حکم تورات اور انجیل میں بھی موجود تھا لیکن بنی اسرائیل نے خود اسے معطل کر رکھا تھا۔

۸. اگر کوئی نیک آدمی اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کر کے قسم اٹھائے تو اللہ تعالیٰ اس کی قسم کو پورا فرماتے ہیں۔

﴿وَقَفَّيْنَا عَلَىٰٓ اٰثَارِهِمْ بِعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرٰىةِ ۖ وَاٰتَيْنٰهُ الْاِنْجِيْلَ فِيْهِ هُدًى وَّنُوْرٌ ۙ وَّمُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَهُدًى وَّمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿46﴾ وَلْيَحْكُمْ اَهْلُ الْاِنْجِيْلِ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فِيْهِ ۗ وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿47﴾﴾

اور ہم نے انہی انبیاء کے بعد (جو بنی اسرائیل میں آئے تھے) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھیجا اور جو تورات اس (عیسیٰ علیہ السلام) سے پہلے آئی تھی اس کی تصدیق کرنے والا تھا اور ہم نے اس کو انجیل دی جس میں ہدایت اور روشنی تھی اور یہ (انجیل) تورات کے (احکامات) کی تصدیق کرنے والی تھی اور اس میں پرہیزگاروں کے لیے ہدایت اور نصیحت تھی اہل انجیل کو چاہیے کہ جو احکام اللہ تعالیٰ نے انجیل میں نازل فرمائے ہیں ان کے مطابق فیصلہ کریں جو کوئی اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ حکم کے مطابق فیصلہ نہ کرے وہ نافرمان ہے۔

مشکل الفاظ کے معانی

قَفَّيْنَا: ہم نے (ان رسولوں کے) پیچھے بھیجا (عیسیٰ بن مریم کو۔)

مُصَدِّقًا: تصدیق کرنے والا۔

الْفٰسِقُوْنَ: اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے نکلنے والے یا احکام دین سے تجاوز کرنے والے۔

التوضیح

﴿وَقَفَّيْنَا عَلَىٰ آثَارِهِم بِعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرَاةِ ۖ وَآتَيْنَاهُ الْإِنجِيلَ فِيهِ هُدًى وَنُورٌ﴾

اس سے پہلی آیتوں میں ذکر تھا کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کی وفات کے بعد بنی اسرائیل میں بہت سے انبیاء مبعوث فرمائے جو خود بھی تورات کے احکامات پر عمل کرتے اور بنی اسرائیل کے عابدوں اور عالموں کو بھی احکام تورات کی پابندی کا حکم دیتے اور تورات کی نگہبانی کی تاکید کرتے تھے جس طرح اللہ تعالیٰ نے ان انبیاء کو تورات کی نگہبانی کا حکم دیا تھا اور آخر پر اللہ تعالیٰ نے تورات کے احکام کی تصدیق اور نگہبانی کے لیے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مبعوث فرمایا اور ان پر انجیل بھی نازل فرمائی جس میں ہر طرح کی ہدایت تھی اور کثرت گناہوں سے بنی اسرائیل کے دل سیاہ ہو چکے تھے ان کے دلوں کی سیاہی کو دور کرنے کے لیے انجیل ایک مشعل تھی۔

﴿وَمُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرَاةِ وَهُدًى وَمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِينَ﴾

اس انجیل میں تورات کے سچے احکامات کی تصدیق اور طرح طرح کی نصیحت بھی موجود تھی لیکن اس نصیحت کا اثر ان لوگوں کے دلوں پر ہی ہوگا جن کے دلوں میں اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش ہونے کا خوف موجود ہے اور جو لوگ اس خوف سے بے پرواہ ہیں ان کے دلوں پر انجیل کی نصیحت کا کوئی اثر نہیں ہوگا۔

﴿وَلْيَحْكُمْ أَهْلُ الْإِنجِيلِ بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ فِيهِ ۚ وَمَن لَّمْ يَحْكُم بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ﴾

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ نصاریٰ کو چاہیے انجیل میں اللہ تعالیٰ نے جو احکام نازل فرمائے ہیں ان پر اسی طرح ہی عمل کریں جس طرح وہ اتارے گئے ہیں (جو آخر الزمان نبی ﷺ کے متعلق پیش گوئیاں اور دلائل موجود ہیں ان کو چھپانے یا ان کی غلط تاویلیں کرنے کی کوشش نہ کریں) بلکہ اس کے اصلی احکامات کی پابندی اور پاسداری کریں ورنہ یہ اللہ تعالیٰ کے نافرمان کہلائیں گے انجیل میں تورات کے احکام کی تصدیق کا یہ مطلب ہے جو تورات کے احکام انجیل کے احکام سے منسوخ نہیں ہوئے وہ واجب العمل ہیں۔

کلام الٰہی میں ناسخ اور منسوخ کا انکار اہل کتاب کا مذہب ہے

اہل کتاب کلام الٰہی میں ناسخ اور منسوخ کے قائل نہیں اس بناء پر وہ کہتے ہیں کہ قرآن مجید کی بعض آیات بعض کو منسوخ کرتی ہیں اس لیے قرآن مجید کو کلام اللہ نہیں کہا جا سکتا۔

ناسخ اور منسوخ صرف قرآن کے ساتھ خاص نہیں

علمائے اسلام نے اہل کتاب کے اس اعتراض کا یہ جواب دیا ہے کہ ناسخ اور منسوخ قرآن کریم کے ساتھ خاص نہیں بلکہ تورات اور انجیل میں بھی ناسخ اور منسوخ موجود ہے چنانچہ تورات کے حصہ استثناء کے چوبیسویں باب میں بغیر کسی قید کے عورت کو طلاق دینا جائز ہے اور انجیل متی کے باب ۱۹ میں ہے بدکاری کے جرم کے بغیر عورت کو طلاق نہیں دی جا سکتی اگر اہل کتاب کے اصول اور قانون کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ کہا جائے کہ تورات منسوخ اور انجیل ناسخ ہونے کے سبب اللہ تعالیٰ کا کلام نہیں تو اس بات کا کوئی اہل کتاب قائل نہیں تو پھر قرآن کے ناسخ اور منسوخ ہونے کے سبب سے کلام اللہ ہونے میں کس طرح شبہ ہو سکتا ہے۔

شریعت کو تسلیم کرنا ناسخ اور منسوخ پر منحصر نہیں

تورات کے حصہ استثناء کے باب ۳۳ میں تین نبیوں کا ذکر اس طرح آیا ہے کہ پہلے نبی کا ظہور کوہ طور اور دوسرے نبی کا ظہور شام کے پہاڑ ساعیر سے اور تیسرے نبی کا ظہور مکہ کے پہاڑوں سے پہلے اور دوسرے نبی کے متعلق اہل کتاب اور اہل اسلام کا اتفاق ہے کہ وہ موسیٰ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام ہیں اور تیسرے نبی کے متعلق اہل کتاب نے طرح طرح کے اختلافات پیدا کیے ہیں جن کا اہل اسلام نے مسکت جوابات کے ساتھ رد کیا ہے اور ثابت کیا ہے مکہ کے پہاڑوں سے رسول ﷺ کے سوا کوئی نبی نہیں آیا۔ ❶

کیونکہ حدیث میں ہے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلَ :((أَنَا أَوْلَى النَّاسِ بِابْنِ مَرْيَمَ وَالْأَنْبِيَاءُ أَوْلَادُ عَلَّاتٍ لَيْسَ بَيْنِي وَبَيْنَهُ نَبِيٌّ.))❷

---

❶ احسن التفاسیر ۲/ ٦٢۔

❷ صحیح بخاری کتاب احادیث الانبیاء باب قول الله عزوجل :﴿واذكر في الكتاب مريم﴾ رقم :٣٤٤٢۔

میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا کہ میں لوگوں میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زیادہ قریب اور حقدار ہوں کیونکہ انبیاء آپس میں علاتی بھائی (جن کا باپ ایک اور مائیں مختلف ہوں) ہوتے ہیں میرے درمیان اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے درمیان کوئی نبی نہیں آیا۔

اصلی انجیل پر ترک عمل کے اسباب

سنہ ۴۲ء میں بولس نامی ایک یہودی فریب دینے کے لیے عیسائی ہوگیا اس نے اصل انجیل کے بہت سے احکام تبدیل کر کے اپنی طرف سے کئی باتیں داخل کر دیں جس کی بناء پر عیسائیوں کی اکثریت اس بولس کے ساتھ ہوگئی چنانچہ پھر بولس اور اصلی انجیل پر عمل کرنے والے عیسائیوں کی بڑی خون ریز لڑائی ہوئی اور بولس اس لڑائی میں غالب رہا اور اس کی ایجاد کی ہوئی باتوں پر عمل اور پختہ ہوگیا۔ ۸۰ء کے قریب تک دین مسیحی کی یہی حالت رہی اس کے بعد قیصر روم نے اس اختلاف کو رفع کرنے کی خاطر انجیل کے اصل احکام میں بہت بڑا ردوبدل کیا اور بار بار ردوبدل کرنے کی وجہ سے آسمانی انجیل پر عمل متروک ہوتا چلا گیا۔

آیات سے اخذ شدہ مسائل

1. عیسیٰ علیہ السلام کی بعثت اور انجیل کا نزول بنی اسرائیل کے لیے ہدایت کا سبب بنایا گیا۔
2. اہل انجیل کو اللہ کے نازل کردہ احکام کے مطابق فیصلہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔
3. موسیٰ علیہ السلام اور خاتم الانبیاء کے بارے میں جو انجیل میں پیش گوئیاں ہیں اہل انجیل ان کو مت چھپائیں۔
4. ناسخ ومنسوخ آیات جس طرح تورات وانجیل میں ہیں اسی طرح قرآن مجید میں بھی ہیں۔
5. عیسیٰ علیہ السلام اور محمد ﷺ کے درمیان کوئی نبی نہیں آیا۔

﴿وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتٰبِ وَمُهَيْمِنًا عَلَيْهِ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ عَمَّا جَآءَكَ مِنَ الْحَقِّ ۭ لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَّمِنْهَاجًا ۭ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلٰكِنْ لِّيَبْلُوَكُمْ فِيْ مَآ اٰتٰىكُمْ فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ ۭ اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ (48) وَاَنِ احْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ وَاحْذَرْهُمْ اَنْ يَّفْتِنُوْكَ عَنْۢ بَعْضِ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكَ ۭ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاعْلَمْ اَنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّصِيْبَهُمْ بِبَعْضِ ذُنُوْبِهِمْ ۭ وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ لَفٰسِقُوْنَ (49) اَفَحُكْمَ الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُوْنَ ۭ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ حُكْمًا لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ (50)﴾

ہم نے آپ ﷺ پر سچی کتاب (قرآن مجید) نازل کی جو پہلی کتابوں کی تصدیق اوران کی حفاظت کرتی ہے آپ ان کے درمیان اس کے مطابق فیصلہ کریں جو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی ہے اور آپ ﷺ اس حق کو چھوڑ کر جو آپ ﷺ کے پاس آیا ہے ان کی خواہشات کی اتباع نہ کریں تم میں سے ہر ایک کو ہم نے راہ اور شریعت دی اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تم کو ایک ہی امت بنا دیتا لیکن وہ تم کو (مختلف) احکام دے کر آزمانا چاہتا ہے، پس تم نیکیوں کی طرف جلدی کرو اللہ تعالیٰ کی طرف تم سب کا لوٹنا ہے پس وہ خبر دے گا تم کو اس چیز کی جس میں تم اختلاف کرتے ہو آپ ان کے درمیان اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ حکم کے مطابق فیصلہ کریں اور ان کی خواہشات کی اتباع نہ کریں اور آپ ان سے بچ کے رہیں کہیں وہ آپ کو اللہ کے بعض نازل کردہ احکام سے بہکا نہ دیں اگر وہ پھر گئے آپ جان لیں سوائے اس کے نہیں اللہ تعالیٰ ارادہ کرتے ہیں کہ ان کو ان کے بعض گناہوں کی سزا دیں بے شک لوگوں میں سے بہت زیادہ نافرمان ہیں کیا پس وہ جاہلیت کا فیصلہ (کفر) چاہتے ہیں؟ اور جو لوگ یقین رکھتے ہیں ان کے نزدیک اللہ تعالیٰ سے بہتر فیصلہ کرنے والا کون ہے؟

مشکل الفاظ کے معانی

الْكِتٰبَ : قرآن کریم۔

مِنَ الْكِتٰبِ : یہ اسم جنس ہے اور کتب سابقہ کے معنی میں ہے جیسے تورات انجیل وغیرہ۔

مُهَيْمِنًا عَلَيْهِ: اس پر حاکم ہے یعنی پہلی تمام کتابوں کے احکام کو صحیح بیان کرتا ہے اور ان کی غلط تاویلات وتحریفات کو واضح کرتا ہے۔

شِرْعَةً: شریعت کا وہ نظام اور احکام جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لیے مقرر کیے ہیں۔

مِنْهَاجًا: واضح طریقہ اور راستہ جس پر دین (دینی معاملات) میں لوگ چلتے ہیں۔

أُمَّةً وَّاحِدَةً: ایک امت (تمھارے دین وعقیدہ اور عبادت میں کوئی اختلاف نہیں۔)

لِيَبْلُوَكُمْ: تاکہ وہ آزمائے تم کو۔

فَاسْتَبِقُوا: تم جلدی کرو۔

أَنْ يَّفْتِنُوكَ: یہ کہ وہ آپ کو حق سے باطل کی طرف مائل کریں۔

فَإِنْ تَوَلَّوْا: اگر وہ حق کو قبول کرنے سے گریز کریں۔

أَفَحُكْمَ الْجَاهِلِيَّةِ: وہ احکام جن پر اہل جاہلیت عمل کرتے ہیں اور وہ ان کی آراء اور خواہشات کے مطابق ہیں۔

التوضیح

﴿وَأَنْزَلْنَآ إِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتٰبِ وَمُهَيْمِنًا عَلَيْهِ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَآ أَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَآءَهُمْ عَمَّا جَآءَكَ مِنَ الْحَقِّ﴾

اللہ تعالیٰ رسول اللہ ﷺ کو فرمار ہے ہیں کہ ہم نے آپ ﷺ پر مکمل دین نازل فرمایا جو صدق پر مشتمل ہے اس میں کسی قسم کا کوئی شک وشبہ نہیں اور یہ ان تمام کتابوں کی تصدیق کرنے والا ہے جو اس سے پہلے نازل ہوئی ہیں اور رسالت اس دین اسلام کو اپنی آخری اور مکمل صورت میں پیش کرتی ہے اور یہ دین پوری انسانیت کا دین اور سب ادیان پر غالب ہے تاکہ اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے نظام اور اصولوں پر انسانی زندگی استوار ہو سکے اور زندگی کا ہر شعبہ اس کے مطابق ہو اور نظام الٰہی کے مطابق ہماری انفرادی اور اجتماعی زندگی بسر ہو اور اس کے مطابق ہی ہمارا ہر فیصلہ ہو اور یہی نظام ہمارے محکموں اور سکولوں میں جاری ہوتا کہ یہی دین اسلام تہذیب اور ثقافت کے اعتبار سے بھی وقت کی غالب قوت ہو۔

قرآن کا نام ”مُهَيْمِنٌ“ کیوں .... ؟

کیونکہ اس قرآن میں سب انبیاء اور ان کی کتابوں کی صداقت موجود ہے اسی لیے جس نے قرآن کو جھٹلایا گویا اس نے ان تمام کتب سابقہ کو جھٹلایا ہے۔ کیونکہ قرآن مجید سب کتابوں کے بعد نازل ہوا اسی لیے اس کو ”مُهَيْمِنًا عَلَيْهِ“ کہا گیا ہے جس کا مطلب اور مفہوم حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے قول کے موافق یہ ہے:

کتب سابقہ کے جو مضامین قرآن مجید میں ہیں ان مضامین کو قرآن نہایت ایمانداری سے ادا کرتا ہے جس سے وہ خیانت واضح ہو جاتی ہے جو پہلی کتب میں کی گئی جیسے یہود نے شادی شدہ زانی مرد اور عورت کی سزا میں خیانت کی تھی وہ آخر ظاہر ہو گئی۔ ❶

قرآن کو آسمانی کتاب ثابت کرنے کے بعد فرمایا کہ یہ لوگ (یہود) کوئی مقدمہ لے کر آئیں تو اس کا فیصلہ قرآن کے حکم کے مطابق کریں اگر اس کے مقابلہ میں یہ لوگ تورات کے کسی حکم کا حوالہ دیں تو آپ ﷺ ان پر یقین نہ کریں کیونکہ بہت سی باتیں انھوں نے اپنی خواہشات کے مطابق بنا کر اس میں داخل کر دی تھیں، جیسے شادی شدہ زانی کو رجم کرنے کی بجائے منہ کالا کر کے پھرانا اور اس کو رسوا کرنا اور مقتول کے قصاص اور رسول اللہ ﷺ کے متعلق بشارات کو تبدیل کر دینا وغیرہ، اس لیے اللہ تعالیٰ اپنے رسول ﷺ کو فرما رہے ہیں کہ آپ ان کی خواہشات کی اتباع نہ کریں بلکہ آپ ان کے فیصلے بھی قرآنی حکم کے مطابق کریں کیوں کہ اللہ تعالیٰ کے علم میں یہ چیز تھی کہ لوگ میرے نازل کردہ احکام سے تجاوز اور مختلف توجیہات بیان کریں گے۔

ملاحظہ

اگرچہ یہاں خطاب رسول اللہ ﷺ کو ہے مگر تعلیم امت کو دینا مقصود ہے کہ دین اسلام مکمل ہو چکا ہے اور یہ دین اسلام پوری انسانیت کے لیے ضابطہ حیات ہے اور اس نظام حیات کا ابدی ہونا اس امر کا متقاضی ہے کہ اس میں کسی قسم کی ترمیم یا اضافہ نہیں ہو سکتا جو اس میں ترمیم یا تغیر کا دعویٰ کرے وہ مسلمان نہیں خواہ وہ اسلام کے کتنے ہی دعوے کیوں نہ کرے۔

---

❶ تفسیر ابن کثیر ۹۲/۲۔

شریعت سابقہ کی منسوخی کی وجوہات

﴿لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَّمِنْهَاجًا ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلٰكِنْ لِّيَبْلُوَكُمْ فِيْ مَآ اٰتٰكُمْ فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ ؕ﴾

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں چاہتا تو تم کو ایک شریعت پر جمع کر دیتا اور پھر کسی قسم کا اختلاف نہ رہتا حالانکہ میں نے ہر زمانہ کی ضرورت کے لحاظ سے مختلف شریعتیں دی ہیں مثلاً آدم علیہ السلام کے زمانہ میں نسل انسان کو بڑھانے کے لیے بہن بھائی کا آپس میں نکاح جائز تھا جب یہ ضرورت نہ رہی تو یہ شریعت منسوخ ہوگئی اسی طرح مابعد کی شریعت سے پہلی شریعت کے منسوخ ہونے کی ایک وجہ یہ بھی ہے تاکہ فرمانبردار اور نافرمانوں کو آزمائے۔

اور اسی طرح اللہ تعالیٰ نے شیطان کی دخل اندازی کے تمام راستے بند کر دیے ہیں خاص کر شیطان کی وہ دخل اندازیاں جو بظاہر ایسی محسوس ہوتی ہیں اگر شریعت کے فلاں حکم کو چھوڑ دیا جائے اور یہ سہولت پیدا کر دی جائے تو یہ سب لوگ راضی ہو جائیں گے اور صفوں میں اتحاد پیدا ہو جائے گا یہ ایک باطل تصور ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی شریعت سے منہ پھیرنا فساد اور انحراف کا سبب بنتا ہے اور یہ عدل وانصاف کا نام ونشان مٹا کر ایک انسان کو دوسرے انسان کا غلام بنا دیتا ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کی عبادت چھوڑ کر معبودانِ باطلہ کی عبادت کرنا ہے، اس لیے شریعت کے احکام کی پابندی کرنا ہر انسان پر ضروری ہے کیونکہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کے حکم کے پابند ہیں اور وہ شریعت محمدیہ کی پابندی کرنے کی وجہ سے دوہرے اجر کے مستحق ٹھہر جاتے ہیں۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اِذَا اٰمَنَ بِعِيْسٰى ثُمَّ اٰمَنَ بِيْ فَلَهٗ اَجْرَانِ.)) [1]

"جو شخص حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ایمان لانے کے بعد میرے ساتھ ایمان لایا اس کے لیے دگنا اجر ہے۔"

اور اس آیت مبارکہ ﴿فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ﴾ میں عام مسلمانوں کو اعمال صالحہ اور اہل کتاب کو دوہرے اجر کی ترغیب دلائی گئی ہے اور خیرات کے یہاں معنی شریعت وقتیہ (محمدیہ) کے ہیں۔

[1] صحيح بخاری كتاب احاديث الانبياء باب واذكر في الكتاب مريم رقم: ٣٤٤٦

اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ

یہاں اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو تنبیہ فرمار ہے ہیں جو لوگ شریعت وقتیہ (محمدیہ) میں طرح طرح کے اختلافات نکال کر منسوخ شریعت پر جمے رہے اور ان لوگوں کو اس مخالفت کی سزا قیامت کے دن بھگتنی پڑے گی کیونکہ شریعت منسوخہ کے اعمال عنداللہ قبول نہیں ہوتے۔

﴿وَاَنِ احْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ وَاحْذَرْهُمْ اَنْ يَّفْتِنُوْكَ عَنْ بَعْضِ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكَ﴾

شریعت وقتیہ پر عمل کرنے کی ترغیب دلانے کے بعد فرمایا اے میرے پیارے نبی ﷺ! اگر یہ یہودی آپ کے پاس کوئی فیصلہ لائیں ان کا فیصلہ قرآنی حکم کے مطابق کرو یہاں یہود کی خواہشات سے بچنے کی دو مرتبہ تاکید فرمائی ہے اور خاص کر اس مقام پر وعید بڑی سخت ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم میں تساہل کو فتنہ سے تعبیر کیا ہے اس سے بچنا چاہیے جو شخص ایک حکم سے گریز کرتا ہے وہ تمام شریعت پر عمل کس طرح کرے گا اور اسی طرح یہودیوں کا یہ کہنا کہ اگر زنا کے حکم میں ان کی مرضی کے مطابق فیصلہ ہو گیا تو وہ اسلام قبول کر لیں گے یہ اصولاً غلط ہے اگر وہ اسلام قبول نہ کریں تو پھر بھی آپ ان کی کوئی پرواہ نہ کریں اور ان کے اسلام سے اعراض کرنے کی اصل وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں ان کے بعض گناہوں کی سزا دینا چاہتے ہیں اور انکو اس نافرمانی کی سزا ہر صورت ملے گی کیونکہ یہ لوگ منحرف اور فاسق ہیں اور ان کو سیدھے راستے پر لانے کا کوئی ذریعہ نہیں۔ یہاں بھی اللہ تعالیٰ نے شیطان کی دخل اندازی کے تمام راستے بند کر دیے ہیں کہ کوئی شخص یہ تصور نہ کرے کہ کسی غرض یا مقصد کی بنا پر شریعت کے کسی حکم کو چھوڑا جا سکتا ہے۔

﴿اَفَحُكْمَ الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُوْنَ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ حُكْمًا لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ﴾

یہاں اللہ تعالیٰ یہود کی تردید فرمار ہے ہیں کیونکہ یہ اپنی خواہشات کی اتباع کرتے ہوئے قبائل کے خون بہانے میں فرق کرتے تھے جب یہود اس قسم کا فیصلہ آپ ﷺ کے پاس لائے تو آپ ﷺ نے فیصلہ کر کے قبائل کے امتیازی فرق کو ختم کرتے ہوئے فرمایا کہ سب کا خون بہا یکساں ہے اس پر بنو نضیر کے یہودی آپ ﷺ پر ناراض ہوئے۔

"كَانَ بَنُوْ النَّضِيْرِ إِذَا قَتَلُوْا مِنْ بَنِيْ قُرَيْظَةَ أَدَّوْا نِصْفَ الدِّيَةِ وَإِذَا قَتَلَ بَنُوْ قُرَيْظَةَ مِنْ

بَنِی النَّضِیرِ أَدَّوْا إِلَیْھِمُ الدِّیَةَ کَامِلَةً فَسَوّٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ بَیْنَھُمْ۔"❶

جب بنونضیر بنو قریظہ کے آدمی کو قتل کرتے تو نصف دیت ادا کرتے جب بنو قریظہ بنونضیر کا کوئی آدمی قتل کرتے تو یہ پوری دیت ادا کرتے تھے تو رسول اللہ ﷺ نے یہ قبائلی اور نسلی امتیاز ختم کرتے ہوئے سب مقتولوں کی دیت یکساں قرار دی۔

بظاہر یہاں اللہ تعالیٰ نے یہود کی تردید کی ہے لیکن حقیقت میں ہر اس شخص کی تردید فرمائی ہے جو اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ احکام (جو حق اور عین عدل وانصاف ہیں) کو چھوڑ دیتا ہے اور ان کے تسلیم کرنے سے انکاری ہے اور وہ زمانہ جاہلیت کے احکام طلب کرتا ہے جو کہ ظلم اور انسانی خواہشات پر قائم ہیں۔

نکتہ

یہاں استفہام "اَفَحُکْمَ الْجَاھِلِیَّةِ" تعجب اور توبیخ کے لیے ہے۔

جاہلیت کی تعریف

جاہلیت کسی خاص دور کا نام نہیں بلکہ یہ انسان کے زندگی بسر کرنے کی ایک وضع ہے جو ہر دور اور زمانہ میں پائی جاتی ہے یعنی جب انسان اللہ تعالیٰ کی عبودیت سے نکل کر غیر اللہ کی بندگی اختیار کرے اور اللہ تعالیٰ کے احکام کو اپنی زندگی میں نافذ کرنے کی بجائے غیر اللہ کے احکام کی تعمیل شروع کر دے تو یہ حالت وضع جاہلیت کہلاتی ہے۔

آخر میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میرا ہی حکم سب سے افضل اور بہتر ہے اور کوئی ذات نہیں جس کے عدل وانصاف والے احکام اللہ تعالیٰ سے بہتر ہوں یا اس جیسے ہوں کیونکہ کوئی قانون ساز انسان یہ دعویٰ نہیں کر سکتا کہ اس کا علم اللہ تعالیٰ کے علم سے زیادہ ہے یا وہ انسانوں کی مصالح اور ضروریات کو اللہ تعالیٰ سے زیادہ جانتا ہے یا وہ انسانوں پر اللہ تعالیٰ سے زیادہ رحیم ہے، حالانکہ احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر اس سے بھی زیادہ رحیم ہے جتنی ماں اپنی اولاد پر ہوتی ہے۔❷

حضرت حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں جو کوئی اللہ کے فیصلہ کے خلاف فتویٰ دے اس کا فتویٰ جاہلیت ہے اور ایک شخص نے حضرت طاؤس رحمہ اللہ سے سوال کیا کہ میں اپنی اولاد میں کسی کو زیادہ اور کسی کو کم دے سکتا ہوں تو حضرت

---

❶ سنن ابی داود کتاب القضاء باب الحکم بین اھل الذمة رقم: ۳۵۹۱ ـ ❷ صحیح بخاری کتاب الادب باب رحمة الولد وتقبیله ومعانقته رقم: ۵۹۹۹، صحیح مسلم کتاب التوبة باب فی سعة رحمة الله تعالیٰ رقم ۲۷۵٤

طاوس رحمہ اللہ نے اس کے رد میں یہی آیت ﴿أَفَحُكْمَ الْجَاهِلِيَّةِ﴾ پڑھی۔ ❶

عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ قَالَ سَأَلَتْ أُمِّيْ بَعْضَ الْمَوْهِبَةِ لِيْ مِنْ مَالِهِ ثُمَّ بَدَالَهُ فَوَهَبَهَا لِيْ فَقَالَتْ لَا أَرْضٰى حَتّٰى تُشْهِدَ النَّبِيَّ ﷺ فَأَخَذَ بِيَدِيْ وَأَنَا غُلَامٌ فَأَتٰى بِيَ النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ إِنَّ أُمَّهُ بِنْتَ رَوَاحَةَ سَأَلَتْنِيْ بَعْضَ الْمَوْهِبَةِ لِهٰذَا، فَقَالَ: ((أَلَكَ وَلَدٌ سِوَاهُ ؟))قَالَ: نَعَمْ، قَالَ فَأَرَاهُ، قَالَ: ((لَا تُشْهِدْنِيْ عَلٰى جَوْرٍ.)) ❷

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میری والدہ نے میرے باپ سے میرے لیے کچھ مال بطور عطیہ طلب کیا اور اس پر رسول اللہ ﷺ کی گواہی طلب کی جب میرے والد مجھے دربار نبوی ﷺ میں لے کر گئے تو آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ اس کے علاوہ تیری اور بھی اولاد ہے؟ میرے والد نے اثبات میں جواب دیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم مجھے ظلم اور زیادتی پر گواہ نہ بناؤ۔

آیات سے جو مسائل اخذ ہوتے ہیں

١. تمام معاملات میں کتاب وسنت کے مطابق فیصلہ کرنا واجب ہے۔
٢. کتاب وسنت کے علاوہ اور کسی شریعت یا قانون کے مطابق فیصلہ کرنا جائز نہیں۔
٣. خواہشات کی اتباع انسان کی صراط مستقیم سے گمراہی کا سبب بنتی ہے۔
٤. اعمال صالحہ کی طرف جلدی کرنا نیک لوگوں کی خاصیت ہے۔
٥. دنیا کے اکثر مصائب انسانی گناہوں کا نتیجہ ہوتے ہیں۔
٦. سب سے زیادہ انصاف اور عدل والے احکام شریعت اسلامیہ کے ہیں۔
٧. شریعتوں کا اختلاف لوگوں کو آزمانے کے لیے ہے۔

❶ تفسیر ابن کثیر ٢/٩٥
❷ صحیح بخاری کتاب الشهادات باب لا يشهد على شهادة جور اذا اشهد رقم: ٢٦٥٠

﴿یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْیَهُوْدَ وَالنَّصٰرٰٓی اَوْلِیَآءَ ۘ بَعْضُهُمْ اَوْلِیَآءُ بَعْضٍ ؕ وَمَنْ یَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ ﴿51﴾ فَتَرَی الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ یُّسَارِعُوْنَ فِیْهِمْ یَقُوْلُوْنَ نَخْشٰۤی اَنْ تُصِیْبَنَا دَآئِرَةٌ ؕ فَعَسَی اللّٰهُ اَنْ یَّاْتِیَ بِالْفَتْحِ اَوْ اَمْرٍ مِّنْ عِنْدِهٖ فَیُصْبِحُوْا عَلٰی مَاۤ اَسَرُّوْا فِیْۤ اَنْفُسِهِمْ نٰدِمِیْنَ ﴿52﴾ وَیَقُوْلُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَهٰۤؤُلَآءِ الَّذِیْنَ اَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَیْمَانِهِمْ ۙ اِنَّهُمْ لَمَعَكُمْ ؕ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فَاَصْبَحُوْا خٰسِرِیْنَ ﴿53﴾﴾

اے ایمان والو! تم یہود ونصاریٰ کو دوست مت بناؤ وہ تمھارے خلاف ایک دوسرے کے دوست ہیں جو کوئی ان سے دوستی رکھے گا اس کا حشر ان کے ساتھ ہوگا اللہ تعالیٰ ایسے ظالموں کو کبھی ہدایت نہیں دیتے جن لوگوں کے دلوں میں کفر اور نفاق کی بیماری ہے آپ ﷺ انکو دیکھیں گے کہ وہ یہود ونصاریٰ کی طرف دوڑتے جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم ڈرتے ہیں کہ کہیں ہم پر کوئی مصیبت نہ آ جائے پس عنقریب اللہ فتح دیں گے یا اور کوئی کام اپنی طرف سے لے آئیں تو اس وقت یہ اس بات پر نادم ہوں گے جس کو اپنے دلوں میں چھپانے والے ہیں (جس دن ان لوگوں کا نفاق کھل جائے گا) تو ایمان والے ایک دوسرے کو کہیں گے کیا یہ وہی لوگ ہیں جو بڑے زور سے قسمیں اٹھاتے تھے کہ ہم تمھارے ساتھ ہیں ضائع گئے ان کے سب اعمال، پس وہ خسارہ پانے والے ہو گئے۔

مشکل الفاظ کے معانی

اَوْلِیَآءُ: یہ ولی کی جمع ہے اور دوست کے معنی میں آتا ہے۔

بَعْضُهُمْ اَوْلِیَآءُ بَعْضٍ: ان کا بعض بعض کا دوست ہے (یہودی یہودی کا دوست اور نصرانی عیسائی کا)

الظّٰلِمِیْنَ: جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول ﷺ کی دوستی چھوڑ کر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے دشمنوں سے دوستی کرتے ہیں۔

مَّرَضٌ: نفاق اور شک اور شرک کے سبب سے کمزور ایمان والے۔

یُّسَارِعُوْنَ: یہود اور نصاریٰ کی دوستی باقی رکھنے میں جلدی کرتے ہیں۔

يَقُوْلُوْنَ : وہ کہتے ہیں (ان سے عذر بیان کرتے ہیں)

دَآئِرَةٌ: حوادث زمانہ، مصیبت (قحط سالی یا شکست)

بِالْفَتْحِ: فتح۔

اَمْرٍ مِّنْ عِنْدِهٖ : اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان پر عذاب نازل ہو (یا) کوئی ایسا کام رونما ہو جائے جس سے منافقین کی رسوائی ہو۔

فَيُصْبِحُوْا: پس یہ منافق لوگ ہو جائیں۔

عَلٰى مَآ اَسَرُّوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ : اس پر جس کو وہ اپنے دلوں میں چھپانے والے ہیں (نفاق اور کفار کی دوستی)

جَهْدَ: تھکاوٹ اور مشقت کو انتہائی درجہ کی کوشش اور محنت۔

حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ : ضائع ہو گئے ان کے اعمال۔

شانِ نزول

ان آیات کے شانِ نزول میں مفسرین کا اختلاف ہے بعض نے ان کا شان نزول یہ بیان کیا ہے کہ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن ابی کی یہود کے قبیلہ بنو قینقاع سے دوستی تھی۔ جب اس مذکورہ قبیلہ کی مسلمانوں سے جنگ ہوئی تو منافقوں کے سردار عبداللہ بن ابی نے مسلمانوں کے خلاف بنو قینقاع کا ساتھ دیا کیونکہ اس کے قبیلہ بنو خزرج کا مذکورہ قبیلہ (بنو قینقاع) سے معاہدہ تھا اور حضرت عبادۃ بن صامت رضی اللہ عنہ نے بنو خزرج سے ہونے کے باوجود بھی یہودیوں کا ساتھ نہ دیا بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر ان کے معاہدے اور دوستی سے براءت کا اعلان کیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ ❶

بعض نے ان آیات کا شان نزول یہ بیان کیا ہے کہ جب مسلمانوں کو جنگ احد میں شکست ہوئی تو بعض مسلمانوں نے اپنے یہودی دوستوں اور بعض نے اپنے نصرانی دوستوں کی پناہ کا ذکر کیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرما کر اس قسم کے مسلمانوں کو تنبیہ فرمائی کہ بددل ہونے کی کوئی ضرورت نہیں عنقریب اللہ تعالیٰ فتح سے نوازیں گے۔ ❷

---

❶ تفسیر طبری ١/ ٣٩٥

❷ تفسیر طبری (٤/ ٢٧٦)، الدر المنثور ٣/ ٩٩

رفع اختلاف

امام طبری رحمہ اللہ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے عام اہل ایمان کو اس بات سے منع فرمایا ہے کہ وہ مسلمانوں کے خلاف یہود ونصاریٰ کو اپنے حلیف اور معاون بنائیں اور جس نے ان کو اپنا حلیف اور معاون بنا لیا اس کا شمار ان ہی (یہود ونصاریٰ) سے ہوگا اس سے اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم بری ہوں گے۔

التوضیح

﴿يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُوْدَ وَالنَّصٰرٰٓى اَوْلِيَآءَ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ وَ مَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ﴾

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے عام مسلمانوں کو اہل کتاب (یہود ونصاریٰ) کے ساتھ دوستی کرنے سے منع فرمایا ہے کیونکہ ان سے دوستی کرنا اسلام سے بدخواہی کے مترادف ہے اور یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پر کمر باندھ لی ہے اور انھوں نے خود بھی اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے اور دوسروں کو بھی ظلم کی طرف مائل کرتے ہیں اور یہ لوگ اللہ تعالیٰ، اسلام اور اہل اسلام کے دشمن ہیں اور ان کی دشمنی میں وہ کوئی کسر نہیں چھوڑتے اور جو شخص ایسے لوگوں سے دوستی پیدا کر کے ان کی عادات اپنائے یا سیکھے گا وہ ان کی دوستی میں ڈوب کر ان کے ہی انجام سے ہمکنار ہوگا کیونکہ اللہ تعالیٰ ایسے ظالم اور برے انجام والے لوگوں کو مجبور کر کے راہ راست پر نہیں لانا چاہتے، کسی کو مجبور کر کے راہ راست پر لانا یہ نظام الٰہی کے خلاف ہے کیونکہ دنیا اچھے اور برے کے امتحان کے لیے پیدا کی گئی ہے اگر مجبور کر کے راہ راست پر لایا جائے تو امتحان کی صورت باقی نہیں رہتی۔

﴿فَتَرَى الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ يُّسَارِعُوْنَ فِيْهِمْ يَقُوْلُوْنَ نَخْشٰٓى اَنْ تُصِيْبَنَا دَآئِرَةٌ فَعَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّاْتِيَ بِالْفَتْحِ اَوْ اَمْرٍ مِّنْ عِنْدِهٖ فَيُصْبِحُوْا عَلٰى مَآ اَسَرُّوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ نٰدِمِيْنَ﴾

وہ لوگ جن کے دلوں میں نفاق اور شک کی بیماری ہے یعنی منافق لوگ یہ یہود ونصاریٰ اور اسلام کے دشمنوں سے دوستی میں جلدی اس لیے کرتے ہیں کہ ان کے دلوں میں اس بات کا خوف ہوتا ہے کہ کسی بھی وقت یہ کفار اور اسلام

کے دشمن اسلام اور اہل اسلام پر غلبہ حاصل کر سکتے ہیں اور جس وقت یہ لوگ غالب ہوں تو ہم ان سے فائدہ اٹھا سکیں اور ایسے لوگ ہر زمانہ اور ہر جگہ موجود رہے ہیں جو کفر کے اماموں اور سربراہوں کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھاتے اور ان کی ہر بات کی تائید کرتے ہوئے ان کی خوشی اور رضا کے طالب ہوتے ہیں اور وہ بہت کم مال کے بدلے اپنے ایمان کو فروخت کر ڈالتے ہیں۔ جس کی مثال آج بھی موجود ہے کہ ہر ملک کے سربراہ کی منشا یہی ہوتی ہے کہ امریکہ اس سے راضی ہو جائے وہ اسے خوش کرنے کے لیے اس کی ہدایات اور خطوط پر عمل کرتے ہوئے اپنے قومی اور ایمانی تشخص کو بھی نیست و نابود کر بیٹھتے ہیں اور اس کی خوشنودی حاصل کرنے کی سرتوڑ کوشش کرتے ہیں اللہ تعالیٰ نے تمام ایسے خیالات کا رد فرمایا ہے جس سے منافق مسلمانوں پر مشکل وقت آ جانے پر یہود کی پناہ میں جانے کے منصوبے تیار کیا کرتے تھے، چنانچہ یہ لوگ یہود کے قتل، جلاوطنی اور مسلمانوں کا غلبہ دیکھ کر بہت پشیمان ہوئے۔

﴿ وَيَقُولُ الَّذِينَ آمَنُوا أَهَٰؤُلَاءِ الَّذِينَ أَقْسَمُوا بِاللَّهِ جَهْدَ أَيْمَانِهِمْ ۙ إِنَّهُمْ لَمَعَكُمْ ۚ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فَأَصْبَحُوا خَاسِرِينَ ﴾

مسلمانوں کو ان کی یہ حالت دیکھ بڑا تعجب ہوا ظاہر میں تو یہ لوگ قسمیں کھا کر اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرتے اور باطن میں انکا اسلام کے مخالفین سے اتنا گہرا تعلق تھا کہ مسلمانوں کے مقابلہ میں ان کی مدد کرتے اور ان کی جلاوطنی کے وقت یہ لوگ خود جلاوطن ہونے پر تیار تھے جس کا انجام یہ ہوا کہ دنیا میں بھی ان کے لیے نقصان اور ان کی آخرت بھی خراب ہوئی۔

الغرض!

ان نصوص سے مدینہ منورہ میں موجود مسلمانوں کے یہود اور منافقین کے ساتھ جن واقعات کی جانب اشارہ ہوا ہے یہ سب واقعات اس وقت رونما ہوئے جب یہود بڑی شان و شوکت سے مدینہ اور اس کے آس پاس زندگی بسر کر رہے تھے بلکہ یہاں یہود و نصاریٰ کے ساتھ دوستی رکھنے پر شدید تہدید ہو رہی ہے کہ جو ان سے دوستی رکھے وہ ان سے ہی ہے گویا کہ یہاں یہود کے مکر و فریب کی توضیح کی گئی ہے اور ساتھ یہ بھی بتلایا گیا ہے کہ مسلمان کے اصل دشمن یہود اور نصاریٰ ہیں کیونکہ یہ مسلمانوں کے عقیدہ کے دشمن ہیں وہ یہ نہیں چاہتے کہ یہ مسلمان اس عقیدہ پر قائم رہیں کیونکہ وہ خود اس عقیدہ سے بھٹکے ہوئے ہیں اور ان کی پوری طرح یہ کوشش ہے کہ مسلمان بھی ان جیسے ہو جائیں۔

آیات سے جو مسائل اخذ ہوتے ہیں

۱۔ امور دین میں کفار اور مومنوں کے درمیان دوستی اور موالات حرام ہے لیکن دنیاوی معاملات میں ایک دوسرے سے تعاون ہوسکتا ہے۔

۲۔ مسلمان کے خلاف کافر سے تعاون کرنا یہ اسلام سے ارتداد ہے۔

۳۔ کفار کے ساتھ دوستی یہ ضعیف ایمان کی علامت ہے جو انسان کو بسا اوقات کفر تک لے جاتی ہے۔

۴۔ نفاق کا انجام برا ہوتا ہے۔

۵۔ یہ حکم قیامت تک باقی رہنے والا ہے۔

۶۔ مسلم، مرتد اور کافر کا وارث نہیں ہوسکتا۔

﴿يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَنْ يَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَسَوْفَ يَاْتِي اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُّحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗٓ ۙ اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ۡ يُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا يَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ ۭ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ۭ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿54﴾ اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رٰكِعُوْنَ ﴿55﴾ وَمَنْ يَّتَوَلَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَاِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغٰلِبُوْنَ ﴿56﴾﴾

اے ایمان والو! جو کوئی تم سے مرتد ہو جائے تو عنقریب اللہ تعالیٰ ایک ایسی قوم لائیں گے جس سے اللہ تعالیٰ محبت کرتے ہوں اور وہ اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہوں مومنوں پر نرمی اور کفار پر سختی کرنیوالے ہوں اللہ تعالیٰ کے راستہ میں جہاد کرتے اور (حق میں) وہ کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہ ڈرتے ہوں یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جس پر چاہے کرتا ہے اور اللہ وسیع علم والا ہے۔ سوائے اس کے نہیں تمھارا دوست اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول اور ایمان والے جو نماز قائم کرتے اور زکوۃ ادا کرتے اور عاجزی کرتے ہیں جس شخص نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ اور ایمان والوں کو دوست بنایا بے شک اللہ تعالیٰ کا ہی گروہ (ہے) وہ غالب ہونے والے ہیں۔

مشکل الفاظ کے معانی

مَنْ يَّرْتَدَّ: جو شخص اسلام لانے کے بعد کفر قبول کر لے یا ارکان اسلام سے کسی رکن کو بغض و عناد کی بنا پر ظاہری طور پر ترک کر دے۔

اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ: مومنوں پر نرم ہیں۔

اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ : کفار پر سخت ہیں۔

لَوْمَةَ لَآئِمٍ : ملامت کرنے والے کی ملامت۔

حِزْبَ اللّٰهِ: اللہ تعالیٰ کی جماعت۔

ان آیات کی ماقبل سے مناسبت

پہلی آیات میں اللہ تعالیٰ نے کفار کی موالات اور دوستی سے منع فرمانے کے بعد جو لوگ منافقین کے ساتھ موالات اور دوستی میں جلدی کرتے ہیں ان کا تذکرہ فرماتے ہوئے مرتدین (جو اسلام کے بعد کفر اختیار کر لیں) سے دور رہنے کا حکم صادر فرماتے ہوئے ایمانداروں کو ان لوگوں کے ساتھ موالات کا حکم دیا ہے جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ محبت کرتے اور اس کی محبت کو اپنی جان و مال اور اولاد پر ترجیح دیتے ہیں۔

التوضیح

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَنْ يَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ﴾

اللہ تعالیٰ خبر دے رہے ہیں کہ اگر کوئی شخص دین اسلام کو چھوڑ کر کفر اختیار کرے یعنی مرتد ہو جائے تو وہ قوت اسلام میں کمی واقع نہیں کر سکتا بلکہ ان کی جگہ اللہ تعالیٰ خدمت اسلام پر ایسے لوگوں کو مامور کریں گے جو ہر لحاظ سے ان لوگوں سے بہتر ہوں گے اور وہ غلبہ اسلام کے لیے اپنی زندگی کو وقف کیے ہوں گے۔

ارتداد کی تعریف

"يَرْجِعُ عَنِ الْحَقِّ اِلَى الْبَاطِلِ." ❶

حق کو چھوڑ کر باطل کی طرف پھر جانے کو ارتداد کہتے ہیں کچھ لوگ رسول اللہ ﷺ کے عہد میں مرتد ہوئے اور کچھ قبائل آپ کی وفات کے بعد دین اسلام سے پھر گئے جن کی تفصیل یہ ہے۔

قبائل جو عہد نبوی ﷺ میں مرتد ہوئے

جو قبائل عہد نبوی ﷺ کے آخر میں مرتد ہوئے وہ تین ہیں۔

پہلا قبیلہ (بنو مذحج)

یہ اپنے رئیس اسود عنسی کے ساتھ مل کر مرتد ہوئے اور اسود عنسی کاہن تھا اس کا یمن کے تمام شہروں پر قبضہ ہو گیا اس نے وہاں سے رسول اللہ ﷺ کے عاملوں کو نکال دیا تو آپ ﷺ نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو اس کی سرکوبی کے لیے مقرر فرمایا اور یمن کے تمام مسلمانوں نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے ساتھ تعاون کیا آخرکار اسود عنسی حضرت فیروز دیلمی رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں قتل ہوا تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی وفات سے ایک دن پہلے آپ کو بذریعہ وحی اس کے قتل کی خبر دی۔ ❷

دوسرا قبیلہ (بنو حنیفہ)

یہ بھی اپنے سردار مسیلمہ کذاب کے ساتھ مرتد ہوا اس کا اصل نام ثمامہ بن قیس تھا اور یہ لوگ یمامہ میں آباد تھے اس نے رسول اللہ ﷺ کی طرف ایک مکتوب اپنے دو آدمیوں کے ہاتھ روانہ کیا جس میں تحریر تھا۔

مِنْ مُّسَيْلِمَةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اِلٰى مُحَمَّدٍ رَّسُوْلِ اللّٰهِ اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ الْاَرْضَ نِصْفُهَا لِيْ وَنِصْفُهَا لَكَ. (نعوذ باللہ من ذلک) کہ اللہ تعالیٰ کے رسول مسیلمہ کی طرف سے محمد رسول اللہ ﷺ کی طرف حمد و صلوۃ کے بعد نصف زمین میرے لیے ہے اور آدھی آپ کے لیے۔

آپ ﷺ نے ان سے مخاطب ہو کر فرمایا: ((لَوْلَا اَنَّ الرُّسُلَ لَا تُقْتَلُ لَضَرَبْتُ اَعْنَاقَكُمَا.)) اگر

❶ تفسیر ابن کثیر ۲ / ۷۱ ۔
❷ تفسیر معالم التنزیل ٦ / ٧٠ ۔

سفراء کو قتل نہ کرنے کا بین الاقوامی اصول نہ ہوتا تو میں تمہاری گردنیں اڑا دیتا۔ پھر آپ ﷺ نے اسکی طرف ایک مکتوب گرامی لکھوایا۔

((مِنْ مُّحَمَّدٍ رَّسُوْلِ اللّٰهِ اِلٰى مُسَيْلَمَةَ كَذَّابِ اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ الْاَرْضَ لِلّٰهِ يُوْرِثُهَا مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ .))

یہ خط رسول اللہ کی طرف سے مسیلمہ کذاب کے لیے ہے بے شک تمام زمین اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جس کو چاہے اپنے بندوں سے اس کا وارث بنا دیتا ہے اور اچھا انجام صرف متقین کا ہے۔ ❶

یہ خط اس کی طرف روانہ کرنے کے بعد آپ ﷺ بیمار ہوئے اور آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کو پیارے ہو گئے۔

حدیث میں ہے:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰه ﷺ قَالَ:((بَيْنَا أَنَا نَائِمٌ رَأَيْتُ فِيْ يَدَيَّ سِوَارَيْنِ مِنْ ذَهَبٍ فَأَهَمَّنِيْ شَأْنُهُمَا فَأُوْحِيَ إِلَيَّ فِي الْمَنَامِ أَنِ انْفُخْهُمَا فَنَفَخْتُهُمَا فَطَارَا فَأَوَّلْتُهُمَا كَذَّابَيْنِ يَخْرُجَانِ بَعْدِيْ فَكَانَ اَحَدُهُمَا الْعَنَسِيُّ وَالْاٰخَرُ مُسَيْلِمَةُ صَاحِبُ الْيَمَامَةِ.)) ❷

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں نے خواب میں دیکھا کہ کسی نے مجھے سونے کے دو کڑے پہنا دیے ہیں ان کڑوں کی وجہ سے میں نے بہت زیادہ گھبراہٹ محسوس کی پھر میری طرف خواب میں ہی وحی کی گئی کہ میں ان کو پھونک مار کر اڑا دیں میں نے ان کو ایسے ہی (پھونک سے) اڑا دیا اس کی تعبیر میں نے یہ قرار دی کہ اسود عنسی اور مسیلمہ کذاب ہیں جو میرے بعد ظاہر ہونگے۔

مسیلمہ کذاب کی دربار رسالت میں حاضری

اس خواب کے بعد مسیلمہ کذاب اپنے ایلچیوں کے ساتھ دربار نبوت میں حاضر ہوا جیسا کہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت سے معلوم ہوتا ہے

عَنِ ابنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَدِمَ مُسَيْلِمَةُ الْكَذَّابُ عَلٰى عَهْدِ النَّبِيِّ ﷺ يَقُوْلُ إِنْ جَعَلَ لِيْ مُحَمَّدٌ

❶ سنن ابی داود کتاب الجهاد باب الرسل، البدايه والنهايه ٥/ ٥١

❷ صحيح بخاری کتاب المناقب باب علامات النبوة فی الاسلام رقم: ٣٦٢١

الأَمْرَ مِنْ بَعْدِهِ تَبِعْتُهُ وَقَدِمَهَا فِيْ بَشَرٍ كَثِيْرٍ مِّنْ قَوْمِهِ فَاَقْبَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَمَعَهُ ثَابِتُ بْنُ قَيْسِ بْنِ شَمَّاسٍ وفي يَدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ قِطْعَ جَرِيْدٍ حَتّٰى وَقَفَ عَلٰى مُسَيْلِمَةَ فِيْ اَصْحَابِهِ فَقَالَ :((لَوْسَأَلْتَنِيْ هٰذِهِ الْقِطْعَةَ مَا اَعْطَيْتُكَهَا وَلَنْ تَعْدُو اَمْرَ اللّٰهِ فِيْكَ وَلَئِنْ أَدْبَرْتَ لَيَعْقِرَنَّكَ اللّٰهُ وَإِنِّيْ لَأَرَاكَ الَّذِيْ أُرِيْتُ فِيْكَ مَا رَأَيْتُ. ❶

کہ مسیلمہ کذاب آپ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اس نے آپ ﷺ سے عرض کی کہ مجھے نبوت میں شریک کرلیا جائے تو میں آپ کی پیروی کرلوں گا مسیلمہ اپنے بہت سے مریدوں کو لے کر مدینہ آیا تھا رسول اللہ ﷺ اسے سمجھانے کے لیے تشریف لے گئے اس وقت آپ ﷺ کے دست مبارک میں ایک کھجور کی شاخ تھی اور آپ ﷺ کے ساتھ ثابت بن قیس بھی تھے آپ ﷺ نے مسیلمہ کی طرف متوجہ ہوکر فرمایا کہ اگر تو مجھ سے اس کھجور کی شاخ کا بھی سوال کرے تو میں تجھے یہ بھی نہ دوں اور اللہ کی مرضی کو تو ٹال نہیں سکتا اگر تو اسلام سے پیٹھ پھیرے گا تو اللہ تجھے تباہ کردے گا اور میں سمجھتا ہوں تو وہی ہے جو مجھے خواب میں دکھایا گیا ہے۔

تو پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو ایک لشکر دے کر اس کی سرکوبی کے لیے روانہ کیا دوران معرکہ اس کا بہت سا لشکر قتل ہوا اور یہ خود بھی وحشی رضی اللہ عنہ غلام مطعم بن عدی کے ہاتھوں قتل ہوا یہ وحشی رضی اللہ عنہ غلام وہی ہے جس نے میدان احد میں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو شہید کیا تھا اور پھر یہ وحشی رضی اللہ عنہ غلام کہا کرتا تھا۔

مَا قَتَلْتُ خَيْرَ النَّاسِ فِي الْجَاهِلِيَّةِ وَشَرَّ النَّاسِ فِي الْإِسْلَامِ ❷

یعنی میں نے حالت کفر میں امیر حمزہ رضی اللہ عنہ جیسے بہترین انسان کو شہید کیا اور حالت کفر میں بدترین انسان (مسیلمہ) کو قتل کیا ہے۔

❶ صحیح بخاری کتاب المناقب باب علامات النبوۃ فی الاسلام رقم: ٣٦٢٠

❷ البدایہ والنہایہ ٥/٥١

تیسرا قبیلہ (بنو اسد)

یہ قبیلہ بھی آپ ﷺ کی حیات مبارکہ میں مرتد ہوا اور اس کا سردار طلیحہ بن خویلد بن ولید تھا یہ بھی مرتد ہوا اور اس نے بھی آپ ﷺ کی حیات میں نبوت کا دعوی کیا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں شکست پا کر ملک شام کی طرف فرار ہو گیا آخر کار یہ پھر مسلمان ہوا اور اسلام پر قائم رہا اور جنگ قادسیہ کے موقع پر مسلمانوں کا بڑا تعاون کیا۔ [1]

وہ قبائل جو عہد صدیقی میں مرتد ہوئے

جو قبائل عہد صدیقی میں مرتد ہوئے وہ سات ہیں۔

۱. غطفان۔

۲. فزارہ عنیۃ بن حص کی قوم۔

۳. بنو سلیم الفجاءۃ عبد یالیل کی قوم۔

۴. بنو یربوع مالک بن نویرہ کی قوم۔

۵. بنو تمیم کے بعض قبائل۔

۶. بنو کندہ اشعث بن قیس کی قوم۔

۷. بنو بکر بن وائل الحطم بن زائد۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میرے والد محترم کی خلافت میں میرے باپ پر اتنی مصیبتیں آئیں اگر یہ پہاڑوں پر آتیں وہ بھی ان کو برداشت نہ کرتے۔

نَزَلَ بِاَبِیْ بَکْرٍ مَالَوْنَزَلَ بِالْجِبَالِ الرَّسِیَاتِ لَهَاضَهَا. [2]

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی اسلام پر جان نثاری

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس وقت ان قبائل کا بڑی بہادری اور جرأت سے مقابلہ کیا جب بالعموم صحابہ کرام اور بالخصوص حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس معاملہ میں صدیق اکبر کے مخالف تھے تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا۔

[1] تفسیر معالم التنزیل ٦ / ٧١، سیرت ابن ھشام ٢/ ٦٦٥، تاریخ طبری ٣/ ٢٢٥

((وَاللّٰهِ لَأُقَاتِلَنَّ مَنْ فَرَّقَ بَيْنَ الصَّلَاةِ وَالزَّكَاةِ فَإِنَّ الزَّكَاةَ حَقُّ الْمَالِ وَاللّٰهِ لَوْ مَنَعُوْنِي عَنَاقًا كَانُوْا يُؤَدُّوْنَهَا إِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ لَقَاتَلْتُهُمْ عَلٰى مَنْعِهَا.)) ❶

مجھے اللہ تعالیٰ کی قسم جس نے نماز اور زکوۃ کے درمیان فرق کیا اس سے میں ضرور جنگ کروں گا زکوۃ مال میں (اللہ تعالیٰ کی طرف مقررہ کردہ حق ہے) اگر انھوں نے ایک بکری کا چھوٹا سا بچہ بھی روک لیا جس کو وہ عہد نبوی میں دیتے تھے پھر بھی ان سے جنگ کروں گا بلکہ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

كَرِهَتِ الصَّحَابَةُ قِتَالَ مَانِعِي الزَّكَاةِ فَقَالُوْا اَهْلَ الْقِبْلَةِ فَتَقَلَّدَ أَبُوْبَكْرٍ سَيْفَهُ وَخَرَجَ وَحْدَهُ فَلَمْ يَجِدُوْا بُدًّا مِنَ الْخُرُوْجِ عَلٰى أَثْرِهِ. ❷

جب صحابہ کرام نے مانعین زکوۃ سے لڑنا مناسب نہ سمجھا اور کہا کہ یہ اہل قبلہ (کلمہ گو مسلمان) ہیں تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے تلوار اٹھائی اکیلے ان کے مقابلہ کے لیے روانہ ہوئے تو پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی ان کے پیچھے روانہ ہوئے۔

عہدِ فاروقی میں ارتداد

عہد فاروقی میں جبلة بن الایهم الغسانی بیت اللہ کا طواف کر رہا تھا بنوفزارہ کے ایک آدمی کے پاؤں تلے اس کی چادر آ گئی جبلہ نے اس کو مارا اس کے ناک کی ہڈی ٹوٹ گئی تو فزاری نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس شکایت کی آپ رضی اللہ عنہ نے قصاص کا حکم دیا تو جبلہ کہنے لگا کیا آپ مجھ سے قصاص لیں گے میں تو اپنے قبیلہ غسان کا سردار ہوں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اسلام عدل کا حکم دیتا ہے اس نے ایک دن کی مہلت طلب کی مہلت ملنے پر وہاں سے بھاگ کر ملک شام چلا گیا اور عیسائیت کو قبول کر لیا اس طرح مرتد ہونے والے قبائل کی کل تعداد گیارہ بنتی ہے

مرتد کی سزا

اگر دین اسلام سے ارتداد کرنیوالا توبہ نہ کرے تو پھر اس کو قتل کر دیا جائے گا کیونکہ رسول اللہ ﷺ فرمایا:

((مَنْ بَدَّلَ دِيْنَهُ فَاقْتُلُوْهُ.)) ❸ ''جو آدمی دین اسلام کو چھوڑ کر کوئی دوسرا دین اختیار کر لے اس کو قتل کر دو۔''

❶ صحیح بخاری کتاب الزکوۃ باب وجوب الزکوۃ، رقم: ١٤٠٠
❷ تفسیر معالم التنزیل ٦ / ٦٩
❸ صحیح بخاری کتاب استتابة المرتدین والمعاندین وقتالهم باب حکم المرتد رقم: ٦٩٢٢

﴿فَسَوْفَ يَاْتِي اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُّحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗٓ ۙ اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ۡ يُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا يَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ ۭ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ۭ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ﴾

اللہ تعالیٰ مومنوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ تم میں سے اگر کسی نے اسلام کو قبول کرنے کے بعد پھر کفر کو قبول کیا تو وہ میرا (اللہ تعالیٰ) کا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکے گا بلکہ اللہ تعالیٰ تمھارے بدلے ایک ایسی قوم لائیں گے جو ان چھ صفات کیساتھ متصف ہوگی۔

صفات: وہ چھ صفات ہیں۔

❶. **يُحِبُّهُمْ** : یعنی اللہ تعالیٰ ان سے محبت کریں گے اور ان کے اعمال صالح کی بدولت انکو اچھا مقام عطا کریں گے اور ان پر اللہ تعالیٰ کی رحمت و رضا مندی ہوگی۔

❷. **وَيُحِبُّوْنَهٗ**: یعنی وہ اللہ تعالیٰ سے محبت کریں گے جن احکام کے اللہ تعالیٰ نے کرنے کا حکم دیا ہے ان کو کر گزریں گے جن کاموں سے روکا ہے ان کے نزدیک نہیں جائیں گے اور جو اعمال یا افعال اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا سبب بنیں ان سے بچیں گے۔

❸. **اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ** : مومنوں پر بڑے نرم ہوں گے۔

❹. **اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ** : کفار پر بڑے سخت ہوں گے۔

❺. اعلاء کلمۃ اللہ: کے لیے کمر بستہ ہوں گے اگرچہ ان کو اس لیے اپنی جان اور مال خرچ کرنا پڑے۔

❻. **وَلَا يَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ**: حق کی نصرت تلاش کرنے میں وہ لوگوں کی ملامت سے نہیں ڈریں گے بلکہ وہ بڑی دل جمعی سے کوشش کریں گے کہ ان کو حق حاصل ہو اور حق کا غلبہ ہو۔

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

بَايَعْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ عَلَى السَّمْعِ وَالطَّاعَةِ فِي الْمَنْشَطِ وَالْمَكْرَهِ وَاَنْ لَّانُنَازِعَ الْاَمْرَ اَهْلَهٗ وَاَنْ نَّقُوْمَ اَوْ نَقُوْلَ بِالْحَقِّ حَيْثُ مَا كُنَّا لَانَخَافُ لَوْمَةَ لَائِمٍ. ❶

---

❶ صحیح بخاری کتاب الاحکام باب کیف یبایع الامام الناس رقم:۷۱۹۹، ۷۲۰۰

ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کی کہ ہم فراخی اور تنگی میں (مشکل اور آسان وقت) میں آپ کی اطاعت کریں گے اور ہمیشہ حق گوئی کریں گے اور اس میں کسی ملامت کرنیوالے کی ملامت سے نہیں ڈریں گے۔

ان مذکورہ صفات کے ساتھ متصف ہونا یہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم اور اس کی رحمت ہے جس کو وہ چاہے اپنی اس رحمت سے مالا مال کر دے اور جس کو چاہے اس سے محروم کر دے یہ اس کی مرضی ہے اور اللہ وسیع علم رکھنے والا ہے۔

﴿اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رٰكِعُوْنَ﴾

اللہ تعالیٰ نے پہلے کفار کی ولایت سے منع فرمایا پھر اِنَّمَا کلمہ حصر لاکر صرف مومنین کے ساتھ ہی موالات اور دوستی کا حکم صادر فرمایا ہے کہ مومنوں کو چاہیے کہ وہ مومنوں کی ہی نصرت اور مدد کریں اور وہ یہود ونصاریٰ کو اپنا مددگار اور دوست نہ بنائیں۔

ولائے ایمانی

اسلام محض ایک عنوان یا لفظ نہیں اور نہ ہی کسی گروہ اور علاقے کے ساتھ مختص ہے بلکہ اسلام کی چند صفات ہیں جن سے انسان متصف ہو تو وہ اسلام سے متصف ہوتا ہے اور ان میں سے بعض اوصاف یہ ہیں۔

۱. ان اوصاف میں سے ایک وصف نماز قائم کرنا ہے یعنی نماز کو اس کے جملہ آداب کے ساتھ ادا کرنا۔

۲. زکوۃ ادا کرنا (اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور رضا کے لیے مال سے متعین حق ادا کرنا۔)

۳. اللہ تعالیٰ کے سامنے عاجزی کرنا اور اس کے حکم کو بلاچون وچراں وتامل تسلیم کرنا۔

﴿وَمَنْ يَّتَوَلَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَاِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغٰلِبُوْنَ﴾

یہاں اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے نصرت اور غلبہ کا وعدہ کیا ہے جنھوں نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ اور مومنوں کو دوست بنایا اور اعلاء کلمۃ اللہ کے لیے کوشاں رہے اور ان کو ہی لفظ حزب کے نام سے موسوم کیا گیا ہے یہ وعدہ خصائص ایمان، ولاء کو اللہ اور اس کے رسول اور مومنین کے ساتھ خاص کرنے کے بعد ذکر کیا گیا ہے جس کا مفہوم یہ ہے جو یہود ونصاریٰ سے دوستی رکھے وہ صنف مومنین سے نکل کر یہود ونصاریٰ کی صنف میں داخل ہو جائے گا ایک مسلمان اسلام پر اس لیے عمل کرتا ہے کہ یہ خیر ہے اور اللہ تعالیٰ کا حکم وغلبہ اور تمکن اس کے نتیجہ میں ہوتا ہے اور حزب اللہ کا غالب ہونا یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک قطعی اور حتمی وعدہ ہے جو ہر صورت پورا ہوگا اگرچہ بعض مراحل اور مواقع پر وقتی طور ناکامی کا سامان

کرنا پڑے لیکن آخر کار کامیابی مومنوں کو ہی حاصل ہوتی ہے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ اور مومنوں سے ولایت اور دوستی قائم رکھنا اس کامیابی اور کامرانی کا ذریعہ ہے۔

آیات سے جو مسائل اخذ ہوتے ہیں

۱. مرتد کی سزا قتل ہے۔

۲. ایمان والے آپس میں رحیم اور کفار پر سخت ہوتے ہیں۔

۳. اللہ تعالیٰ ایمان والوں سے اور ایمان والے اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہیں اور اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے ہر وقت کوشاں رہتے ہیں۔

۴. ایماندار حق کو قبول کرنے میں کسی قسم کی ملامت سے نہیں ڈرتے۔

۵. اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے جس پر چاہیں اپنا فضل وکرم اور رحمت کرتے ہیں

۶. اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر اور بے نیاز ہے اور اس کائنات میں ہر قسم کے تصرف کا صرف اسی کو ہی اختیار ہے۔

۷. ایماندار صرف اللہ اور اس کے رسول اور مومنوں سے محبت کرتے ہیں یہود ونصاریٰ سے موالات نہیں کرتے۔

۸. اللہ تعالیٰ سے محبت کرنے والے پانچ وقتی نماز پڑھتے اور زکوۃ ادا کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے فرائض کی بجا آوری کرتے ہیں۔

۹ غلبہ صرف مومنوں کے لیے ہی ہے اگرچہ وقتی طور پر پریشانی کا سامنا کرنا پڑے۔

﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الَّذِينَ اتَّخَذُوا دِينَكُمْ هُزُوًا وَلَعِبًا مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَالْكُفَّارَ أَوْلِيَاءَ ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ﴿57﴾ وَإِذَا نَادَيْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ اتَّخَذُوهَا هُزُوًا وَلَعِبًا ۚ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَا يَعْقِلُونَ ﴿58﴾ قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ هَلْ تَنْقِمُونَ مِنَّا إِلَّا أَنْ آمَنَّا بِاللَّهِ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْنَا وَمَا أُنْزِلَ مِنْ قَبْلُ وَأَنَّ أَكْثَرَكُمْ فَاسِقُونَ ﴿59﴾﴾

اے ایمان والو! جن لوگوں نے تمھارے دین کو مذاق اور کھیل کود بنالیا ہے ان لوگوں میں سے جو تم سے پہلے کتاب دیے گئے ہیں ان کو اور کفار کو دوست مت بناؤ اور تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو اگر تم ایمان لانے والے ہو اور جب تم لوگوں کو نماز کے لیے پکارتے ہو (اذان دیتے ہو) تو یہ لوگ اذان کو مذاق اور کھیل پکڑتے ہیں اس کے سبب وہ بے عقل قوم ہیں آپ ﷺ فرمادیں اے اہل کتاب! تم ہم پر صرف یہی عیب لگاتے ہو کہ ہم صرف اللہ تعالیٰ اور جو کتابیں ہماری طرف اور اس سے پہلے نازل کی گئیں (ہم) ان کے ساتھ ایمان لاتے ہیں اور بے شک تمھارے اکثر نافرمان ہیں۔

مشکل الفاظ کے معانی

هُزُوًا: ہر وہ فعل جس کے ساتھ کسی کا مذاق اڑایا جائے۔

لَعِبًا: ہر وہ چیز جس کے ساتھ کھیلا جائے۔

أُوتُوا الْكِتَابَ: جو دیے گئے کتاب (یہاں اس سے مراد یہود ہیں۔)

الْكُفَّارَ: کفار۔

إِذَا نَادَيْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ: جب تم نماز کے لیے اذان کہتے ہو۔

تَنْقِمُونَ: تم عیب لگاتے ہو۔

فَاسِقُونَ: کفر اور نافرمانی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے خارج ہونے والے۔

شانِ نزول

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہ كَانَ رَفَاعَةُ بْنُ زَيْدِ بْنِ التَّابُوْتِ وَسَوَيْدُ بْنُ الْحَارِثِ قَدِ اظْهَرَا الْإِسْلَامَ ثُمَّ نَافَقَا وَ كَانَ رِجَالٌ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ يُوَآدُّوْنَهُمَا فَانْزَلَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ هٰذِهِ ❶

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں رفاعۃ بن زید التابوت اور سوید بن الحارث اسلام قبول کرنے کے بعد پھر منافق ہو گئے اور بعض مسلمانوں کی ان دونوں سے دوستی تھی تو اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت مبارکہ نازل فرمائی۔

ان آیات کی ماقبل آیات سے مناسبت

اللہ تعالیٰ نے پہلی آیتوں میں یہود اور نصاریٰ کے ساتھ دوستی اور موالات سے منع فرمایا تھا پھر ان آیات میں دوبارہ تاکید فرمائی کہ ایمانداروں کو چاہیے کہ وہ کفار کے ساتھ موالات نہ رکھیں کیونکہ ان کا جب بھی بس چلے یہ ایمانداروں کی دشمنی اور ان کو تکلیف دینے میں کوئی کسر نہیں چھوڑتے۔

التوضیح

﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَكُمْ هُزُوًا وَّلَعِبًا مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَالْكُفَّارَ اَوْلِيَآءَ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴾

اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو کفار اور غیر مسلموں کی دوستی اور محبت سے منع فرمایا اور ان سے نفرت دلاتے ہوئے ایمانداروں کو تنبیہ فرمائی کہ تم ایسے لوگوں کی طرف محبت اور دوستی کا ہاتھ بڑھاتے ہو جو تمھارے دین کا مذاق اڑاتے ہیں اور اس دین مطہر کو حقیر جانتے ہیں تمھیں ایسے لوگوں کے ساتھ تعلقات نہیں رکھنے چاہییں اور نہ ہی ایسے لوگوں کی مجالس میں بیٹھنا چاہیے کیونکہ ان کی مجالس میں دین اسلام کا تمسخر اڑایا جاتا ہے اور اس کی توہین کی جاتی ہے اور ایسی مجالس میں بیٹھنے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں منع فرمایا ہے۔

ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم يَقُوْلُ:((مَنْ رَّاٰى مِنْكُمْ مُنْكَرًا فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهٖ فَاِنْ لَّمْ

❶ تفسیر طبری ٦/ ٢٩٠

یَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهٖ فَاِنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهٖ وَذٰلِكَ اَضْعَفُ الْاِيْمَانِ.)) ❶

میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا تم میں سے جو شخص کسی برائی کو دیکھے اسے اپنے ہاتھ سے روکے اگر وہ ہاتھ سے روکنے کی طاقت نہیں تو اس برائی کو زبان سے روکے اگر وہ یہ بھی طاقت نہیں رکھتا تو اسے دل سے برا جانے یہ اس کے کمزور ایمان کی علامت ہے۔

اس حدیث میں ہمیں بتلایا گیا ہے کہ ایمان دار کی علامت یہ ہے کہ جہاں وہ کوئی خلاف شریعت کام دیکھے اسے ہاتھ سے روکے یا پھر زبان سے منع کرے اور اس کی اصلاح کی کوشش کرے اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو پھر ایسی مجالس کو دل سے برا جان کر ان کو ترک کر دے ان میں نہ بیٹھے کیونکہ خلاف شریعت اور ان لوگوں کی مجالس میں بیٹھنے سے جو دین اسلام کا مذاق اڑاتے ہیں اور ان کی دوستی کی رعایت رکھنے کی وجہ سے رفتہ رفتہ اس کے دل میں کمزور ایمان بھی باقی نہیں رہے گا۔

خلاف شریعت افعال پر خاموشی کی سزا

خلاف شریعت افعال پر خاموش رہنے اور چشم پوشی کرنے والا بھی عنداللہ اسی گروہ کے ساتھ پکڑا جائے گا جیسا کہ حدیث میں ہے۔

عَنْ اَبِیْ بَكْرٍ الصِّدِّيْقِ رضی اللہ عنہ اَنَّهٗ قَالَ: ((يَآ اَيُّهَا النَّاسُ اِنَّكُمْ تَقْرَؤُوْنَ هٰذِهِ الْاٰيَةَ، ﴿يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ لَا يَضُرُّكُمْ مَنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَيْتُمْ﴾ وَاِنِّیْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: ((اِنَّ النَّاسَ اِذَا رَاَوْا ظَالِمًا فَلَمْ يَاْخُذُوْا عَلٰى يَدَيْهِ اَوْشَكَ اَنْ يَّعُمَّهُمُ اللّٰهُ بِعِقَابٍ مِّنْهُ.)) ❷

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو فرمایا کہ تم یہ آیت مبارکہ ﴿يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَضُرُّكُمْ مَنْ ضَلَّ﴾ تلاوت کرتے ہو میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے "بے شک لوگ ظالم کو دیکھیں گے اور اس کے ہاتھوں کو نہیں پکڑیں گے (اس کو ظلم سے نہیں روکیں گے) عنقریب اللہ اس ظالم کے ساتھ ان کو بھی سزا دیں گے۔"

اس لیے ایمان والوں کو چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے عذاب اور اس کی وعید سے ڈرتے ہوئے اس کے احکام کا

---

❶ صحیح مسلم کتاب الایمان باب بیان کون النهی عن المنکر من الایمان۔

❷ جامع ترمذی ۲/۱۳۱ کتاب التفسیر تفسیر سورۃ المائدۃ رقم: ۳۲۶۳۔ (یہ حدیث حسن صحیح ہے)

احترام کریں اور اس کی حدود کو نہ توڑیں اور ان لوگوں کی دوستی سے باز رہیں جو دین حنیف کو ہنسی اور مذاق پکڑتے ہیں۔

﴿وَإِذَا نَادَيْتُمْ إِلَى الصَّلٰوةِ اتَّخَذُوهَا هُزُوًا وَّلَعِبًا ۚ ذٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْقِلُوْنَ﴾

یہود و نصاریٰ اور کفار کی دوستی سے اس لیے بھی منع کیا گیا ہے کہ اسلام اور اہل اسلام کے شعائر کا مذاق اڑاتے ہیں فرمان باری تعالیٰ ہے کہ جب تم نماز جیسے اسلام کے اہم رکن کی بجا آوری کے لیے اذان کہتے ہو تو لوگ اپنے دل میں جل جاتے ہیں اور پھر حسد کے انگاروں میں جلتے ہوئے شعائر اسلامیہ کا مذاق اڑاتے ہیں۔

جیسا کہ بعض مفسرین نے بیان کیا ہے۔

كَانَ رَجُلٌ مِّنَ النَّصَارٰى بِالْمَدِيْنَةِ إِذَا سَمِعَ الْمُنَادِيْ يُنَادِيْ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ قَالَ حَرَقَ الْكَاذِبُ فَدَخَلَتْ خَادِمَةٌ لَيْلَةً مِّنَ اللَّيَالِيْ بِنَارٍ وَهُوَ نَائِمٌ وَأَهْلُهٗ نِيَامٌ فَسَقَطَتْ شِرَارَةٌ فَأَحْرَقَتِ الْبَيْتُ فَاحْتَرَقَ هُوَ وَأَهْلُهٗ. ❶

مدینہ منورہ میں ایک نصرانی تھا جب وہ اذان کو سنتا ہوا ان کلمات کو سنتا ''اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلَ اللّٰهِ'' تو کہتا یہ جھوٹا (مؤذن) آگ میں جلے ایک رات وہ اور اس کے اہل وعیال سوئے ہوئے تھے اس کی خادمہ آگ لے کر اس کے گھر میں داخل ہوئی آگ کا ایک شرارہ گرا جس سے وہ اور اس کا اہل وعیال اور گھر جل کر راکھ ہو گیا۔

شعائر اسلام کا استہزا صفت شیطانی ہے

نماز اللہ کی سب سے پسندیدہ عبادت ہے جس کے متعلق آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ انسان نماز کی حالت میں اپنے رب سے ہمکلام ہوتا ہے اور ان لوگوں کی بے قوفی کی انتہا ہے کہ وہ اس عبادت کا بھی مذاق اڑاتے ہیں، حالانکہ شعائر اسلامیہ کا مذاق اور استہزا صفت شیطانی اور اس کی اتباع ہے۔ حدیث میں ہے۔

عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: ((إِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلٰوةِ أَدْبَرَ الشَّيْطَانُ لَهٗ ضُرَاطٌ حَتّٰى لَا يَسْمَعُ التَّأْذِيْنَ فَإِذَا قُضِيَ النِّدَآءُ أَقْبَلَ حَتّٰى إِذَا ثُوِّبَ بِالصَّلٰوةِ أَدْبَرَ حَتّٰى إِذَا قُضِيَ التَّثْوِيْبُ أَقْبَلَ حَتّٰى يَخْطِرَ بَيْنَ الْمَرْءِ وَنَفْسِهٖ يَقُوْلُ اُذْكُرْ كَذَا اُذْكُرْ كَذَا لِمَالَمْ يَكُنْ

❶ رواہ ابن جریر وابن ابی حاتم بحوالہ تفسیر ابن کثیر ۲/ ۷٤ ، تفسیر معالم التنزیل ٦/ ۷٤۔

يَذْكُرُ حَتّٰى يَظَلَّ الرَّجُلُ لَا يَدْرِيْ كَمْ صَلّٰى؟)) ❶

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب اذان کہی جاتی ہے تو شیطان اذان سنتے ہی گوز مارتا اور دم دبائے بھاگتا ہے اور اس مقام پر جا کر رکتا ہے جہاں اذان سنائی نہ دے اس کے بعد واپس آتا ہے پھر تکبیر (اقامت) سن کر بھاگ جاتا ہے اس کے ختم ہوتے ہی واپس آ کر انسان کو نماز میں اس کی بھولی ہوئی باتیں یاد کراتا ہے حتی کہ نمازی کو اتنی بھی خبر نہیں رہتی کہ اس نے کتنی رکعت نماز ادا کی ہے۔

اذان کہنے والے کی فضیلت

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا تھا۔

((اَلْمُؤَذِّنُوْنَ اَطْوَلُ النَّاسِ اَعْنَاقًا يَّوْمَ الْقِيَامَةِ.)) ❷

"اذان دینے والوں کی گردنیں (سر) قیامت کے دن سب سے اونچے ہوں گے۔"

﴿قُلْ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ هَلْ تَنْقِمُوْنَ مِنَّاۤ اِلَّاۤ اَنْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَمَاۤ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلُ ۙ وَ اَنَّ اَكْثَرَكُمْ فٰسِقُوْنَ﴾

مسلمانوں کو اہل کتاب کے ساتھ ولایت اور دوستی سے منع کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ رسول اللہ ﷺ کو خطاب فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ ان اہل کتاب سے سوال کریں کہ مسلمانوں کی کون سی بات تم پر شاق اور ناگوار گزری ہے جس کی بنا پر تم ان کی دشمنی کے درپے اور ان سے ناراض ہو کیا ان کا صرف یہی جرم ہے کہ وہ ایک اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے جس پر ایمان لانے کے تم بھی دعویدار ہو اور وہ ان کتابوں پر بھی ایمان لائے جس پر تم بھی ایمان لانے کا دعویٰ کرتے ہو اور وہ (مسلمان) اس کتاب پر بھی ایمان لائے جن کو اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب کی کتب کے بعد نازل فرمایا (قرآن مجید) کیا ایک اللہ پر اور اس کی آخری کتاب پر ایمان لانا ان سے تمہاری ناراضگی کی وجہ ہے؟ حالانکہ تم خود اہل کتاب ہو اس بنا پر بھی تمھیں ضد اور ہٹ دھرمی سے کام نہیں لینا چاہیے۔

یہ سوال درحقیقت اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) کے حالات، اعمال اور ان کے پس پردہ کارفرما محرکات کی ایک

❶ صحیح بخاری کتاب الاذان باب فضل التاذین رقم ٦٠٨

❷ صحیح مسلم کتاب الصلوٰۃ باب فضل الاذان وھرب الشیطان عند سماعہ

تصویر ہے اور ان کی عملی حالت کا اثبات ہے اس کے ساتھ ہی یہ سوال ان کی اس حالت پر ناراضگی کا اظہار ہے اور مسلمانوں کی توجہ اس طرف مبذول کرانا مقصود ہے کہ اہل کتاب اس قابل نہیں کہ ان سے دوستی اور ولایت رکھی جائے۔

زمانہ نبوت میں بھی اہل کتاب اس بات پر ناراض تھے کہ مسلمان صرف اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہیں اور آج بھی یہ اسلامی تحریکات سے صرف اسی لیے ناراض ہیں کہ یہ تحریکات اللہ تعالیٰ اور قرآن کریم اور کتب سابقہ پر ایمان رکھتی ہیں جن کی تصدیق قرآن مجید نے کی ہے۔

اہل کتاب مسلمانوں سے عداوت اس لیے بھی رکھتے ہیں کہ وہ یہود اور نصاریٰ نہیں بلکہ سچے مسلمان ہیں اور یہ اہل کتاب خود اپنی کتابوں میں تحریف کر کے گمراہ ہو چکے ہیں ان کے انحراف اور فسق کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ وہ آخری کتاب قرآن مجید پر ایمان نہیں رکھتے حالانکہ قرآن کتب سابقہ کی تصدیق کرتا ہے اور یہ یہود و نصاریٰ مسلمانوں کے ساتھ ہمیشہ جنگ کرتے رہے ہیں اور اسی کے درپے رہیں گے ان کی جنگ کے شعلے صرف اس وقت سرد ہوں گے جب مسلمان بھی ان کی طرح اپنے دین سے منحرف ہو جائیں اور بعض کتب اور رسولوں کا انکار کر دیں، حالانکہ مسلمان اللہ کی تمام کتابوں اور اس کے تمام رسولوں پر ایمان رکھتے ہیں اور یہی اصل دین ہے۔ کیونکہ ایک رسول کا انکار تمام رسولوں کا انکار ہے اور اسی طرح ایک آسمانی کتاب کا انکار تمام آسمانی کتب کا انکار ہے جیسے، یہود صرف موسیٰ علیہ السلام اور عیسائی صرف عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت کا اقرار کر کے اپنے خیال میں نجات دہندہ ہیں اور یہ ان کا خیال بالکل لغو، باطل اور سراسر غلط ہے۔

حدیث میں ہے۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ أَنَّهُ قَالَ:((وَالَّذِيْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ ﷺ بِيَدِهٖ لَا يَسْمَعُ بِيْ أَحَدٌ مِّنْ هٰذِهِ الْأُمَّةِ يَهُوْدِيٌّ وَّلَا نَصْرَانِيٌّ ثُمَّ يَمُوْتُ وَلَمْ يُؤْمِنْ بِالَّذِيْ أُرْسِلْتُ بِهٖ إِلَّا كَانَ مِنْ أَصْحَابِ النَّارِ.))[1]

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو یہودی اور نصرانی میری نبوت کا حال سن کر اقرار نہ کرے اس کی نجات ممکن نہیں۔

اس لیے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿أَنَّ أَكْثَرَكُمْ فٰسِقُوْنَ﴾

کہ اہل کتاب کی اکثریت نافرمان ہے۔

[1] صحیح مسلم کتاب الایمان باب وجوب الایمان برسالۃ نبینا ﷺ

ملاحظہ

اس آیت مبارکہ میں لفظ "اَکْثَرُ" اس بنا پر لایا گیا ہے کہ بعض اہل کتاب اصل دین اور اللہ تعالیٰ کی توحید پر ایمان لانے والے ہیں اور وہ صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہوئے حق کو ہی قبول کرتے ہیں اور اسی پر قائم رہتے ہوئے اسی پر اپنی جانیں نچھاور کرنے سے بھی دریغ نہیں کرتے۔

آیات سے جو مسائل اخذ ہوتے ہیں

۱. یہود و نصاریٰ اور مشرکین کے ساتھ ایمان والوں کو دوستی اور موالات نہیں رکھنی چاہیے۔

۲. یہود برے اخلاق کے مالک ہوتے ہیں۔

۳. شعائر اسلامیہ کا مذاق اڑانا کفر ہے۔

۴. جن مجالس میں شعائر اسلامیہ کا مذاق اڑایا جائے ان مجالس میں بیٹھنا منع ہے۔

۵. یہود و نصاریٰ کی ایمانداروں کے ساتھ دشمنی اور عداوت کا سبب صرف ایک اللہ تعالیٰ اور اس کی نازل کردہ کتب پر ایمان لانا ہے۔

۶. اذان شعائر اسلامیہ سے ایک شعار ہے۔

﴿قُلْ هَلْ أُنَبِّئُكُمْ بِشَرٍّ مِّنْ ذَٰلِكَ مَثُوبَةً عِنْدَ اللَّهِ ۚ مَنْ لَعَنَهُ اللَّهُ وَغَضِبَ عَلَيْهِ وَجَعَلَ مِنْهُمُ الْقِرَدَةَ وَالْخَنَازِيرَ وَعَبَدَ الطَّاغُوتَ ۚ أُولَٰئِكَ شَرٌّ مَكَانًا وَأَضَلُّ عَنْ سَوَاءِ السَّبِيلِ ﴿60﴾ وَإِذَا جَاءُوكُمْ قَالُوا آمَنَّا وَقَدْ دَخَلُوا بِالْكُفْرِ وَهُمْ قَدْ خَرَجُوا بِهِ ۚ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا كَانُوا يَكْتُمُونَ ﴿61﴾ وَتَرَىٰ كَثِيرًا مِنْهُمْ يُسَارِعُونَ فِي الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَأَكْلِهِمُ السُّحْتَ ۚ لَبِئْسَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿62﴾ لَوْلَا يَنْهَاهُمُ الرَّبَّانِيُّونَ وَالْأَحْبَارُ عَنْ قَوْلِهِمُ الْإِثْمَ وَأَكْلِهِمُ السُّحْتَ ۚ لَبِئْسَ مَا كَانُوا يَصْنَعُونَ ﴿63﴾﴾

آپ ﷺ فرمادیں کہ میں تم کو بتلاؤں ان میں سے کس کی جزا اللہ تعالیٰ کے ہاں بری ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے لعنت کی اور اس پر غضب کیا اور ان میں سے بعض کو بندر اور سور بنا دیا اور انھوں نے شیطان کی عبادت کی یہی مقام (درجہ) میں برے اور سیدھی راہ سے بہت گمراہ ہیں اور جب وہ آپ کے پاس آتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے اور تحقیق وہ کفر کو لے کر داخل ہوئے اور اسی کفر کے ساتھ وہ نکل گئے اور اللہ خوب جانتے ہیں جس کو وہ چھپاتے ہیں آپ ان میں سے بہت زیادہ کو دیکھیں گے بعض ان سے گناہ اور زیادتی اور حرام کھانے میں سبقت کرتے ہیں وہ برے کام ہیں جن کو وہ کرتے ہیں کیوں نہیں ان کو درویش اور علماء منع کرتے بری بات کہنے سے اور حرام کھانے سے کس قدر وہ اعمال برے ہیں جن کا وہ ارتکاب کرتے ہیں۔

مشکل الفاظ کے معانی

مَثُوبَةً: جزا، ثواب۔

مِنْهُمْ: ان یہود سے۔

الْقِرَدَةَ: یہ جمع قرد کی (بندر۔)

الْخَنَازِيرَ: یہ خنزیر کی جمع ہے (سور۔)

الطَّاغُوتَ: ہر وہ چیز جس کی اللہ تعالیٰ کے سوا عبادت کی جائے (شیطان اور بت۔)

شَرّ: برا۔

مَّكَانًا: ٹھکانہ۔

اَضَلُّ : گمراہ ہو گئے (انتہائی درجے کی گمراہی۔)

سَوَآءِ السَّبِيْلِ: سیدھا راستہ۔

اِذَا جَآءُوْكَ : جب وہ (یہود سے منافق) آتے ہیں تمھارے پاس۔

دَخَلُوْا بِالْكُفْرِ: وہ کفر کو چھپائے ہوئے آتے ہیں۔

قَدْ خَرَجُوْا: وہ نکل جاتے ہیں، چلے جاتے ہیں۔

بِهٖ: اس (کفر) کے ساتھ۔

يَكْتُمُوْنَ: وہ چھپاتے ہیں (نفاق کو۔)

يُسَارِعُوْنَ فِي الْاِثْمِ: وہ گناہ میں جلدی کرتے ہیں۔

الْعُدْوَانَ : ظلم۔

السُّحْتَ : حرام مال۔

الرَّبّٰنِيُّوْنَ : مشائخ اور صوفیا۔

الْاَحْبَارُ: علماء (یہ حَبْرٌ کی جمع ہے۔)

يَصْنَعُوْنَ: وہ کرتے ہیں۔

یہودیوں پر اللہ کی ناراضگی اور شکلوں کا بگڑنا

﴿ قُلْ هَلْ اُنَبِّئُكُمْ بِشَرٍّ مِّنْ ذٰلِكَ مَثُوْبَةً عِنْدَ اللّٰهِ ؕ مَنْ لَّعَنَهُ اللّٰهُ وَغَضِبَ عَلَيْهِ وَجَعَلَ مِنْهُمُ الْقِرَدَةَ وَالْخَنَازِيْرَ وَعَبَدَ الطَّاغُوْتَ ؕ اُولٰٓئِكَ شَرٌّ مَّكَانًا وَّاَضَلُّ عَنْ سَوَآءِ السَّبِيْلِ ﴾

یہود نے نبی آخر الزماں ﷺ سے کہا تھا اگر ہم عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کو نبی مانتے ہیں تو پھر بھی آپ کے دین سے بڑھ کر اس دنیا میں کوئی برا دین نہیں ان کے اس استہزا کا جواب اللہ تعالیٰ نے اس طرح دیا ہے اے میرے نبی ﷺ! انکو فرما دیں کہ میں تم کو اللہ تعالیٰ کے حکم سے خبر دیتا ہوں اللہ تعالیٰ کے ہاں بدترین وہ دین ہے جس کی سزا میں تم اللہ تعالیٰ کی لعنت اور ناراضگی میں گرفتار ہو چکے ہو اور اسی بنا پر تم میں سے کچھ لوگوں کی شکلیں تبدیل کر دی گئیں بعض کو بندر اور بعض کو سور بنا دیا گیا اور وہ اپنے ہی اعمال کی وجہ سے رحمت الٰہی سے دور ہوئے۔

رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا گیا کہ یہ بندر اور سور وہی ہیں جن کی شکلیں تبدیل کی گئی تھیں۔

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ ؓ قَالَ رَجُلٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! الْقِرَدَةُ وَالْخَنَازِيْرُ هِيَ مِمَّا مُسِخَ؟ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ :((إِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ لَمْ يُهْلِكْ قَوْماً أَوْ يُعَذِّبْ قَوْمًا فَيَجْعَلُ لَهُمْ نَسْلاً وَإِنَّ الْقِرَدَةَ وَالْخَنَازِيْرَ كَانُوْا قَبْلَ ذٰلِكَ.)) ❶

عبداللہ بن مسعود ؓ فرماتے ہیں ایک آدمی نے آپ ﷺ سے سوال کیا یہ بندر اور سور وہی ہیں جن کی شکلیں بدل دی گئی تھیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''جس قوم پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسا عذاب نازل ہو اس کی نسل باقی نہیں رہتی بلکہ یہ بندر اور سور ان سے (ان کی شکلیں تبدیل ہونے سے) پہلے بھی تھے۔''

اس قوم کی شکلیں اس لیے بدل گئیں تھیں کہ انھوں نے اللہ تعالیٰ کی حدود کو توڑا اور اس کی عبادت کو چھوڑ کر طاغوت (غیر اللہ) کی عبادت شروع کر دی تھی۔

طاغوت کی تعریف

''كُلُّ مَاعُبِدَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَهُوَ الطَّاغُوْتُ.'' ❷

ہر وہ چیز طاغوت کہلاتی ہے جس کی اللہ تعالیٰ کے سوا عبادت کی جائے۔

یعنی طاغوت ایسا باطل اقتدار ہے جو شریعت پر قائم نہ ہو اور طاغوت وہ عدوان (حد سے تجاوز کرنا) جو حق سے متجاوز ہو۔

❶ صحيح مسلم باب الاجل والرزق لا تزيد ولا تنقص عن القدر رقم: ٢٦٦٣
❷ مفردات القرآن للا صفهانى ٦٣١/٢ (اردو)

اہل کتاب کو عبد طاغوت کہنے کی وجہ

اہل کتاب احبار اور رہبان کی پوجا نہیں کرتے تھے وہ اللہ تعالیٰ کی شریعت اور احکام کو چھوڑ کر ان کی شریعت اور احکام کو مانتے تھے اسی لیے ان کو طاغوت کی بندگی کرنے والے مشرک کہا گیا ہے۔[1]

کیونکہ یہ لوگ مسلمانوں سے بغض وعناد رکھتے ہیں اور ان کے خلاف مختلف سازشیں بھی کرتے ہیں صرف اسی بنا پر کہ وہ ایمان لائے ہیں اللہ تعالیٰ کے ہاں اس سے بڑھ کر اور کونسی شر ہو سکتی ہے اور ان کو اس کی ہر صورت سزا ملے گی کیونکہ یہی شر اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا سبب ہے جس کی وجہ سے وہ سیدھے راستے سے گمراہ ہوئے اور عذاب کے مستحق ٹھہرے ہیں۔

﴿ وَاِذَا جَآءُوْكُمْ قَالُوْٓا اٰمَنَّا وَقَدْ دَّخَلُوْا بِالْكُفْرِ وَهُمْ قَدْ خَرَجُوْا بِهٖ ۭوَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا كَانُوْا يَكْتُمُوْنَ ﴾

قرآن کریم کی یہ آیت مبارکہ ایک زندہ متحرک منظر پیش کر رہی ہے اور قرآن مجید میں مدینہ طیبہ میں موجود یہود کی حالت کو اس طرح پیش کیا گیا ہے جیسے یہ واقعات محسوس اور ان کا مشاہدہ ہو جب مسلمانوں کے پاس آتے ہیں تو اسلام لانے کے دعویدار ہوتے ہیں اور مسلمانوں کی مجالس میں اسلام دشمن بن کر گھس جاتے ہیں اور اسی طرح ہی ان مجالس میں چلے جاتے ہیں اور مسلمانوں کو بہکانے کے لیے اسلام کی صداقت بیان کرتے ہیں تو ان حالات میں ان پر آپ ﷺ کی باتیں کچھ اثر نہیں کریں گی۔ حالانکہ یہ لوگ رات کی تاریکی میں منصوبے بناتے ہیں کہ صبح کے وقت اس قرآن پر ایمان لاؤ اور شام کو انکار کر دو تاکہ اسلام میں شک وشبہ کی فضا قائم ہو جائے تو پھر یہ مسلمان بھی مرتد ہو جائیں گے۔

تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ان کی اس حقیقت اور مکروفریب سے میں اچھی طرح واقف ہوں تاکہ مومن مطمئن رہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کا محافظ ہے اور ان کو یہود اور کفار کی شر سے محفوظ رکھے گا۔

﴿ وَتَرٰى كَثِيْرًا مِّنْهُمْ يُسَارِعُوْنَ فِي الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَاَكْلِهِمُ السُّحْتَ ۭلَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴾

اللہ تعالیٰ رسول اللہ ﷺ کو مخاطب ہو کر فرما رہے ہیں ان میں سے اکثر لوگوں کا حال قابل دید ہے کہ گناہوں میں پیش قدمی کرنے میں اتنے دلیر اور بے باک ہیں کہ آسمانی کتاب کے الفاظ اور معانی بھی تبدیل کر دیتے ہیں اور سرکشی میں

[1] جامع ترمذی کتاب التفسیر تفسیر سورۃ التوبۃ رقم: ٣٠٩٥

اس قدر بڑھ گئے ہیں تورات کے محافظ انبیاء کو شہید کر ڈالا اور غلط مسائل بتا کر رشوت لینا اور حرام مال کمانا ان کا مشغلہ بن چکا ہے اور ان کے اعمال انکے حق میں ہی کس قدر برے اور نقصان دہ ہیں ان کو معلوم ہو جائے گا۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((الْكَيِّسُ مَنْ دَانَ نَفْسَهُ وَعَمِلَ لِمَا بَعْدَ الْمَوْتِ وَالْعَاجِزُ مَنِ اتَّبَعَ نَفْسَهُ هَوَاهَا وَتَمَنّٰى عَلَى اللّٰهِ.)) ❶

آپ ﷺ نے فرمایا: ”عقل مند وہ ہے جو اپنا دنیا میں خود حساب کرے اور موت کے بعد (والی زندگی) کے لیے تیاری کرے اور عاجز (بے عقل) وہ ہے جو اس دنیا میں اپنی خواہشات کی اتباع کرے اور اللہ تعالیٰ سے اچھے انجام کی توقع اور امید رکھے۔“

یہود کا حال بالکل یہی تھا کہ ان کے اعمال خواہشات کے تابع تھے اور امید یہ لیے ہوئے تھے کہ ہمارے سوا جنت کا کوئی اہل نہیں جب یہ چیز پیدا ہو جائے تو پھر معاشرہ میں بگاڑ ہی بگاڑ ہوتا ہے۔

معاشرہ میں بگاڑ کی انتہا

جب کسی معاشرہ یا جماعت میں اخلاقی انحطاط اور دینی زوال اپنی انتہا کو پہنچ جاتا ہے تو یہ کیفیت ہو جاتی ہے کہ معاشرہ کے افراد صرف گناہوں کا ارتکاب نہیں کرتے بلکہ ان کی جانب مسابقت کرتے ہیں اور ظلم کی مختلف راہیں نکالتے ہیں اور صرف اتنا ہی نہیں کہ حرام کھالیا بلکہ حرام کھانے کے لیے کشمکش کرتے ہیں۔

ہر کوئی گناہوں کی طرف دوڑتا اور لذت گناہ کا شیدائی بن جاتا ہے جس طرح گناہوں کی موج سب کو اٹھا کر اپنے ساتھ لے جا رہی ہے۔ جب یہ حالت ہو تو پھر خیر اور شر کا امتیاز بالکل ختم ہو جاتا اور حدود اللہ کو پامال کیا جاتا ہے ان کی حفاظت کرنے والا کوئی نہیں ہوتا مدینہ منورہ میں بھی یہود کا معاشرہ ایسا ہی تھا اور ان کے حرام کھانے میں مسابقت کی یہی کیفیت تھی جو آج بھی ہے۔

﴿ لَوْلَا يَنْهٰهُمُ الرَّبّٰنِيُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ عَنْ قَوْلِهِمُ الْاِثْمَ وَاَكْلِهِمُ السُّحْتَ ؕ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ ﴾

❶ سنن ترمذی باب الكيس من دان نفسه رقم: ۲۴۵۹ (اس حدیث کی سند میں ابوبکر بن ابی مریم ضعیف راوی ہے لیکن صحیح روایات اس کی تائید میں ہیں۔)

عام یہود اور نصاریٰ جب اللہ تعالیٰ اور اس کے احکام کی نافرمانی کرتے تو ان کے علماء اور واعظ اور درویش لوگ انکی نافرمانیوں کو دیکھ کر خاموشی اختیار کرتے یا پھر دبی زبان کے ساتھ معمولی سی نصیحت کرتے اللہ تعالیٰ نے یہاں ان کو تنبیہ فرمائی ہے، یہ بہت ہی برے افعال ہیں جن کے یہ مرتکب ہو رہے ہیں برے معاشرے کی یہ بھی ایک خصوصیت ہوتی ہے کہ جب معاشرہ میں بگاڑ اور فساد اپنی انتہا کو پہنچ جاتا ہے تو دین واخلاق کے علمبردار بھی برائیوں میں ملوث ہو جاتے اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو ترک کر دیتے ہیں، چنانچہ یہود کی اس حالت پر بھی ان کے علماء خاموش تھے اسی لیے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ان کے علماء ان کو حرام کھانے اور برے اعمال وافعال سے منع کیوں نہیں کرتے۔

برائی پر خاموشی عذاب الٰہی کو دعوت دینا ہے

بگاڑ اور فساد کی آخری حد یہی ہے کہ جن جماعتوں اور افراد کی ذمہ داری اخلاقی اقدار کی نگہبانی اور شریعت کی حفاظت ہے وہ برائی پر کسی مفاد اور مصلحت کی خاطر خاموشی اختیار کر لیتے ہیں اور یہ حالت انتہائی خطرناک ہوتی ہے پھر ایسے حالات میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے مختلف قسم کے عذاب کا نزول ہوتا ہے یہ عذاب ان لوگوں کو بھی اپنی لپیٹ میں لے لیتا ہے جو برائی پر خاموشی اختیار کرتے ہیں۔

عَنْ جَرِیْرٍ ﷛ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِیَّ ﷺ یَقُوْلُ: ((مَامِنْ رَجُلٍ یَّکُوْنُ فِیْ قَوْمٍ یُّعْمَلُ فِیْھِمْ بِالْمَعَاصِیْ یَقْدِرُوْنَ عَلٰی اَنْ یُّغَیِّرُوْا علَیْهِ فَلَایُغَیِّرُوْا اِلَّا أَصَابَھُمُ اللّٰهُ بِعِقَابٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ یَّمُوْتُوْا.)) ❶

حضرت جریر ﷛ روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے ''کسی قوم میں کوئی آدمی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور برائی کرے اور وہ قوم اس کو روکنے کی طاقت رکھنے کے باوجود اسے برائی سے نہیں روکتی ان پر ان کی موت سے پہلے اللہ تعالیٰ کا عذاب نازل ہوگا۔''

اچھے معاشرے کی خصوصیات

اچھا اور صالح معاشرہ مندرجہ ذیل خصوصیات اور خوبیوں پر مشتمل ہوتا ہے۔

۱. معاشرہ میں ایسے لوگ موجود ہوتے ہیں جو امور خیر کی طرف آمادہ اور برائیوں سے روکتے ہیں۔

❶ سنن ابی داود کتاب الملاحم باب الامر والنھی رقم: ۴۳۳۹

۲. وہ لوگ خود خیر کی طرف سبقت اور برائیوں سے اجتناب کرتے ہیں۔

۳. معاشرہ میں قوت خیر اتنی غالب ہوتی ہے کہ برے لوگوں کو یہ ہمت اور جرأت نہیں ہوتی کہ بھلائی کی طرف آمادہ افراد کی توہین اور ان کو برائی کی طرف آمادہ کریں۔

ملاحظہ

اس آیت مبارکہ میں بظاہر علمائے یہود اور ان کے درویشوں کو گناہ اور حرام وغیرہ کھانے اور احکام الٰہیہ کی حفاظت نہ کرنے پر تنبیہ ہے حقیقت میں ڈانٹ اور تنبیہ تمام رجال دین کو ہے کیونکہ معاشرہ کی اصلاح وفساد کا مدار ان کی حفاظت دین اور امر بالمعروف ونهي عن المنكر کے فریضہ کو پورا کرنے پر ہے۔

علماء کے اقوال

اس آیت مبارکہ کے متعلق علماء کے مختلف اقوال ہیں جن میں بعض ذکر کیے جاتے ہیں۔

۱. عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہ مَافِي الْقُرْآنِ ايَةٌ أَشَدُّ تَوْبِيْخًا مِنْ هَذِهِ الْآيَةِ.❶

ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ قرآن میں علماء کی ڈانٹ کے لیے اس سے سخت اور کوئی آیت نہیں۔

۲. قَالَ الضَّحَاكُ مَافِي الْقُرْآنِ ايَةٌ أَخْوَفُ عِنْدِي.❷

امام ضحاک رحمہ اللہ فرماتے ہیں میرے نزدیک قرآن میں علماء کو اس سے زیادہ ڈرانے اور دھمکانے والی اور کوئی آیت نہیں۔

آیات سے جو مسائل اخذ ہوتے ہیں

۱: یہود اور ان کے متبعین معاشرہ میں برائی اور فساد پھیلانے کے لیے کوشاں رہتے ہیں اور مسلمانوں کو گمراہ کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑتے۔

۲: یہود اور ان کے متبعین دنیا میں سب سے زیادہ گمراہ ہیں اور قیامت کے روز یہ ٹھکانے اور انجام میں بھی سب سے برے ہوں گے۔

۳: عہد رسالت میں مدینہ کے اندر منافقین یہود سے ہی پائے جاتے تھے۔

---

❶ تفسیر ابن کثیر ۲ / ۷٤۔ ❷ ایضاً

۴: برائی پر خاموشی اللہ تعالیٰ کے عذاب کو دعوت دینا ہے۔

۵. علماء کے لیے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ضروری ہے۔

۶: اچھے اور برے معاشرہ میں فرق امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا ہوتا ہے۔

❁❁❁

﴿وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ يَدُ اللّٰهِ مَغْلُوْلَةٌ ؕ غُلَّتْ اَيْدِيْهِمْ وَ لُعِنُوْا بِمَا قَالُوْا ۘ بَلْ يَدٰهُ مَبْسُوْطَتٰنِ ۙ يُنْفِقُ كَيْفَ يَشَآءُ ؕ وَ لَيَزِيْدَنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ مَّاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ طُغْيَانًا وَّ كُفْرًا ؕ وَ اَلْقَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَ الْبَغْضَآءَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ؕ كُلَّمَاۤ اَوْقَدُوْا نَارًا لِّلْحَرْبِ اَطْفَاَهَا اللّٰهُ ۙ وَ يَسْعَوْنَ فِي الْاَرْضِ فَسَادًا ؕ وَ اللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِيْنَ (64) وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْكِتٰبِ اٰمَنُوْا وَ اتَّقَوْا لَكَفَّرْنَا عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَلَاَدْخَلْنٰهُمْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ (65) وَلَوْ اَنَّهُمْ اَقَامُوا التَّوْرٰىةَ وَ الْاِنْجِيْلَ وَمَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ مِّنْ رَّبِّهِمْ لَاَكَلُوْا مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ ؕ مِنْهُمْ اُمَّةٌ مُّقْتَصِدَةٌ ؕ وَ كَثِيْرٌ مِّنْهُمْ سَآءَ مَا يَعْمَلُوْنَ (66)﴾

یہود نے کہا اللہ تعالیٰ کا ہاتھ (ان دنوں) تنگ ہے ان ہی کے ہاتھ تنگ ہیں اور وہ ایسا (بے ادبی کا کلمہ) کہنے کی وجہ سے لعنت کیے گئے بلکہ اللہ تعالیٰ کے دونوں ہاتھ کشادہ ہیں وہ جس طرح چاہے خرچ کرتا ہے۔ یہ قرآن جو آپ پر نازل ہوا ہے یہود و نصاریٰ میں سے بہت زیادہ شرارت اور کفر کو بڑھا دے گا اور ہم نے یہود و نصاریٰ کے درمیان قیامت تک عداوت اور کینہ ڈال دیا ہے جب بھی وہ مسلمانوں کے ساتھ لڑنے کے لیے آگ سلگاتے ہیں اللہ تعالیٰ اس کو بجھا دیتے ہیں وہ زمین میں فساد کرنے کے لیے کوشش کرتے ہیں اللہ تعالیٰ فساد کرنے والوں کو پسند نہیں کرتے۔ اور اگر اہل کتاب ایمان لے آئیں اور پرہیز گار ہو جائیں تو ہم ان کے گناہ مٹا دیں گے اور ان کو نعمتوں والی جنت میں داخل کریں گے۔ اگر وہ تورات اور انجیل کو قائم کرتے (ان کے احکامات پر عمل کرتے) اور جو چیز ان کی طرف ان کے رب نے نازل کی ہے اس پر عمل کرتے تو وہ سر کے اوپر سے اور پاؤں کے نیچے سے کھاتے ان میں سے ایک گروہ حق کو قبول کرنے والا ہے اکثر ان سے برے اعمال کا ارتکاب کرتے ہیں۔

مشکل الفاظ کے معانی

مَغْلُوْلَةٌ: تنگ (بخیل)

غُلَّتْ اَيْدِيْهِمْ: بھلائی کے کاموں سے ان کے ہاتھ روکے گئے ہیں۔ (یہ ان کے لیے بددعا ہے کہ وہ امور خیر میں خرچ نہیں کرتے)

لُعِنُوْا: لعنت کیے گئے۔

بَلْ يَدٰهُ مَبْسُوْطَتٰنِ: بلکہ وہ (اللہ تعالیٰ کے دونوں ہاتھ فراخ ہیں) یعنی اللہ تعالیٰ بہت زیادہ خرچ کرنے والا ہے۔

يُنْفِقُ كَيْفَ يَشَآءُ: جس طرح چاہے خرچ کرتا ہے۔ (جب چاہے رزق میں وسعت اور جب چاہے رزق میں تنگی کرے۔)

طُغْيَانًا: سرکشی کرنا۔ (اعتدال کی حد سے تجاوز کرنا۔)

اَلْقَيْنَا بَيْنَهُمُ: یہود اور نصاریٰ کے درمیان ہم نے (عداوت) ڈال دی۔

اَوْقَدُوْا نَارًا: جلایا انھوں نے فتنہ کی آگ کو۔ (فتنہ سے مراد لڑائی اور ایک دوسرے کو لڑائی کے لیے ابھارنا۔)

اَطْفَاَ: اس نے بجھا دیا۔

مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ: یہ رزق کی کشادگی سے کنایہ ہے۔ (ہر طرف سے ان پر رزق کی بارش ہوگی۔)

اُمَّةٌ مُّقْتَصِدَةٌ: ایسی جماعت جو امور دین میں اعتدال سے کام لیتی ہے یعنی اپنی طرف سے نہ کمی اور نہ ہی زیادتی کرتی ہے۔

آیات کی ماقبل سے مناسبت

اللہ تعالیٰ نے پہلی آیات میں یہود کی بعض بری عادات کا ذکر فرمایا مثلاً: ان کا گناہوں کی طرف سبقت لے جانا اور حرام مال کھانا وغیرہ یہاں بھی ان کی بری اور قبیح صفات اور عادات کا تذکرہ فرمایا ہے کہ وہ اپنی ان بری صفات میں اس قدر دلیر ہوگئے کہ انھوں نے اللہ تعالیٰ کو بخل جیسے قبیح وصف کے ساتھ متصف کر دیا جو کسی بھی عقل مند آدمی سے محال ہے۔

شانِ نزول

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَجُلٌ مِّنَ الْيَهُوْدِ يُقَالُ لَهُ شَاسُ بْنُ قَيْسٍ إِنَّ رَبَّكَ بَخِيْلٌ

وَلَا يُنْفِقُ فَأَنْزَلَ اللّٰهُ ، ﴿قَالَتِ الْيَهُوْدُ يَدُ اللّٰهِ مَغْلُوْلَةٌ.﴾ [1]

ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں یہود سے شاس بن قیس نامی آدمی نے کہا کہ آپ کا رب بخیل ہے خرچ نہیں کرتا تو یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی۔

التوضیح

﴿وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ يَدُاللّٰهِ مَغْلُوْلَةٌ ۭ غُلَّتْ اَيْدِيْهِمْ وَلُعِنُوْا بِمَا قَالُوْا ۘ بَلْ يَدٰهُ مَبْسُوْطَتٰنِ ۙ يُنْفِقُ كَيْفَ يَشَآءُ ۭ﴾

اللہ تعالیٰ یہاں یہود کی خصال قبیحہ میں سے ایک خصلت قبیح بیان فرما رہے ہیں کہ انھوں نے اللہ تعالیٰ کو بخل جیسی بری صفت سے موصوف کیا ان کا یہ تصور انتہائی غلط تھا گویا کہ انھوں نے اپنے اس غلط تصور کا مطلب کرتے ہوئے یہ باور کرایا کہ جب اللہ تعالیٰ خود لوگوں کو کم دیتے ہیں تو لوگ دوسروں کو کہاں سے دیں اور ان کا یہ بھی خیال تھا کہ یہود نے جب کبھی سرکشی کی ہے تو اسی وقت اللہ تعالیٰ نے ان کی سرکوبی کرائی ہے، جیسے بخت نصر بابلی سے، پھر طیطوس رومی، پھر مجوس اور آخر کار مسلمانوں سے جس سرکوبی کے سبب ان کی بادشاہت ختم ہوئی اور ان کے سر پر ذلت اور تنگدستی ان کے ہاتھوں سے ہی سوار ہے قرآن مجید میں جب بھی ان کے برے کاموں کی مذمت میں آیتیں نازل ہوئیں اسی طرح ہی ان کی شرارتیں بڑھتی گئیں اور یہ ان کی شرارتیں نئی نہیں بلکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ بھی انھوں نے اسی طرح ہی سلوک کیا جس کی سزا اللہ تعالیٰ کے ہاں یہ قرار پائی جب بھی یہ کوئی لڑائی وغیرہ کا پروگرام بناتے تو انہیں اس میں کامیابی نہ ہوتی۔

اللہ تعالیٰ تو بڑا فیاض اور کریم ہے اور وہ اپنے بندوں کو بلا حساب رزق دیتا ہے۔ فرمایا اللہ تعالیٰ کے دونوں ہاتھ کھلے ہوئے ہیں جس طرح چاہتا ہے اسی طرح خرچ کرتا ہے اور اس کی نعمتیں اور احسانات لامتناہی ہیں جس کی گواہی ساری مخلوق دے رہی ہے لیکن یہود اس کے فضل وکرم کو محسوس کرنے اور اس کی نعمتوں کو دیکھنے سے محروم ہیں۔

لفظ ''یَدٌ'' کا معنیٰ

اس میں مفسرین کا اختلاف ہے بعض نے لفظ ''ید'' سے اللہ تعالیٰ کی قدرت مراد لی ہے لیکن یہ تفسیر سلف کے خلاف ہے بلکہ یہاں ''ید'' سے مراد ہاتھ ہے۔

[1] تفسیر ابن کثیر ۲ / ۷۷

اعتراض

اگر لفظ ید کا معنی قدرت الٰہی لیا جائے تو اس پر یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ساری مخلوق کو اپنی قدرت سے پیدا فرمایا ہے جبکہ اللہ تعالیٰ حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش کے متعلق فرماتے ہیں "خَلَقْتُ بِيَدَيَّ"[1] اگر یہاں بھی لفظ ید سے قدرت ہی مراد لی جائے تو پھر حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش میں کوئی خصوصیت باقی نہیں رہتی۔

لفظ ید کی صحیح تفسیر

لفظ ید کی تاویل کر کے اس سے قدرت الٰہیہ مراد نہیں لینی چاہیے بلکہ یہاں لفظ ید سے اللہ تعالیٰ کا ہاتھ مراد ہے لیکن ہم اس کی کیفیت اور ماہیت نہیں جانتے اور یہی تفسیر احادیث صحیحہ اور سلف سے منقول ہے۔

حدیث میں ہے:

عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ:((يَدُاللّٰهِ مَلْئٰى لَاتَغِيْضُهَا نَفَقَةٌ سَحَّاءُ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ.)) وَقَالَ :((أَرَأَيْتُمْ مَا أَنْفَقَ مُنْذُ خَلَقَ السَّمَاءَ وَالْأَرْضَ ؟فَإِنَّهُ لَمْ يَغِضْ مَافِيْ يَدِهٖ وَقَالَ عَرْشُهُ عَلَى الْمَاءِ وَبِيَدِهِ الْأُخْرَى الْمِيْزَانُ يَخْفِضُ وَيَرْفَعُ.))[2]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کا ہاتھ بھرا ہوا ہے دن اور رات خرچ کرنے سے اس کا خزانہ کم نہیں ہوتا زمین و آسمان کی پیدائش سے لے کر آج تک اس کے خزانے میں کمی نہیں ہوئی اور اس کا عرش پانی پر ہے اور اس کے دوسرے ہاتھ میں میزان ہے اسے وہ جھکاتا اور اٹھاتا ہے۔

ملاحظہ

لوگوں کے رزق میں کمی کرنا یہ سخاوت کے منافی نہیں بلکہ یہ کمی اور بیشی اللہ تعالیٰ کی حکمت اور مشیت کے تحت ہوتی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:﴿لَوْ بَسَطَ اللّٰهُ الرِّزْقَ لَبَغَوْا فِي الْأَرْضِ وَلٰكِنْ يُنَزِّلُ بِقَدَرٍ مَّا يَشَآءُ إِنَّهُ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرٌ بَصِيْرٌ﴾[3]

---

[1] سورة ص: ٧٥_ [2] صحيح بخاری كتاب التوحيد باب قول الله عز وجل:﴿لما خلقت بيدی﴾ رقم: ٧٤١١.
[3] سورة الشوریٰ ٢٧

اگر اللہ تعالیٰ ان کے رزق میں فراوانی کر دیتے تو وہ زمین میں سرکشی کرتے اللہ جس طرح چاہتے ہیں اسی مقدار کے ساتھ رزق عطا کرتے ہیں۔

﴿ وَلَيَزِيدَنَّ كَثِيرًا مِّنْهُم مَّآ أُنزِلَ إِلَيْكَ مِن رَّبِّكَ طُغْيَانًا وَكُفْرًا ﴾

یہاں اللہ تعالیٰ یہود اور نصاریٰ کا رسالت محمدیہ کو جھٹلانے کی وجہ ان کا حسد اور بغض اور مال و دولت کی محبت بتلا رہے ہیں قرآن کریم کے تدریجی نزول کے ساتھ ان کے کفر اور انکار میں اضافہ ہو رہا تھا قرآن کریم نے ان کے دلوں کی کیفیت بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ نزول قرآن کے ساتھ ساتھ وہ اپنے کفر اور شرارت میں مزید بڑھتے جائیں گے۔

یہود کے طبعی خصائص

﴿ وَأَلْقَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ ۚ كُلَّمَا أَوْقَدُوا نَارًا لِّلْحَرْبِ أَطْفَأَهَا اللَّهُ ۚ وَيَسْعَوْنَ فِي الْأَرْضِ فَسَادًا ۚ وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِينَ ﴾

بغض و حسد، کینہ و عداوت یہود کے طبعی خصائص سے ہیں وہ صرف مسلمانوں کے خلاف دشمنی کی آگ نہیں بھڑکاتے تھے بلکہ ان کی آپس میں نفرتوں اور عداوتوں کی آگ بھڑکی ہوئی تھی جب اس آگ کا رخ مسلمانوں کی طرف ہوتا تو اللہ تعالیٰ اسے ٹھنڈا فرما دیتے۔

اہل اسلام کے لیے لمحۂ فکریہ

جس طرح آج بھی تمام یہودیت عالم اسلام کے خلاف اپنی نفرتوں کا اظہار کر رہی ہے اور بظاہر وہ اس میں کامیاب بھی ہوتی دکھائی دے رہی ہے۔ اس لیے ہمیں تاریخ کے ایک مختصر دور کی بجائے یہود کی پوری تاریخ سامنے رکھنی چاہیے کیونکہ یہود کی تاریخ ہر مرحلہ میں پراگندہ اور منتشر رہی ہے۔

اگر امت مسلمہ اپنی زندگی کو اسلام کے مطابق استوار کر لے تو اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ امت مسلمہ یہودیت پر غالب آ جائے گی اور خود یہود بھی اس بات کا اچھی طرح ادراک رکھتے ہیں اسی لیے وہ اپنے شر اور مکر و فریب کا نشانہ مسلمانوں کو بنائے رکھتے ہیں اور اگر زمین کے کسی خطے میں اسلامی تحریک اٹھے تو پوری یہودیت اس کو ختم کرنے کے درپے ہوتی ہے لیکن اللہ تعالیٰ کا حکم سب پر غالب آنے والا ہے اور اس کا وعدہ سچا اور برحق ہے۔ کیونکہ یہودیت زمین میں فساد

برپا کرنے کی کوشش کرتی ہے اللہ تعالیٰ فساد کو پسند نہیں کرتے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ ضرور زمین میں ایسے انسان پیدا فرما دیتے ہیں جو اس فساد اور شر کو ختم کرتے ہیں اور جس چیز کو اللہ تعالیٰ پسند نہ کریں اس کا زوال یقینی ہوتا ہے۔

﴿وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْكِتٰبِ اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَكَفَّرْنَا عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَلَاَدْخَلْنٰهُمْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ﴾

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اگر یہ اہل کتاب ایمان لے آتے اور پرہیزگاری اختیار کرتے اور ہماری حدود و قیود کی پابندی کرتے اور ہم سے اپنے گناہوں کی معافی طلب کرتے ہوئے اعمال صالحہ کرتے تو ہم ان کے تمام گناہ معاف کرتے اور ان کو نعمتوں والی جنت میں داخل کرتے۔

﴿وَلَوْ اَنَّهُمْ اَقَامُوا التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ مِّنْ رَّبِّهِمْ لَاَكَلُوْا مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ ؕ مِنْهُمْ اُمَّةٌ مُّقْتَصِدَةٌ ؕ وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ سَآءَ مَا يَعْمَلُوْنَ﴾

اگر وہ اہل کتاب تورات اور انجیل پر کامل اور پختہ ایمان لے آئیں ان میں تحریف اور تغیر نہ کریں ان کے کامل ایمان کی علامت یہ ہے تورات اور انجیل میں رسول اللہ ﷺ کی نبوت اور قرآن کے آسمانی کتاب ہونے کی صداقت موجود ہے اس کو یہ لوگ دل سے مان لیں جب یہ لوگ ایسا کریں گے تو آسمان سے بارش آئے گی اس سے ان کی کھیتیاں جو قحط کے سبب خراب ہوئی تھیں وہ سرسبز ہو جائیں گی اور "لَاَكَلُوْا مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ" کا یہی مفہوم ہے۔

پھر فرمایا ان اہل کتاب سے کچھ ایسے ہیں جو نصیحت سن کر راہ راست پر آ گئے جیسے یہود سے عبداللہ بن سلام اور ان کے ساتھی اور عیسائیوں سے نجاشی وغیرہ۔ لیکن ان میں سے بہت زیادہ ایسے ہیں جو دین اسلام کو نہیں مانتے اور اپنی کج روی اور ضد پر قائم رہتے ہوئے برے اعمال کے مرتکب ہو رہے ہیں اور وہ اسی بناء پر اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کو اپنے سینوں سے لگائے ہوئے ہیں۔

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے ایک طویل حدیث قدسی مروی ہے جس کا ایک ٹکڑا یہاں بیان کیے دیتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

((يَاعِبَادِيْ إِنَّ أَوَّلَكُمْ وَاٰخِرَكُمْ وَإِنْسَكُمْ وَجِنَّكُمْ قَامُوْا فِيْ صَعِيْدٍ وَّاحِدٍ فَسَاَلُوْنِيْ فَأَعْطَيْتُ كُلَّ إِنْسَانٍ مَّسْئَلَتَهُ مَا نَقَصَ ذٰلِكَ مِمَّا عِنْدِيْ إِلَّا كَمَا يَنْقُصُ الْمِخْيَطُ إِذَا دَخَلَ الْبَحْرَ)) [1]

[1] صحیح مسلم كتاب البر باب تحريم الظلم رقم : ٢٥٧٧

اے میرے بندو! اگر تمام جن اور انسان مل کر مجھ سے اپنی مرادیں مانگیں تو میں ہر ایک کی مراد پوری کر دوں تو میرے خزانے میں اتنی کمی بھی نہیں آئے گی جس طرح ایک سوئی سمندر میں ڈبو کر نکالنے سے اس سمندر کے پانی میں کمی واقع ہوتی ہے۔

ملاحظہ

ایمان، تقویٰ اور احکام الٰہیہ پر قائم رہنے کی شرط صرف اہل کتاب کے ساتھ خاص نہیں بلکہ مسلمان بھی اس میں داخل ہیں کہ جو کچھ ان کی طرف یا ان سے قبل نازل ہوا اس پر ایمان لائیں اور دین اسلام پر عمل کریں گے تو اللہ تعالیٰ ان پر راضی اور ان کی خطاؤں کو معاف فرمائے گا۔

آیات سے جو مسائل ثابت ہوتے ہیں

۱. ایسے قبیح اوصاف جو اللہ تعالیٰ کی شان کے لائق نہیں ان کا اللہ تعالیٰ سے متصف کرنا حرام ہے۔
۲. اللہ تعالیٰ کے ہاتھ کی صفت ثابت ہے جس طرح اس کی ذات کو لائق ہے ہم اس پر ایمان لاتے اس کی کیفیت نہیں جانتے اور نہ ہی ہم تمثیل اور تشبیہ دیتے ہیں۔
۳. اللہ تعالیٰ کی صفات کو کسی تاویل کے بغیر ماننا ضروری ہے۔
۴. یہودی ہمیشہ زمین میں امن کو تباہ اور فساد برپا کرنے کی کوشش کی ہے۔
۵. اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب سے وعدہ کیا ہے اگر وہ ایمان لائیں اور پرہیزگاری اختیار کریں تو وہ جنت میں داخل ہوں گے۔
۶. اللہ تعالیٰ نے ہر اُس انسان کے ساتھ رزق کی فراخی اور اپنی برکات کے نزول کا وعدہ فرمایا ہے جو احکام الٰہیہ کو اپنا شعار بنالیں اور ان کے مطابق اپنی زندگی بسر کریں۔
۷. یہود و نصاریٰ سے بعض لوگ دین اسلام کو پسند کرنے والے اور اسے قبول کرنے والے تھے۔

﴿يٰٓاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ؕ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ ؕ وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿67﴾ قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لَسْتُمْ عَلٰى شَىْءٍ حَتّٰى تُقِيْمُوا التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ ؕ وَلَيَزِيْدَنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ مَّآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ طُغْيَانًا وَّكُفْرًا ۚ فَلَا تَاْسَ عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿68﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَادُوْا وَالصَّابِئُوْنَ وَالنَّصٰرٰى مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿69﴾﴾

اے رسول ﷺ! آپ کے رب کی طرف سے جو کچھ آپ پر اتارا گیا ہے آپ عوام الناس میں پہنچا دیجیے اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو آپ نے پیغام رسالت نہیں پہنچایا اور اللہ تعالیٰ آپ کو لوگوں سے بچائے گا کافروں کی قوم کو اللہ تعالیٰ ہدایت نہیں فرماتے۔ (پیارے رسول ﷺ!) آپ فرما دیجئے کہ اے اہل کتاب! تم کسی چیز پر بھی نہیں ہو جب تک تم تورات وانجیل اور جو کچھ تمھارے رب نے تمہاری جانب اتارا ہے اس پر قائم نہیں ہو جاتے، البتہ جو چیز (قرآن) آپ کے رب نے آپ پر نازل کی ہے وہ ان میں سے بہت زیادہ کو سرکشی اور کفر میں بڑھا دے گی۔ پس آپ کافروں کی قوم پر افسوس نہ کیجیے۔ وہ لوگ جو ایمان لائے یہودی، بے دین، عیسائی ہوئے۔ جو بھی اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایمان لائے اور قیامت کے دن پر بھی اور عمل صالح کیے، پس ان پر کوئی خوف نہیں اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

مشکل الفاظ کے معانی

بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ: اے رسول ﷺ! آپ ان لوگوں تک اللہ تعالیٰ کی توحید اور احکام شرعیہ پہنچا دیں۔

يَعْصِمُكَ: وہ (اللہ تعالیٰ) آپ کی حفاظت فرمائے گا۔

لَسْتُمْ عَلٰى شَىْءٍ: (اے یہود!) تم دین حقیقی پر نہیں ہو۔

تُقِيْمُوا التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ: تم تورات اور انجیل کے احکامات پر عمل کرو۔

فَلَا تَاْسَ: آپ افسوس نہ کریں۔

هَادُوْا: یہودی ہوئے۔

وَالصَّابِئُوْنَ: اس کا واحد صابی ہے یہ اہل کتاب اور مجوس کا ایک فرقہ ہے جس کا کوئی دین نہیں۔ حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ یہود اور مجوس کا ایک گروہ ہے جو نہ ذبیحہ کھاتا ہے اور نہ ہی نکاح کرتا ہے۔)

شانِ نزول

إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ ((إِنَّ اللّٰهَ بَعَثَنِيْ بِرِسَالَةٍ، فَضِقْتُ بِهَا ذَرْعاً وَعَرَفْتُ أَنَّ النَّاسَ مُكَذِّبِيَّ فَوَعَدَنِيْ لَأُبَلِّغَنَّ أَوْ لِيُعَذِّبُنِيْ فَنَزَلَتْ ﴿يَآيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ﴾ [1]

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے مجھے رسالت دے کر مبعوث فرمایا تو میرا پہلو تنگ ہو گیا اور میں نے یقین کر لیا کہ مجھے لوگ جھٹلائیں گے اللہ تعالیٰ نے مجھے تنبیہ کی کہ میں تبلیغ رسالت کروں یا وہ (اللہ تعالیٰ) مجھے عذاب دے تو رسول اللہ ﷺ فرمانے لگے یا اللہ میں اکیلا کیا کروں وہ سب میرے خلاف جمع ہو گئے ہیں تو پھر اس آیت کا یہ ٹکڑا نازل فرمایا۔

﴿وَ اِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ﴾ پھر رسول اللہ ﷺ کی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حفاظت کیا کرتے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے جب یہ الفاظ نازل فرمائے ﴿وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ﴾ فَاَخْرَجَ رَأْسَهٗ مِنَ الْقُبَّةِ فَقَالَ :((يَآيُّهَا النَّاسُ اِنْصَرِفُوْا فَقَدْ عَصَمَنِيَ اللّٰهُ.)) [2]

آپ ﷺ نے اپنا سر مبارک خیمہ سے باہر نکالا اور فرمایا اے لوگو تم واپس چلے جاؤ اللہ تعالیٰ میری حفاظت کریں گے۔

ماقبل سے مناسبت

اس سے پہلی آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اہل کتاب میں متعدل اور میانہ روی اختیار کرنے والے بہت کم ہیں اور نافرمان بہت زیادہ ہیں، اس آیت میں آپ ﷺ کو حکم ہو رہا ہے کہ آپ ﷺ متعدل لوگوں کی قلت اور نافرمانوں کی کثرت کی طرف مت دیکھیں بلکہ ان کے سامنے جو کچھ آپ ﷺ پر نازل ہوتا ہے اس کو بیان فرمائیں اور ان کی بری عادات و افعال کو لوگوں کے سامنے ظاہر فرمائیں، آپ ﷺ ان کی تدابیر سے مت گھبرائیں اللہ تعالیٰ ان کے شر سے آپ کو محفوظ رکھیں گے۔

---

[1] تفسیر المنیر ٦٩/٦، مستدرك حاكم ٣١٣/٢ كتاب التفسير ـ

[2] جامع ترمذی كتاب التفسير تفسير سورة المائدة رقم: ٣٠٤٦ ـ

التوضیح

﴿يَاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ۭ وَ اِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ ۭ وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ﴾

اللہ تعالیٰ رسول اللہ ﷺ کو صفت رسالت کے ساتھ متصف فرما کر حکم ارشاد فرما رہے ہیں کہ ان جملہ احکام کو لوگوں تک پہنچا دیں جن کو میں نے آپ ﷺ کی طرف نازل فرمایا۔ یہ کام آپ ﷺ کو حالات کی پرواہ کیے بغیر سرانجام دینا ہوگا، اس میں کسی کی رعایت نہ کرنا، کیونکہ اللہ تعالیٰ ہی آپ کو لوگوں کی ایذا سے بچانے والے ہیں۔

پھر فرمایا اگر آپ ﷺ نے جملہ احکام کو لوگوں تک نہ پہنچایا یا کسی قسم کی رو رعایت رکھی تو آپ ﷺ نے رسالت نہیں پہنچائی اور اپنے واجب کو پورا نہیں کیا اس امانت (رسالت) کا آپ ﷺ نے حق ادا نہیں کیا۔

کتمانِ حق کسی کے لیے بھی جائز نہیں

بعض روافض کا خیال ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کسی مصلحت کی بنا پر بعض دفعہ کتمانِ وحی کیا ہے اور اس امانت کو صحیح ادا نہیں کیا (نعوذ باللہ)۔ یہ آیت ایسے لوگوں کے خیالات کا رد کرتی اور جھٹلا رہی ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔

((مَنْ حَدَّثَكَ أَنَّ مُحَمَّدًا ﷺ كَتَمَ شَيْئًا مِمَّآ أُنْزِلَ عَلَيْهِ فَقَدْ كَذَبَ)) وَاللّٰهُ يَقُوْلُ: ﴿ يَآأَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ﴾ [1]

جو شخص تجھ کو یہ بیان کرے کہ رسول اللہ ﷺ نے وحی سے بعض اشیا کو چھپایا ہے تحقیق اس شخص نے جھوٹ بولا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو جملہ احکام لوگوں تک پہنچانے کا حکم دیا ہے۔

ایک دوسری روایت میں ہے۔

قَالَتْ: وَلَوْ كَانَ مُحَمَّدٌ كَاتِمًا شَيْئًا مِمَّآ أُنْزِلَ عَلَيْهِ لَكَتَمَ هٰذِهِ الْاٰيَةَ ﴿وَاِذْ تَقُوْلُ لِلَّذِيْٓ أَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَأَنْعَمْتَ عَلَيْهِ أَمْسِكْ عَلَيْكَ زَوْجَكَ وَاتَّقِ اللّٰهَ وَتُخْفِيْ فِيْ نَفْسِكَ مَا

[1] صحیح بخاری کتاب التفسیر باب: ﴿يا ايها الرسول بلغ ما انزل اليك من ربك﴾ رقم: ٤٦١٢۔

اللّٰهُ مُبْدِيهِ وَتَخْشَى النَّاسَ وَاللّٰهُ أَحَقُّ أَنْ تَخْشَاهُ﴾ ❶

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وحی سے کچھ چھپاتے تو اس آیت مبارکہ کو ضرور چھپاتے۔

﴿وَإِذْ تَقُولُ لِلَّذِیٓ أَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَأَنْعَمْتَ عَلَيْهِ أَمْسِكْ عَلَيْكَ﴾ الی آخرہ

حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھی وحی ہے

ابو جحیفہ کہتے ہیں:

قَالَ سَأَلْتُ عَلِيًّا هَلْ عِنْدَكُمْ شَيْءٌ مَالَيْسَ فِي الْقُرْآنِ؟وَقَالَ مَرَّةً مَالَيْسَ عِنْدَالنَّاسِ؟ فَقَالَ:وَالَّذِی فَلَقَ الْحَبَّ وَبَرَأَ النَّسَمَةَ مَاعِنْدَنَا إِلَّا مَا فِي الْقُرْآنِ إِلَّا فَهْمًا يُعْطَى رَجُلٌ فِي كِتَابِهِ وَمَا فِي الصَّحِيفَةِ قُلْتُ وَمَافِي الصَّحِيفَةِ؟قَالَ الْعَقْلُ وَفِكَاكُ الْأَسِيرِ وَأَنْ لَّا يُقْتَلَ مُسْلِمٌ بِكَافِرٍ. ❷

حضرت ابو جحیفہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سوال کیا، کیا تمھارے پاس قرآن کے علاوہ کوئی اور بھی وحی ہے؟ پھر ایک مرتبہ اس نے (سائل) عندالناس کے لفظ کہے تھے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مجھے اللہ تعالیٰ کی قسم جس نے دانے کو اگایا اور جانوں کو پیدا کیا، ہمارے پاس قرآن کے علاوہ صرف وہ فہم اور درایت ہے جو اللہ تعالیٰ کسی شخص کو قرآن مجید کے متعلق عطا کرتے ہیں، اس آدمی نے سوال کیا! اس صحیفہ میں کیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا اس میں دیت کے مسائل اور قیدیوں کی رہائی کے احکام ہیں اور یہ بھی ہے کہ مسلمان کافر کے قصاص میں قتل نہ کیا جائے۔

ابلاغ رسالت کی تاکید میں حکمت

ابلاغ رسالت کی تاکید اس لیے کی کہ احکام الٰہی لوگوں تک نزول کے بعد فوراً پہنچا دیے جائیں ان میں کسی قسم کی کوتاہی نہ ہو کیونکہ بعض احکام کا چھپا لینا وحی کا کتمان ہے اور تمام انبیائے کرام کتمان وحی سے معصوم ہیں اور وحی کو اسی طرح ہی لوگوں کے سامنے بیان فرماتے ہیں جس طرح اس کا نزول اور ابلاغ رسالت جیسے اہم فریضہ کی حقیقت کو اللہ تعالیٰ نے نص قرآنی کے ساتھ بیان فرمایا تا کہ لوگ اس میں اختلاف نہ کریں بلکہ ان کا اس امر پر پختہ یقین ہو جائے کہ رسول اللہ

❶ صحیح مسلم کتاب الایمان باب معنی قول اللہ عز و جل ﴿ولقد راہ نزلۃ اخری﴾ رقم: ۱۷۷ ۔
❷ صحیح بخاری کتاب الدیات باب العاقلۃ رقم: ۶۹۰۳ ۔

کہ رسول اللہ ﷺ نے وحی کو فوری طور پر پہنچا دیا ہے۔

امام زہری رحمہ اللہ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ کے ذمے پیغام وحی کو نازل فرمانا اور رسول اللہ ﷺ کا کام اس کو پہنچانا اور ہمارے ذمے ان احکام کو تسلیم کرنا اور اپنی زندگیوں کو ان کے مطابق بسر کرنا ہے۔ ❶

ابلاغ رسالت پر صحابہ کرام کی گواہی

رسول اللہ ﷺ نے رسالت کی امانت کو لوگوں تک نہایت ہی خوش اسلوبی سے پہنچایا یہ ایک ایسی حقیقت ہے کہ جس میں انکار تو کجا شبہ کی بھی گنجائش نہیں اور اس فرض کی ادائیگی پر حجۃ الوداع کے اجتماع میں چالیس ہزار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے گواہی دی تھی حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقعہ پر فرمایا:

((أَيُّهَا النَّاسُ! إِنَّكُمْ مَسْئُوْلُوْنَ عَنِّي فَمَا أَنْتُمْ قَائِلُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ أَنَّكَ قَدْ بَلَّغْتَ وَأَدَّيْتَ وَنَصَحْتَ فَقَالَ بِإِصْبَعِهِ السَّبَّابَةِ يَرْفَعُهَا إِلَى السَّمَاءِ وَيَنْكُتُهَا إِلَى النَّاسِ اَللّٰهُمَّ اشْهَدْ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ.)) ❷

اے لوگو! تم سے میرے متعلق سوال ہوگا تم کیا جواب دو گے؟ انھوں نے کہا ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ ﷺ نے رسالت کو پہنچایا، امانت کو ادا کیا اور خیر خواہی کر دی ہے۔ آپ ﷺ اپنی سبابہ انگلی سے اشارہ کرتے ہوئے کبھی اس کو آسمان کی طرف اٹھاتے اور کبھی لوگوں کی طرف اٹھاتے فرمایا: یا اللہ! آپ اس پر گواہ ہو جائیں۔ یہ الفاظ آپ نے تین مرتبہ فرمائے۔

رسول اللہ ﷺ کی حفاظت اللہ تعالیٰ کے ذمے ہے

پھر اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو اطمینان دلایا ہے کہ آپ ادائے رسالت کا کام خوش اسلوبی سے کریں اور ان (کفار) کی تدابیر کی طرف مت دیکھیں اللہ تعالیٰ آپ کو ان کے مکر و فریب اور تدابیر سے محفوظ رکھے گا۔ آپ ﷺ کے دشمن اپنے ارادوں میں کامیاب نہیں ہوں گے جس طرح مشرکین مکہ نے ابو طالب کی وفات کے بعد، ہجرت سے قبل آپ ﷺ کے قتل کا منصوبہ بنایا اور ہجرت کے بعد یہود نے آپ ﷺ کے قتل کا منصوبہ تیار کیا اور میدان احد میں جب آپ ﷺ کا دانت مبارک شہید ہوا اور آپ ﷺ کا چہرہ مبارک زخمی کیا گیا تو اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کی حفاظت فرمائی۔

❶ تفسیر المنیر جلد ٦/٢٦١ ❷ صحیح مسلم کتاب الحج باب حجة النبی ﷺ رقم: ١٢١٨

﴿قُلْ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لَسْتُمْ عَلٰى شَیْءٍ حَتّٰى تُقِيْمُوا التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ وَمَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ ؕ وَلَيَزِيْدَنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ مَّاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ طُغْيَانًا وَّكُفْرًا ۚ فَلَا تَاْسَ عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ﴾

جب اہل کتاب وقتی شریعت (جو شریعت اس وقت اللہ تعالیٰ نے نازل کی ہے وہ اسلام ہے) کو تسلیم نہ کریں وہ نجات نہیں پا سکتے بلکہ تورات وانجیل جس پر یہ عمل کرنے کے دعویدار ہیں ان کتابوں میں تو رسول اللہ ﷺ پر ایمان لانے کی سخت تاکید کی گئی ہے انھوں نے ان احکام کو چھپایا اور اب ان کا یہ دعویٰ کرنا کہ ہم تورات اور انجیل پر قائم اور ان کے احکام پر عمل کرتے ہیں یہ سراسر غلط ہے۔

جب تک یہ لوگ تورات اور انجیل پر مکمل ایمان نہ لائیں اور رسول اللہ ﷺ کو آخری نبی تسلیم نہ کریں تو ان کا ایمان محض خالی دعویٰ ہے حقیقت پر مبنی نہیں۔

بلکہ ان کی حالت تو یہ ہے کہ اسلام کو ماننا تو در کنار بلکہ جیسے اسلام ان کی بداعمالیوں کی مذمت کرتا ہے تو اس قدر ہی ان کی سرکشی اور نافرمانی کا زیادہ ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ یہ لوگ رسول اللہ ﷺ اور اسلام کے منکر ہیں، اس لیے ان لوگوں کی حالت پر افسوس نہیں کرنا چاہیے۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ جَاءَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ رَافِعُ بْنُ حَارِثَةَ وَسَلَامُ بْنُ مِسْكِيْنٍ وَمَالِكُ بْنُ الصَّيْفِ وَرَافِعُ بْنُ حَرْمَلَةَ فَقَالُوْا: يَا مُحَمَّدُ! أَلَسْتَ تَزْعُمُ أَنَّكَ عَلٰى مِلَّةِ إِبْرَاهِيْمَ وَدِيْنِهٖ وَتُؤْمِنُ بِمَا عِنْدَنَا مِنَ التَّوْرَاةِ وَتَشْهَدُ أَنَّهَا مِنَ اللّٰهِ حَقٌّ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((بَلٰى وَلٰكِنَّكُمْ أَحْدَثْتُمْ وَجَحَدْتُّمْ مَافِيْهَا مِمَّا أَخَذَعَلَيْكُمْ مِنَ الْمِيْثَاقِ وَكَتَمْتُمْ مِنْهَا مَا أُمِرْتُمْ أَنْ تُبَيِّنُوْهُ لِلنَّاسِ وَأَنَا بَرِيْءٌ مِّنْ أَحْدَاثِكُمْ.)) قَالُوْا: فَإِنَّا نَأْخُذُ بِمَا أَيْدِيْنَا فَإِنَّا عَلَى الْحَقِّ وَالْهُدٰى وَلَا نُؤْمِنُ بِكَ وَلَا نَتَّبِعُكَ. ❶

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس یہود سے رافع بن حارثہ اور سلام بن مسکین،

---

❶ تفسیر طبری ۲ / ۲۰۰

مالک بن صیف اور رافع بن حرملہ آئے اور کہنے لگے کیا آپ ﷺ اپنے آپ ﷺ کو ملت ابراہیمی پر گمان کرتے اور ہماری کتابوں کو حق مانتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تمہاری کتابیں برحق ہیں لیکن تم نے بہت سے احکام کو تبدیل کر دیا اور بہت سے احکام کا تم نے انکار کیا اور بہت سے احکام جن کو لوگوں کے سامنے ظاہر کرنے کا تمھیں حکم دیا گیا تھا تم نے ان احکام کو چھپایا انھوں نے کہا جس طریقہ (دین) پر ہم ہیں وہ حق ہے اس کے سوا ہم کوئی طریقہ اور دین اختیار نہیں کریں گے ہم آپ پر ایمان بھی نہیں لائیں گے اور نہ ہی آپ کی اتباع کریں گے۔

دین اسلام پر عمل کرنے کا مطالبہ

﴿إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هَادُوا وَالصَّابِئُونَ وَالنَّصَارَىٰ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ﴾

کسی بھی ملت کے افراد ہوں ان کے لیے لازم ہے کہ وہ نبی کریم کی رسالت پر ایمان لائیں اور اس آخری دین اسلام کو قبول کریں اور آپ ﷺ کو آخری نبی تسلیم کرتے ہوئے اس بات پر ایمان لائیں کہ آپ ﷺ تمام بنی نوع انسان کی طرف مبعوث کیے گئے اور تمام انسانیت کی طرف آپ ﷺ دعوت لے کر آئے ہیں جو آپ ﷺ پر یمان لائے اور آپ ﷺ کے لائے ہوئے دین کو قبول کرے وہ ہی ان لوگوں میں داخل ہوگا جن پر کسی قسم کا خوف اور غم نہیں ہوگا اور کسی کے لیے بھی جائز نہیں کہ کسی قسم کے دباؤ میں آ کر یہ تسلیم کرے کہ اہل کتاب صحیح دین پر ہیں، اس لیے ان سے مناصرت اور تعاون درست ہے حالانکہ مسلمان کا ولی اللہ اور اس کا رسول اور اہل ایمان ہیں، اس لیے اہل کتاب کو چاہیے کہ وہ اپنی شرائع کی پابندی کرتے ہوئے دین اسلام کو قبول کریں تاکہ ان کی بھی آخرت اچھی ہو جائے۔

ملاحظہ

اہل کتاب اپنے آپ کو شریعت موسوی اور شریعت عیسوی کے پابند ظاہر کرتے ہیں۔

صابی کون ہیں؟

صابی سے مراد بے دین اور دہریہ وغیرہ ہیں جو بظاہر کسی شریعت کے پابند نہیں، اس آیت مبارکہ میں ان کو صابئون مرفوع پڑھا گیا ہے صابئین یعنی منصوب نہیں پڑھا گیا اسکی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اگر دہریہ لوگ

بھی اپنے دہریہ پن سے توبہ کرلیں اور دین اسلام پر عمل پیرا ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ انکی بھی آخرت اچھی فرمادیں گے۔

آیات مبارکہ سے جو مسائل ثابت ہوتے ہیں

۱. تمام رسولوں پر رسالت کو پہنچانا واجب تھا جو نہایت ہی خوش اسلوبی سے اس کام سے فارغ ہوئے اور رسول اللہ ﷺ نے بھی اس واجب کو بڑی ذمہ داری سے ادا کیا۔

۲. رسول اللہ ﷺ کی حفاظت اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے۔

۳. اہل کتاب کا کفر ظاہر ہے جب تک وہ رسول اللہ ﷺ پر ایمان نہ لائیں اور آپ ﷺ کی اتباع نہ کریں۔

۴. رسول اللہ ﷺ کے متعلق یہ عقیدہ رکھنا کہ آپ ﷺ نے بعض احکامات کو چھپایا ہے یہ صریحاً کفر ہے۔

۵. جو لوگ رسول اللہ ﷺ اور اسلام کے متعلق اپنے دل میں بغض اور عناد رکھتے ہیں وہ دین اسلام آنے کی وجہ سے اپنے بغض اور عناد میں زیادہ ہو جاتے ہیں۔

۶. نجات کے لیے شرک کو ترک کرنا اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لانا اور اعمال صالحہ کرنا شرط ہے۔

﴿لَقَدْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ وَاَرْسَلْنَآ اِلَيْهِمْ رُسُلًا ۭ كُلَّمَا جَاۗءَهُمْ رَسُوْلٌۢ بِمَا لَا تَهْوٰٓى اَنْفُسُهُمْ ۙ فَرِيْقًا كَذَّبُوْا وَفَرِيْقًا يَّقْتُلُوْنَ ﴿70﴾ وَحَسِبُوْٓا اَلَّا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ فَعَمُوْا وَصَمُّوْا ثُمَّ تَابَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ثُمَّ عَمُوْا وَصَمُّوْا كَثِيْرٌ مِّنْهُمْ ۭ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ ﴿71﴾﴾

ہم نے بنی اسرائیل سے پختہ عہد لیا اور ان کی طرف ہم نے رسول بھیجے جب کبھی ان کے پاس رسول ایسی چیز لے کر آیا جس کو ان کے دل پسند نہیں کرتے تھے (رسولوں) کی ایک جماعت کو انھوں نے جھٹلا دیا اور ایک جماعت کو انھوں نے قتل کیا اور انھوں نے گمان کیا یہ کہ نہیں آئے گا ان پر عذاب (اللہ کی طرف سے) پس وہ اندھے ہو گئے اور بہرے ہوئے، پھر اللہ تعالیٰ نے انکی توبہ قبول کی، پھر ان میں سے بہت زیادہ اندھے اور بہرے ہوئے اور اللہ تعالیٰ ان کے کاموں کو دیکھنے والے ہیں۔

مشکل الفاظ کے معانی

مِيْثَاقٌ: پختہ عہد۔

لَا تَهْوٰى اَنْفُسُهُمْ: اس کی طرف ان کے بیمار نفس مائل نہیں ہوتے وہ اس کو پسند نہیں کرتے۔

فَرِيْقًا كَذَّبُوْا: رسولوں کی ایک جماعت کو انھوں نے جھٹلایا۔

حَسِبُوْا: انھوں نے گمان کیا۔

اَلَّا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ: ان پر عذاب نازل نہیں ہوگا (رسولوں کی تکذیب کرنے اور ان کو قتل کرنے کے سبب۔)

فَعَمُوْا: وہ اندھے ہو گئے (عبرت حاصل نہیں کرتے۔)

صَمُّوْا: وہ بہرے ہو گئے یعنی مواعظ حسنہ نہیں سنتے۔

آیات کی ماقبل سے مناسبت

پہلی آیات میں بیان کیا گیا تھا کہ اگر بنی اسرائیل مکمل طور پر تورات کی پابندی نہ کریں تو ان کو راہ راست پر شمار نہیں کیا جائے گا اور ان آیتوں میں ان کے تورات پر قائم نہ رہنے کی وجہ تفصیل سے بیان فرمائی گئی ہے اور اللہ تعالیٰ نے جو ان سے عہد لیا تھا اس عہد کو بطور نصیحت اور یاد دہانی دوبارہ ذکر کیا گیا ہے۔

التوضیح

﴿ لَقَدْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ وَاَرْسَلْنَآ اِلَيْهِمْ رُسُلًا ۭ كُلَّمَا جَاۗءَهُمْ رَسُوْلٌۢ بِمَا لَا تَهْوٰٓى اَنْفُسُهُمْ ۙ فَرِيْقًا كَذَّبُوْا وَفَرِيْقًا يَّقْتُلُوْنَ ﴾

اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل سے سمع اور اطاعت پر پختہ وعدہ اور عہد لیا لیکن انھوں نے اس عہد کو توڑ ڈالا اور اپنی خواہشات کی اتباع کی۔ اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ احکام جو ان کے موافق تھے ان کو قبول کیا اور جو ان کے مخالف تھے ان کو رد کر دیا اور اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کی وفات کے بعد بہت سے انبیاء اس عہد کے قائم رکھنے کے لیے مبعوث فرمائے لیکن یہود نے تورات کے اکثر احکام کو چھوڑ کر اپنی خواہشات کی تکمیل کی اور انبیاء کرام کے منع کرنے پر ان کے مخالف ہوئے اور

بعض انبیاء کو انھوں نے قتل کر ڈالا جیسے زکریا اور یحییٰ علیہما السلام اور بعض کو انھوں نے جھٹلایا جیسے عیسیٰ علیہ السلام اور رسول اللہ ﷺ۔

یہود کی صفت قبیحہ

یہود کی بری صفات میں سے ایک یہ تھی کہ وہ اپنی ایجادی باتوں اور خواہشات کی تکمیل کو حکم الٰہی جانتے تھے اور ان باتوں کی پاسداری میں وہ کسی نبی کو قتل کرنا اور جھٹلانا گناہ نہیں سمجھتے تھے کیونکہ وہ اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے بیٹے اور اس کے محبوب تصور کرتے تھے۔

یہود کی تاریخ

یہود کی طغیانی اور کفر صرف رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نہیں بلکہ ان کی ہمیشہ کی تاریخ اور روش یہی ہے اللہ تعالیٰ نے یہود کی تاریخ کو اس لیے تفصیلاً بیان کیا کہ وہ انسانی گمراہی کے تمام پہلوؤں کی حامل ہے اور اس سے امت مسلمہ کو متنبہ کرنا مقصود ہے کہ تم ان گمراہیوں سے بچو جن میں وہ مبتلا ہیں اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ کیے ہوئے عہد کی تم پاسداری کرتے ہوئے گمراہی اور خواہشات کی اتباع سے بچو، یہ نہ ہو کہ امت مسلمہ بھی یہود کی طرح احکام الٰہیہ کو جھٹلانا شروع کر دے اور جس طرح انھوں نے انبیاء کو قتل کیا کہیں مسلمان بھی حاملین دعوت کی تکذیب اور ان کے قتل پر آمادہ نہ ہو جائیں۔

﴿وَحَسِبُوٓا اَلَّا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ فَعَمُوْا وَصَمُّوْا ثُمَّ تَابَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ثُمَّ عَمُوْا وَصَمُّوْا كَثِيْرٌ مِّنْهُمْ ؕ وَ اللّٰهُ بَصِيْرٌ بِمَا يَعْمَلُوْنَ﴾

بنی اسرائیل سب گناہ کرتے یہاں تک کہ ان کی زندگیاں گناہ آلود ہو گئیں تو وہ پھر بھی یہ گمان کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ ان کو عذاب نہیں کریں گے کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی منتخب کردہ قوم ہے، اسی لیے انھوں نے ایک دفعہ دل کے اندھے اور کانوں سے بہرے بن کر شعیب نبی کو قتل کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان پر بابلیوں کو مسلط کر دیا، انھوں نے مسجد اقصیٰ کو جلایا ان کے مال لوٹے ان کی اولاد اور عورتوں کو قیدی بنالیا تو اس کے بعد پھر انھوں نے اللہ تعالیٰ کے حضور توبہ کی، جب اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول کی تو ان کی طرف ان کا ملک لوٹا دیا گیا اور بیت المقدس کی تعمیر ہوئی ان کے قیدی واپس ہوئے پھر وہ اپنی سابقہ عادات کی طرف لوٹے حضرت یحییٰ علیہ السلام کو قتل کیا، اس کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قتل کے منصوبے تیار کرنے لگے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں کی نافرمانی کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کا دیکھنا طلب کیا تو پھر اللہ تعالیٰ نے ان پر اہل فارس (ایران) اور اہل رومان کو مسلط کیا اور ان کی آزادی سلب کر لی۔

﴿كَثِيرٌ مِّنْهُمْ ـ وَ اللّٰهُ بَصِيرٌ بِمَا يَعْمَلُوْنَ﴾

اللہ تعالیٰ اس طرف اشارہ فرمارہے ہیں کہ ان کی اکثریت اللہ تعالیٰ کی نافرمان ہے اوران میں بہت کم اچھے لوگ ہیں جنھوں نے حق سن کراس کو قبول کیا اور دائرہ اسلام میں داخل ہوگئے جس طرح عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ اوران کے رفقاء وغیرہ نے اسلام قبول کیا۔

یہود کی سزا

اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے اس میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں اللہ تعالیٰ نے یہود کے ساتھ نافرمانی پر دنیاوی اور اخروی سزا کا وعدہ فرمایا تھا اسے اس طرح سچا کر دکھایا کہ ان کو دنیا میں جالوت اور بخت نصر وغیرہ کے ہاتھوں سزا دلوائی اور انہیں رسوا کیا اور آخرت کی سزا سب کے سامنے آنے والی ہے۔

عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((إِنَّ الْعَبْدَ إِذَا أَخْطَأَ خَطِيئَةً نُكِتَتْ فِيْ قَلْبِهٖ نُكْتَةٌ سَوْدَاءُ فَإِذَا هُوَ نَزَعَ وَاسْتَغْفَرَ وَتَابَ سُقِلَ قَلْبُهٗ وَإِنْ عَادَ زِيْدَ فِيْهَا حَتّٰى يَعْلُوَ قَلْبَهٗ وَهُوَ الرَّانُ الَّذِيْ ذَكَرَ اللّٰهُ)) ﴿كَلَّا بَلْ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ﴾ [1]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب کوئی بندہ گناہ کرتا ہے تو اس کے دل پر سیاہ نکتہ پڑ جاتا ہے جب وہ توبہ کرتا ہے تو اس کا دل صاف ہوجاتا ہے۔ اگر وہ دوبارہ گناہ کی طرف لوٹے تو یہ نکتہ زیادہ ہوجاتا ہے یہاں تک کہ یہ سیاہی اس کے دل پر غالب آجاتی ہے یہ وہی زنگ ہے جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے سورۂ مطففین میں کیا ہے۔

یہ حدیث صاف بتلا رہی ہے کہ کثرت گناہ کی وجہ سے انسان کے دل پر زنگ لگ جاتا ہے جس وجہ سے وہ کوئی نصیحت کی بات کانوں سے نہیں سنتا اور اس پر کوئی غور وفکر نہیں کرتا یہی وجہ ہے کہ ایسے آدمی کے دل پر کوئی اچھی بات اثر نہیں کرتی جو لوگ دل کے اندھے اور کانوں سے بہرے ہوں ان کی یہی حالت ہوتی ہے۔

[1] جامع ترمذی کتاب التفسیر باب سورۃ المطففین رقم: ٣٣٣٤، سنن ابن ماجہ کتاب الزھد باب ذکر الذنوب رقم: ٤٢٤٤

آیات سے جو مسائل ثابت ہوتے ہیں

۱. اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کی تاریخ بیان کرتے ہوئے ان کے جرائم کو بے نقاب کیا ہے۔
۲. اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کی سرکشی کے باوجود بھی ان پر انعامات کی بارش کی۔
۳. بنی اسرائیل نے اللہ تعالیٰ کے عہد کو توڑا اور کچھ انبیائے کرام کو قتل کیا اور بعض کی تکذیب کی۔
۴. رسول اللہ ﷺ کی اتباع اور اعمال صالحہ کی وجہ سے انسان اللہ تعالیٰ کا محبوب بن جاتا ہے۔
۵. اگر انسان توبہ کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہ معاف کر دیتے ہیں۔
۶. اللہ تعالیٰ اپنے نافرمانوں کو دنیا میں ذلت اور آخرت میں بھی سزا دیں گے۔
۷. حاملینِ دعوتِ اسلام کا احترام کرنا اور ان کی دعوت کو قبول کرنا ہر ایک پر ضروری ہے۔
۸. حاملینِ دعوت کو ایذا دینا اہل اسلام کا شیوہ نہیں۔

﴿لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ ؕ وَقَالَ الْمَسِيْحُ يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبَّكُمْ ؕ اِنَّهٗ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَاْوٰىهُ النَّارُ ؕ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ﴿72﴾ لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ ثَالِثُ ثَلٰثَةٍ ۘ وَمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّآ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ؕ وَاِنْ لَّمْ يَنْتَهُوْا عَمَّا يَقُوْلُوْنَ لَيَمَسَّنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿73﴾ اَفَلَا يَتُوْبُوْنَ اِلَى اللّٰهِ وَيَسْتَغْفِرُوْنَهٗ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿74﴾ مَا الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ؕ وَاُمُّهٗ صِدِّيْقَةٌ ؕ كَانَا يَاْكُلٰنِ الطَّعَامَ ؕ اُنْظُرْ كَيْفَ نُبَيِّنُ لَهُمُ الْاٰيٰتِ ثُمَّ انْظُرْ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ﴿75﴾﴾

وہ لوگ کافر ہوئے جو کہتے ہیں کہ مریم علیہا السلام کا بیٹا مسیح اللہ ہے، حالانکہ مسیح بن مریم علیہ السلام نے خود ہی کہا اے بنی اسرائیل تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو جو میرا اور تمھارا رب ہے بے شک جس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کیا اس پر اللہ تعالیٰ نے جنت حرام کر دی ہے اور اس کا ٹھکانا جہنم ہے اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں ہوگا، البتہ تحقیق وہ لوگ کافر ہوئے

جو کہتے ہیں اللہ تعالیٰ تین میں سے ایک ہیں حالانکہ ایک ہیں حالانکہ ایک اللہ کے سوا (کوئی سچا معبود) نہیں اگر وہ ایسا کہنے سے باز نہیں آئیں گے تو پھر ان لوگوں کو جنھوں نے اہل کتاب سے کفر کیا ہے دردناک عذاب پہنچے گا۔ کیا پس وہ اس قدر ڈرانے سے بھی (دعویٰ تثلیث) سے توبہ نہیں کرتے اور بخشش طلب نہیں کرتے اور اللہ تعالیٰ بخشنے والے مہربان ہیں، حضرت عیسیٰ علیہ السلام فقط ایک رسول ہیں ان سے پہلے کئی رسول گزر چکے ہیں، اور ان کی والدہ سچی (پاکدامن) تھیں، وہ دونوں کھانا کھاتے تھے، آپ ملاحظہ کریں کہ ہم ان کے لیے کیسے آیات بیان کرتے ہیں۔ پھر بھی دیکھیے یہ کیسے پلٹائے جاتے ہیں۔

مشکل الفاظ کے معانی

كَفَرَ: نعمت کی ناشکری، چھپانا، یہاں ایمان کو چھپانا مراد ہے۔

اُعْبُدُوْا: تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو (عبادت) انتہائی خشوع اور انکساری کو کہتے ہیں۔

مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ: جس نے اللہ تعالیٰ کی عبادت میں کسی کو شریک کیا۔

حَرَّمَ: حرام کر دینا، روک دینا۔

اَنْصَارٍ: مدد کرنے والے (ان سے اللہ تعالیٰ کے عذاب کو روکنے والا۔)

لَمْ يَنْتَهُوْا: وہ باز نہ آئے۔

لَيَمَسَّنَّ: البتہ ضرور پہنچے گا۔

خَلَتْ: گزر گئے۔

اُمُّهٗ صِدِّيْقَةٌ: اس کی ماں مریم علیہا السلام اپنے قول اور فعل میں بہت زیادہ سچی تھی۔

يَاْكُلٰنِ: وہ دونوں کھاتے تھے۔

يُؤْفَكُوْنَ: (دلائل کے واضح ہونے کے بعد) وہ حق سے اعراض کرتے ہیں۔

ان آیات کی ماقبل سے مناسبت

پہلی آیات میں اللہ تعالیٰ نے یہود کی بری عادات اور خصائل کا ذکر کیا ان آیات میں عیسائیوں کے عقیدۂ بد کا ذکر فرما کر ادلۂ قاطعہ سے اس کی تردید فرمائی ہے۔

التوضیح

﴿لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ ۭ وَقَالَ الْمَسِيْحُ يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبَّكُمْ ۭ﴾

اللہ تعالیٰ نے یہاں عیسائیوں کے عقیدہ بد اور غلو کا ذکر فرمایا ہے اور اس عقیدہ کے اعتبار سے نصاریٰ تین گروہوں میں تقسیم ہوتے ہیں۔

نصاریٰ کے گروہ

۱۔ وہ نصاریٰ جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا مانتے تھے۔

۲۔ وہ نصاریٰ جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو عین خدا تسلیم کرتے تھے۔

۳۔ وہ نصاریٰ جو تثلیث کے قائل تھے یعنی اب، ابن، روح القدس مل کر خدا ہیں۔

مذکورہ گروہوں کے دلائل

۱۔ وہ نصاریٰ جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ابن اللہ مانتے تھے اس پر وہ یہ دلیل دیتے ان کا کوئی باپ نہیں اور انھوں نے بچپن میں کلام کیا جو بنی آدم کی شان کے لائق نہیں اس سے معلوم ہوا کہ وہ اللہ کا بیٹا ہے۔ [1]

۲۔ نصاریٰ کا وہ گروہ جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو عین اللہ مانتا ہے اس پر وہ یہ دلیل دیتے ہیں کہ وہ مردوں کو زندہ کرتے مادر زاد اندھے کو بینا کرتے اور پھلبہری اور دیگر لاعلاج بیماریوں سے شفا دیتے اور غیب کی خبریں بتلاتے اور مٹی سے پرندہ کی شکل بنا کر اس میں روح پھونکتے تو وہ پرندہ بن جاتا۔ [2]

۳۔ وہ گروہ جو تثلیث کا قائل ہے وہ اس پر یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ جمع کے صیغے استعمال کرتے ہیں چنانچہ فرماتا ہے مثلاً: ہم نے یہ کام کیا، ہم نے یہ حکم دیا، ہم نے پیدا کیا وغیرہ اگر اللہ تعالیٰ اکیلے ہوتے تو یہ فرماتے میں نے یہ کام کیا، میں نے یہ حکم دیا، میں نے پیدا کیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اکیلا نہیں بلکہ تینوں سے ایک ہے اور اس کے ساتھ عیسیٰ علیہ السلام اور مریم علیہا السلام بھی شامل ہیں۔ [3]

---

[1] ماخوذ نور محمدی کی پیدائش صفحہ ۱۷ از: محدث روپڑیؒ۔

[2] تفسیر ابن کثیر ۱/۴۸۱

مذکورہ دلائل کی تردید

ان مذکورہ دلائل کا رد اس واقعہ سے ہوتا ہے جو ایک عالم کو روم کی قید کے دوران پیش آیا اور اس پر اہل روم کوئی جواب نہ دے سکے اس کی قدرے تفصیل کچھ اس طرح ہے۔ اس عالم نے قید کے دوران اہل روم کو سوال کیا تم عیسیٰ علیہ السلام کی کیوں پوجا کرتے ہو؟ اہل روم نے جواباً کہا کہ انکا باپ نہیں، اس لیے ہم ان کو پوجتے ہیں، عالم نے جواب دیا پھر تو آدم علیہ السلام عبادت کے زیادہ لائق ہیں کیونکہ ان کا نہ باپ ہے اور نہ ہی ماں اس پر اہل روم کہنے لگے عیسیٰ علیہ السلام مردوں کو زندہ کرتے تھے عالم نے جواباً عرض کیا اس بنا پر حزقیل نبی عبادت کے زیادہ لائق ہیں کیونکہ اس نے چار ہزار مردے زندہ کیے تھے۔ جبکہ عیسیٰ علیہ السلام نے صرف چار مردے زندہ کیے تھے اس پر اہل روم کہنے لگے کہ عیسیٰ علیہ السلام مادرزاد اندھے اور پھلبہری والے کو شفا دیتے تھے اس پر عالم نے کہا جرجیس عبادت کے زیادہ لائق ہیں کیونکہ انکو مخالفوں نے آگ میں پکا کر راکھ بنا دیا وہ پھر بھی صحیح سلامت کھڑے ہو گئے۔ ❶

نصاریٰ اور موجودہ مسلمان

اس پر پھر نصاریٰ سے کوئی جواب نہ بن پایا اور وہ خاموش اور ناکام ہوئے، حالانکہ نصاریٰ (اہل روم) نے جو دلائل پیش کیے وہ بظاہر بڑے قوی اور زبردست ہیں لیکن اس کے باوجود بھی قرآن نے ان پر کفر کا فتویٰ لگایا ہے کیونکہ انھوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شان میں غلو کیا ہے اور اسی طرح آج امت محمدیہ کے بعض نادان لوگ رسول اللہ ﷺ کو اللہ یا اللہ کا جزء قرار دیتے ہیں جن لوگوں کا خیال ہے کہ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے ذاتی نور سے پیدا ہوئے ہیں گویا کہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ کا جزء قرار دیا ہے اور نصاریٰ کے اس گروہ کی اتباع کی ہے جنھوں نے عیسیٰ علیہ السلام کو ابن اللہ قرار دیا ہے۔

اور جو یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ جو عرش پر مستوی تھا وہ مدینہ میں مصطفیٰ بن کر اتر آیا وہ نصاریٰ کے اس گروہ جیسے ہیں جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو عین اللہ تسلیم کرتے ہیں اس لیے انبیاء کرام کی شان میں غلو نہیں کرنا چاہیے کیونکہ ایسا کرنا یہود و نصاریٰ کا شیوہ ہے، بلکہ ایک حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے اس طرف بھی اشارہ فرما کر امت کو متنبہ کیا ہے کہ ایک وقت ایسا آئے گا کہ میری امت کے اعمال و عقائد یہود و نصاریٰ جیسے ہوں گے۔

❶ تفسیر خازن ۲۵۷/۱، فتح البیان ۵٤/۲ زیر آیت "ان مثل عیسیٰ عند اللہ کمثل ادم"

عَنْ أَبِیْ سَعِیْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ((لَتَتَّبِعُنَّ سُنَنَ مَنْ قَبْلَكُمْ شِبْرًا بِشِبْرٍ وَذِرَاعًا بِذِرَاعٍ حَتّٰی لَوْ دَخَلُوْا جُحْرَ ضَبٍّ تَبِعْتُمُوْهُمْ)) قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ الْيَهُوْدُ وَالنَّصَارٰی قَالَ ((فَمَنْ؟)) [1]

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ تم پہلے لوگوں کے راستوں پر چلو گے، جیسے بالشت بالشت کے برابر ہوتی ہے اور ہاتھ ہاتھ کے برابر ہوتا ہے یہاں تک کہ اگر کوئی ان میں سے سانڈے کے سوراخ میں داخل ہوا ہے تو تم بھی داخل ہو جاؤ گے۔ کہا گیا یا رسول اللہ ﷺ کیا یہود و نصاریٰ مراد ہیں؟ فرمایا: ''اور کون؟''

گویا کہ اس حدیث میں امت مسلمہ کو یہود و نصاریٰ کے برے اعمال اور عقائد سے بچنے کی تنبیہ کی گئی ہے۔

اس لیے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں جن لوگوں نے عیسیٰ بن مریم کے اللہ ہونے کا دعویٰ کیا وہ کافر ہو گئے، حالانکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا ہے تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو جو میرا بھی رب ہے اور تمھارا بھی رب ہے۔

﴿اِنَّهٗ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَاْوٰىهُ النَّارُ﴾

نصاریٰ کے تینوں فرقوں کے عقائد شرک پر مبنی تھے ان کو اللہ تعالیٰ بیان فرما کر امت مسلمہ کو خبردار فرما رہے ہیں تم بھی ایسے مشرکانہ عقائد سے باز رہنا کیونکہ جس نے بھی اللہ تعالیٰ کا شریک کسی بت یا فرشتہ یا کسی ستارے یا کسی آدمی کو بنالیا وہ مشرک ہے اور اس پر اللہ تعالیٰ نے جنت کو حرام کر دیا ہے اور ایسے لوگ ظالم ہیں اور یہ دوزخ میں جائیں گے اور ایسے ظالموں کو کوئی بھی اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نہیں بچا سکے گا۔

﴿لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْۤا اِنَّ اللّٰهَ ثَالِثُ ثَلٰثَةٍ ۘ وَ مَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّاۤ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ﴾

اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے نصاریٰ کے تیسرے گروہ کا جو تثلیث کا قائل ہے کا ذکر کر کے ان کے باطل عقیدے کی تردید کی ہے، کیونکہ یہ لوگ حضرت مریم علیہا السلام کی تصویریں اپنے عبادت خانوں میں رکھتے اور ان کو سجدہ کرتے ان لوگوں کے نام کی ایک نماز بھی ٹھہرائی اور اسے پڑھتے، اللہ تعالیٰ نے انکو مختلف طریقوں سے قائل کیا ہے۔ مثلاً:

1 ان لوگوں کا اعتقاد تھا کہ ابراہیم علیہ السلام کو جو توحید اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملی وہی توحید موروثی طور پر عیسیٰ بن مریم تک آئی اس اعتقاد کی بنا پر یہ لوگ خود کو ملت ابراہیمی کا پابند تصور کرتے تو پھر عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تسلیم کرنے کی صورت میں توحید ابراہیمی ان کے پاس کس طرح رہ سکتی ہے؟ ﴿وَمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّا اِلٰهٌ وَّاحِدٌ﴾ سے اسی مفہوم کو ادا کیا گیا ہے۔

[1] صحیح بخاری کتاب احادیث الانبیاء باب ما ذکر عن بنی اسرائیل رقم: ٣٤٥٦، ٧٣٢٠۔

۲: جب عیسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے وحدہ لاشریک ہونے اور اپنے رسول ہونے کا صاف اعلان فرمایا اور ہدایت کی۔ پھر انھوں نے عیسیٰ علیہ السلام کی ہدایت کے خلاف یہ شرکیہ باتیں کہاں سے لیں کیا ان کو عیسیٰ علیہ السلام کا یہ فرمان یاد نہیں؟ کہ مشرک پر جنت حرام اور اس کا ٹھکانا جہنم ہے۔ ❶

اس آیت مبارکہ کے آخر میں اللہ تعالیٰ ان کو ڈانٹ رہے ہیں کہ اگر وہ اس تثلیث کے دعوی کو ترک نہ کریں اور اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھنے سے باز نہ آئیں اور توحید کی طرف نہ لوٹیں پھر اللہ تعالیٰ ان کو اس کفر کی بنا پر آخرت میں سخت عذاب سے دو چار کریں گے۔

﴿ اَفَلَا يَتُوْبُوْنَ اِلَى اللّٰهِ وَيَسْتَغْفِرُوْنَهٗ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴾

یہاں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے حقیقت میں عبادت کے لائق صرف وہی (اللہ تعالیٰ) ہے اگر یہ لوگ اپنے اس کفریہ عقیدے (عیسیٰ بن مریم کی الوہیت) سے باز نہ آئے تو یقیناً وہ المناک عذاب میں مبتلا ہوں گے، اگر وہ ان باطل عقائد کو ترک کر کے اللہ تعالیٰ کے سامنے جھک جائیں اور اپنے عقیدۂ تثلیث کو ترک کر دیں اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگ لیں تو اللہ تعالیٰ ان پر اپنا فضل کرتے ہوئے اپنے دامن رحمت میں لے لیں گے اور ان کی تمام لغزشوں کو معاف فرمائیں گے۔

﴿مَا الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ۭ وَ اُمُّهٗ صِدِّيْقَةٌ ۭ كَانَا يَاْكُلٰنِ الطَّعَامَ﴾

حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بندے اور اس کے رسول ہیں ان جیسے رسول ان سے پہلے بھی ہوئے ہیں جس طرح پہلے رسول اور انبیائے کرام الٰہ نہیں، بلکہ وہ صرف اللہ تعالیٰ کے پیامبر تھے، اسی طرح عیسیٰ علیہ السلام بھی الٰہ نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے پیغام رساں بن کر تشریف لائے ہیں اور انھوں نے بھی دوسرے رسولوں کی طرح شرک کی تردید اور لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی توحید کا پیغام دیا ہے اور ان کی والدہ ماجدہ صدیقہ تھیں، یعنی مومنہ۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت کی تصدیق کرنے والی تھیں کیونکہ یہ مقام وصف ہے آپ کے اوصاف سے جو بہترین وصف تھا اس کا ذکر کیا گیا ہے یہ الفاظ حضرت مریم علیہا السلام کی نبوت کی واضح نفی پر دلالت کرتے ہیں اگر وہ نبیہ ہوتیں تو اس مقام پر اس وصف نبوت کا بیان نہایت ضروری تھا۔

---

❶ تفسیر احسن التفاسیر ۲ / ۷۳

نکتہ

یہاں اللہ تعالیٰ نے لفظ ما استعمال کیا ہے جو کہ ہر مخلوق کے حادث ہونے پر دلالت کرتا ہے اور جو حادث ہو اس کو الٰہ نہیں بنایا جا سکتا۔

امام ابن حزم رحمہ اللہ کا خیال

امام ابن حزم رحمہ اللہ کا خیال ہے کہ ام اسحاق علیہما السلام اور ام موسیٰ علیہما السلام اور ام عیسیٰ علیہما السلام نبیہ تھیں اور وہ ان کی نبوت پر دلیل یہ دیتے ہیں کہ فرشتوں نے ام اسحاق علیہما السلام (سارہ) اور ام عیسیٰ علیہما السلام (مریم) کے ساتھ کلام کی اور ام موسیٰ علیہما السلام کی نسبت اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

﴿وَاَوْحَيْنَا اِلٰٓى اُمِّ مُوْسٰٓى﴾ ❶

ہم نے موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کی طرف وحی کی کہ آپ موسیٰ علیہ السلام کو دودھ پلائیں۔

مذہب جمہور

جمہور علما کا مذہب اس کے خلاف ہے وہ کہتے ہیں کہ نبوت صرف مردوں میں ہی رہی ہے۔

جیسے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَمَآ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ﴾ ❷

آپ سے قبل ہم نے صرف مردوں کو ہی رسالت عطا فرمائی بلکہ شیخ ابوالحسن اشعری رحمہ اللہ نے اس پر اجماع نقل کیا ہے۔

بشریت کی دلیل

﴿كَانَا يَاْكُلٰنِ الطَّعَامَ:﴾ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ کھانے پینے کے محتاج تھے اور ان کا کھانے کا محتاج ہونا یہ ان کی بشریت پر اور حادث ہونے پر دلیل قاطع ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ طعام کا محتاج نہیں وہ ”حَیٌّ وَّقَیُّوْمٌ“ ہے اور ظاہر بات ہے کہ جو چیز پیٹ کے اندر جائے گی اس کا خارج ہونا بھی اظهر من الشمس ہے اور یہ ایک ایسی چیز ہے جس کا انکار کوئی انسان نہیں کر سکتا۔

---

❶ سورۃ القصص آیت :۷ ـ ❷ سورۃ الانبیاء آیت :۷

اس سے ثابت ہوا کہ جو محتاج ہو وہ الٰہ نہیں ہوتا جو الٰہ ہو وہ محتاج نہیں ہوتا، لہٰذا یہ دونوں ماں بیٹا کھانے کے محتاج تھے اور یہ الٰہ کس طرح ہو سکتے ہیں؟

﴿اُنْظُرْ كَيْفَ نُبَيِّنُ لَهُمُ الْاٰيٰتِ ثُمَّ انْظُرْ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ﴾

یہاں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ عقل مندوں کو غور و خوض کرنا چاہیے کہ ہم نے نصاریٰ کے سامنے اپنے واضح اور قاطع دلائل کس طرح بیان کرتے ہوئے ان کے جھوٹے دعویٰ کا بطلان کیا ہے، پھر اتنی وضاحت کے بعد بھی ان کا قول حق تسلیم نہ کرنا اور ادھر ادھر بھاگتے پھرنا اور اپنے دعوی پر قائم رہنا یہ ان کی بدقسمتی اور ہٹ دھرمی ہی کا نتیجہ ہو سکتا ہے۔

آیات سے جو مسائل اخذ ہوتے ہیں

۱. یہاں اللہ تعالیٰ نے عقیدۂ تثلیث کا بطلان اور توحید کا اثبات کیا ہے۔

۲. اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ اور مریم علیہما السلام کو الوہیت کے دعویٰ سے بری قرار دیا ہے۔

۳. اگر نصاریٰ اپنے ان باطل عقائد سے توبہ کر لیں تو ان کے لیے توبہ کا دروازہ کھلا ہوا ہے۔

۴. عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ ماجدہ بشر تھیں کیونکہ وہ دونوں کھانا کھاتے تھے۔

۵. جو کھانا کھائے وہ محتاج ہوتا ہے محتاج کو الٰہ ماننا یہ انسانی عقل سے بھی بعید ہے۔

۶. اگر مشرک بغیر توبہ کے مر جائے تو اس پر جنت حرام ہے۔

۞۞۞

﴿قُلْ اَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا ؕ وَ اللّٰهُ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿٧٦﴾ قُلْ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ غَيْرَ الْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعُوْۤا اَهْوَآءَ قَوْمٍ قَدْ ضَلُّوْا مِنْ قَبْلُ وَاَضَلُّوْا كَثِيْرًا وَّضَلُّوْا عَنْ سَوَآءِ السَّبِيْلِ ﴿٧٧﴾﴾

(اے میرے نبی ﷺ!) آپ فرما دیں کیا تم اللہ تعالیٰ کے سوا اس کی عبادت کرتے ہو جو تمھارے نفع اور نقصان کا مالک نہیں؟ اور اللہ تعالیٰ سننے والے علم رکھنے والے ہیں، آپ فرما دیں اے اہل کتاب! تم ناحق اپنے دین میں مبالغہ مت کرو اور تم ایک قوم کی خواہشات کی اتباع نہ کرو تحقیق یہ (لوگ) پہلے خود گمراہ ہوئے اور انھوں نے بہت زیادہ لوگوں کو گمراہ کیا اور وہ سیدھے راستے سے گمراہ ہوئے۔

مشکل الفاظ کے معانی

أَتَعْبُدُوْنَ: کیا تم عبادت کرتے ہو؟ (ہمزہ استفہام انکار کے لیے ہے۔)

مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ: اللہ تعالیٰ کے سوا۔

السَّمِيْعُ: سننے والا، اللہ تمہاری باتوں کو سننے والے ہیں۔

الْعَلِيْمُ: جاننے والا، اللہ تمھارے احوال کو جاننے والے ہیں۔

لَا تَغْلُوْا: تم حد سے تجاوز نہ کرو (کسی ولی کو نبوت کے مقام پر اور نبی کو الوہیت کے مقام پر فائز کرنا غلو کہلاتا ہے۔)

أَهْوَاءَ: یہ ھوی کی جمع ہے (خواہشات۔)

وَأَضَلُّوْا كَثِيْرًا: انھوں نے اپنی باطل خواہشات سے بہت زیادہ لوگوں کو گمراہ کیا۔

سَوَاءِ السَّبِيْلِ: سیدھا راستہ (اسلام۔)

التوضیح

﴿قُلْ أَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا ۚ وَاللّٰهُ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ﴾

نصاریٰ میں بعض عیسیٰ علیہ السلام کو خدا مانتے اور بعض اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہراتے ہیں، ان کو سمجھانے کے لیے اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے فرمایا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان لوگوں کو فرما دیں کہ جن کو تم اللہ تعالیٰ کے سوا اپنا معبود ٹھہراتے ہو وہ تم کو کوئی فائدہ اور نقصان نہیں پہنچا سکتے اور ان میں ہر کسی کی التجا سننے کی طاقت نہیں یہ صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے جو ہر ایک کی التجا سننے اور اس کو پورا کرنے پر قدرت رکھتی ہے۔ اس لیے تمھیں صرف ایک اللہ کو پکارنا اور اس کی ہی عبادت کرنی چاہیے جو تمھاری سن نہیں سکتے تمھیں نفع اور نقصان نہیں پہنچا سکتے ان کو پکارنا اور ان کی عبادت کرنا یہ کوئی عقل مندی نہیں۔

﴿قُلْ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ غَيْرَ الْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعُوْۤا اَهْوَآءَ قَوْمٍ قَدْ ضَلُّوْا مِنْ قَبْلُ وَاَضَلُّوْا كَثِيْرًا وَّضَلُّوْا عَنْ سَوَآءِ السَّبِيْلِ﴾

اللہ تعالیٰ اپنے رسول ﷺ کو حکم فرما رہے ہیں آپ اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) کو کہہ دیں حق کی اتباع میں تم حد سے تجاوز نہ کرو اور تم حضرت عزیر علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعظیم میں غلو مت کرو کیونکہ یہود نے حضرت عزیر علیہ السلام کی شان میں غلو کرتے ہوئے ان کو ابن اللہ کہہ دیا اور عیسیٰ علیہ السلام کی شان میں انھوں نے تقصیر یہاں تک کی کہ ان کو اللہ تعالیٰ کا رسول بھی نہیں مانتے تھے اور انھوں نے مریم علیہا السلام پر تہمت سے بھی گریز نہ کیا اسی طرح نصاریٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کی شان اتنی بڑھائی کہ ان کو نبوت کے مقام سے نکال کر الوہیت کے مقام پر لے گئے اسی غلو نے ہی ان کو کفریہ خیالات تک پہنچایا اور رومی حکمرانوں کی وثنیت نے ان افکار میں بت پرستی کا رنگ داخل کیا، حالانکہ یہ سب اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ پیغمبر تھے۔ ان کو اللہ تعالیٰ نے مختلف درجات عطا کیے ہیں کسی کو لائق نہیں کہ وہ ان کی شان اپنی مرضی سے بڑھائے یا گھٹائے۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((لَا تُفَضِّلُوْا بَيْنَ اَنْبِيَاءِ اللّٰهِ.)) [1]

کہ تم (اپنی رائے و مرضی اور تعجب) سے انبیائے کرام کے درمیان فضیلت مت دو۔

کیونکہ قرآن مجید کی دعوت آخری دعوت ہے، اس لیے انسان کو اپنی خواہشات ترک کر کے دین اسلام کی راہ پر چلنا چاہیے اور یہی کامیابی اور کامرانی کا راستہ ہے۔

آیات سے جو مسائل ثابت ہوتے ہیں

1. اسلام نے عقیدہ کی تصحیح کے لیے بڑی جدوجہد کی ہے تاکہ عقیدۂ توحید میں وثنیت اور شرک کا کوئی شائبہ نہ رہے اور اس بات کو واضح کیا ہے۔
2. قرآن کریم نے یہ وضاحت کی ہے کہ مسیح کی الوہیت اور تثلیث کے قائل کافر ہیں کسی مسلمان کو لائق نہیں کہ وہ ان کو اللہ تعالیٰ کے دین پر تصور کرے۔
3. مسلمانوں اور اہل کتاب کے درمیان ولاء اور نصرت کا تعلق قائم نہیں ہو سکتا کیونکہ مسلمان اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر یقین رکھتا ہے، اس کا یہ عقیدہ ہوتا ہے کہ اسلام جس صورت میں آپ ﷺ لے کر آئے ہیں وہی دین ہے۔
4. اسلام کے نقطۂ نظر سے انسانی زندگی کا ہر پہلو عقیدہ پر استوار ہوتا ہے عقیدہ اور غیر عقیدہ کسی اساس پر باہم نہیں مل سکتے۔

[1] صحیح بخاری کتاب احادیث الانبیاء باب قول اللہ عز و جل "وان یونس لمن المرسلین" رقم: ٣٤١٤.

۵۔ عقیدۂ توحید سے کفر و سرکشی اور اجتماعی بے راہ روی سے معاشرے کے ضمیر مردہ ہو جاتے ہیں کہ کوئی مصلح نہیں رہتا جس کا نتیجہ عذاب الٰہی ہوتا ہے۔

۞۞۞

﴿لُعِنَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْۢ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ عَلٰی لِسَانِ دَاوٗدَ وَ عِیْسَی ابْنِ مَرْیَمَ ؕ ذٰلِکَ بِمَا عَصَوْا وَّ کَانُوْا یَعْتَدُوْنَ ﴿۷۸﴾ کَانُوْا لَا یَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُّنْکَرٍ فَعَلُوْهُ ؕ لَبِئْسَ مَا کَانُوْا یَفْعَلُوْنَ ﴿۷۹﴾ تَرٰی کَثِیْرًا مِّنْهُمْ یَتَوَلَّوْنَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا ؕ لَبِئْسَ مَا قَدَّمَتْ لَهُمْ اَنْفُسُهُمْ اَنْ سَخِطَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ وَ فِی الْعَذَابِ هُمْ خٰلِدُوْنَ ﴿۸۰﴾ وَ لَوْ کَانُوْا یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ النَّبِیِّ وَ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْهِ مَا اتَّخَذُوْهُمْ اَوْلِیَآءَ وَ لٰکِنَّ کَثِیْرًا مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ﴿۸۱﴾﴾

بنی اسرائیل کے کفار پر داؤد علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام کی زبان پر لعنت کی گئی (یہ لعنت اس لیے ہوئی) کہ وہ نافرمان اور حد سے تجاوز کرتے تھے وہ برائی سے منع نہیں کرتے تھے نہایت برا ہے جو وہ کرتے ہیں۔ (اے نبی ﷺ!) آپ ان کفار میں سے بہت زیادہ کو دیکھیں گے کہ وہ کفار سے دوستی کرتے ہیں، البتہ وہ چیز بہت بری ہے جو انہوں نے اپنے آگے بھیجی ہے ان پر اللہ تعالیٰ کی ناراضگی ہے اور وہ ہمیشہ عذاب میں رہیں گے۔ اگر وہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ اور قرآن مجید پر ایمان لاتے تو وہ ان کفار کو دوست نہ بناتے لیکن ان کی اکثریت نافرمان ہے۔

مشکل الفاظ کے معانی

لُعِنَ: لعنت کئے گئے (لعنت اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور ہونا۔)

عَلٰی لِسَانِ دَاوٗدَ وَ عِیْسَی ابْنِ مَرْیَمَ: داؤد اور عیسیٰ علیہما السلام کی زبان پر (اصحاب ایلہ پر داود علیہ السلام نے بدعا کی وہ بندر بن گئے اور اصحاب المائدہ پر عیسیٰ علیہ السلام نے بدعا کی وہ خنزیر بن گئے۔)

بِمَا عَصَوْا وَّ کَانُوْا یَعْتَدُوْنَ: اپنے رسولوں کی نافرمانی اور دین میں زیادتی کرنے کی وجہ سے۔

لَا یَتَنَاهَوْنَ: ایک دوسرے کو برائی سے نہیں روکتے تھے۔

لَبِئْسَ: یہاں لام قسم مذمت کی تاکید کے لیے آیا ہے (بئس) یہ فعل ذم ہے یعنی برا۔

مَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ: جو وہ اعمال کرتے تھے، یعنی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو چھوڑ دینا برا ہے۔

يَتَوَلَّوْنَ: وہ محبت کرتے ہیں یا تعاون کرتے ہیں۔

وَلَوْ كَانُوْا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالنَّبِيِّ: اگر وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے نبی کے ساتھ ایمان لانے میں سچے ہوتے۔

مَا اتَّخَذُوْهُمْ اَوْلِيَآءَ: وہ ان (مشرکین اور منافقین) کو دوست نہ بناتے۔

بنی اسرائیل پر لعنت کا سبب

﴿لُعِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ عَلٰى لِسَانِ دَاوٗدَ وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ ؕ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ﴿78﴾ كَانُوْا لَا يَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُّنْكَرٍ فَعَلُوْهُ ؕ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ﴾

اہل کتاب کی سرکشی اور کفر کی بنا پر اور ان کی اجتماعی زندگی کی بے راہ روی کی وجہ سے معاشرے کا ضمیر اس قدر مردہ ہو گیا ان میں کوئی برائی سے منع کرنے والا نہ رہا اہل کتاب کے انبیاء نے اور خاص کر عیسیٰ علیہ السلام اور داود علیہ السلام نے ان پر لعنت کی جس وقت انہوں نے معصیت اور نافرمانی کو اپنا شعار بنا لیا تھا اللہ تعالیٰ کے پختہ وعدوں کو توڑ ڈالا اور کتاب اللہ میں تحریف کے مرتکب ہوئے اسی طرح اعتقادی اور عملی معصیتوں کا ارتکاب کرتے ہوئے گناہوں کی لذت اس قدر زیادہ ہو گئی کہ پورا معاشرہ ہی گناہوں میں مبتلا ہو گیا اور ان میں کوئی برائی سے روکنے والا نہ رہا اس پر رسولوں نے ان پر لعنت کی اور اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں اختلاف ڈال دیا۔

عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((اِنَّ أَوَّلَ مَادَخَلَ النَّقْصُ عَلٰى بَنِيْ إِسْرَائِيْلَ كَانَ الرَّجُلُ يَلْقِيْ الرَّجُلَ فَيَقُوْلُ يَا هٰذَا اِتَّقِ اللّٰهَ وَدَعْ مَا تَصْنَعُ فَإِنَّهُ لَا يَحِلُّ لَكَ ثُمَّ يَلْقَاهُ مِنَ الْغَدِ فَلَا يَمْنَعُهُ ذٰلِكَ أَنْ يَكُوْنَ أَكِيْلَهُ وَشَرِيْبَهُ وَقَعِيْدَهُ فَلَمَّا فَعَلُوْهُ ذٰلِكَ ضَرَبَ اللّٰهُ قُلُوْبَ بَعْضِهِمْ بِبَعْضٍ ثُمَّ قَالَ﴿لُعِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ عَلٰى لِسَانِ

دَاوٗدَ وَعِیْسَی ابْنِ مَرْیَمَ ﴾إِلٰی قَوْلِهٖ ﴿فَاسِقُوْنَ﴾ ثُمَّ قَالَ كَلَّا وَاللّٰهِ لَتَاْمُرُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ وَلَتَنْهَوُنَّ عَنِ الْمُنْكَرِ وَلَتَاْخُذُنَّ عَلٰی یَدِی الظَّالِمِ وَلَتَاْطِرُنَّهٗ عَلَی الْحَقِّ أَطْرًا وَ لَتَقْصُرُنَّهٗ عَلَی الْحَقِّ قَصْرًا .)) ❶

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”بنی اسرائیل میں سب سے پہلے نقص اور بگاڑ اس طرح پیدا ہوا ایک شخص ان کو اللہ تعالیٰ سے ڈراتا اور برائیوں سے منع کرتا، پھر اگلے روز ان کے ساتھ بیٹھ کر کھاتا پیتا، جب ان کی یہ حالت ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دل باہم اثر پذیر کر دیے اور داود علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام کی زبان سے ان پر لعنت ہوئی پھر آپ ﷺ نے یہ آیت ”لُعِنَ الَّذِیْنَ“ سے ”فَاسِقُوْنَ“ تک تلاوت فرمائی پھر فرمایا اللہ تعالیٰ کی قسم تم ضرور نیکیوں کا حکم اور برائیوں سے روکو گے اور تم ضرور ظالم کا ہاتھ پکڑو گے اور حق پر مضبوطی سے جمے رہو گے۔“

اس سے معلوم ہوا کوئی معاشرہ شر اور برائی سے خالی نہیں ہوتا اور ایسے لوگ جو فساد کی روش پر چلتے ہیں ہر معاشرے میں موجود ہوتے ہیں لیکن صالح معاشرہ شر اور منکر کو ایک معروف رواج کی حیثیت اختیار نہیں کرنے دیتا۔

اسلامی معاشرہ

اسلامی معاشرہ حق کے معاملہ میں بڑا احساس اور مضبوط ہوتا ہے اور دین اسلام پر قائم افراد اس بات کے امین ہوتے ہیں کہ وہ فساد اور برائی کے سامنے دیوار بن کر حائل ہو جائیں اور حق بیان کرتے وقت وہ کسی سے نہیں ڈرتے اور وہ کسی کی ملامت کی بھی پرواہ نہیں کرتے اور وہ ہر شر اور برائی کا مقابلہ کرتے ہیں وہ برائی حکمرانوں کی طرف سے ہو یا عام لوگوں کی طرف سے کیونکہ اسلام نظام عدل کا نام ہے اس میں سب برابر ہیں اور اس اسلامی معاشرہ میں کوئی فرد برائی کو دیکھ کر یہ نہیں کہتا کہ مجھے کیا اور اس میں میرا کیا نقصان؟ بلکہ اس معاشرہ میں ہر فرد اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے احکام میں غیرت وحمیت کا شدید جذبہ رکھتا ہے۔

❶ سنن ابی داود کتاب الملاحم رقم: ٤٣٣٦ ،سنن ترمذی ابواب التفسیر تفسیر سورة المائده رقم ٣٠٤٧، ٣٠٤٨
(اس کی سند میں انقطاع ہے ابوعبیدہ نے عبداللہ بن مسعود سے کچھ نہیں سنا۔ اس لیے یہ روایت ضعیف ہے)

دعا کی عدم قبولیت

جب معاشرہ میں ہر طرف فساد و بگاڑ اور پوری طرح جاہلیت مسلط ہو چکی ہو، معاشرہ کا ہر پہلو اللہ تعالیٰ کی بغاوت پر قائم ہو اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو ترک کر دیا جائے تو اس وقت پھر اللہ تعالیٰ کسی کی دعا بھی قبول نہیں فرماتے۔

((عَنْ حُذَيْفَةَ بْنِ الْيَمَانِ ﷺ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَتَأْمُرُنَّ بِالْمَعْرُوفِ وَلَتَنْهَوُنَّ عَنِ الْمُنْكَرِ أَوْ لَيُوشِكَنَّ اللَّهُ أَنْ يَبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَاباً مِّنْهُ فَتَدْعُونَهُ فَلَا يَسْتَجِيبُ لَكُمْ.)) ❶

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مجھے اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے تم ضرور اچھی بات کا حکم دو گے اور بُری بات سے روکو گے بصورت دیگر اللہ تعالیٰ تم پر عذاب نازل فرمائیں گے تم لوگ دعا کرو گے اللہ تعالیٰ تمھاری دعا قبول نہیں فرمائیں گے۔

امر بالمعروف و نہی عن المنکر کو ترک کرنا

اسی مضمون کی ایک روایت ان الفاظ کے ساتھ مروی ہے۔

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضي الله عنه قَالَ قِيلَ يَارَسُولَ اللَّهِ ﷺ مَتَى نَتْرُكُ الأَمْرَ بِالْمَعْرُوفِ وَالنَّهْيَ عَنِ الْمُنْكَرِ؟ قَالَ: ((إِذَا ظَهَرَ فِيكُمْ مَا ظَهَرَ فِي الأُمَمِ قَبْلَنَا قَالَ الْمُلْكُ فِي صِغَارِكُمْ وَالْفَاحِشَةُ فِي كِبَارِكُمْ وَالْعِلْمُ فِي رُذَالَتِكُمْ.)) ❷

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا گیا کہ ہم امر بالمعروف و نہی عن المنکر کو کب ترک کریں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "جو چیز پہلی امتوں میں ظاہر ہوئی جب وہی چیز (عادت) تم میں رواج پکڑ لے گی (حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں) ہم نے آپ ﷺ سے سوال کیا وہ کیا چیز ہے جو ہم سے پہلے رواج پا گئی؟ آپ ﷺ نے فرمایا جب تم میں چھوٹی عمر کے لوگ صاحب حکومت اور بڑی عمر کے لوگ بدکار اور علماء اللہ تعالیٰ کے نافرمان ہوں گے اس وقت وعظ و نصیحت کا رواج ختم ہو جائے گا۔"

---

❶ جامع ترمذی ابواب الفتن باب ما جاء فی الامر بالمعروف......... رقم: ۲۱۶۹

❷ سنن ابن ماجه کتاب الفتن باب ﴿یایها الذین علیکم انفسکم﴾ رقم: ۴۰۱۵

(اس کی سند میں ایک راوی مکحول ہے جو مدلس ہے اس کے سماع کی صراحت نہیں لہٰذا یہ روایت ضعیف ہے)

﴿تَرٰى كَثِيْرًا مِّنْهُمْ يَتَوَلَّوْنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ لَبِئْسَ مَا قَدَّمَتْ لَهُمْ اَنْفُسُهُمْ اَنْ سَخِطَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَفِي الْعَذَابِ هُمْ خٰلِدُوْنَ﴾

اللہ تعالیٰ نے اس وقت کے اہل کتاب کی تصویر کشی کی ہے۔ کہ آپ ﷺ بہت زیادہ یہود کو مشرکین مکہ کے ساتھ دوستی کرتے ہوئے دیکھیں گے اور یہ ان کو آپ ﷺ کے خلاف جنگ کرنے پر آمادہ کرتے ہیں اور جس طرح کعب بن اشرف اور حیی بن اخطب اور ان کے رفقاء مکہ میں گئے اور مشرکین مکہ کو آپ ﷺ کے خلاف جنگ پر اکسایا اور مشرکین مکہ اور ان کی بت پرستی کی تعریف کی ان کا ایسے افعال کا مرتکب ہونا یہ بہت برا اور اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا سبب ہے اسی بنا پر اللہ تعالیٰ نے ان کو جہنم کے دہکتے ہوئے عذاب کی نوید سنائی ہے۔

﴿وَلَوْ كَانُوْا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالنَّبِيِّ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مَا اتَّخَذُوْهُمْ اَوْلِيَآءَ وَلٰكِنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ﴾

اگر وہ اللہ تعالیٰ، اس کے نبی ﷺ اور اس قرآن کے ساتھ ایمان لے آتے اور کفار کو اپنا دوست نہ بناتے تو یہ چیز ان کے لیے دنیا اور آخرت میں بہتر تھی لیکن انہوں نے کفار کو دوست بنایا۔

کفار کے ساتھ دوستی کی وجوہ

۱. اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ پر ایمان نہ لانا۔
۲. ان کے عمل اور کفار کے عمل میں ارتباط اور ہم آہنگی۔
۳. ان کی اکثریت کا نافرمان ہونا۔
۴. مومنوں کی بجائے کفار کی طرف مائل ہونا۔

اس سے مندرجہ ذیل حقائق سامنے آتے ہیں

۱. اہل کتاب حقیقت میں اللہ تعالیٰ پر بھی ایمان نہیں لائے اگر ان کا اللہ تعالیٰ پر ایمان ہوتا تو وہ کافروں کو دوست نہ بناتے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی الوہیت کے متعلق ان کے عقیدہ میں جو انحرافات پائے جاتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کو نا ماننے والوں کے مساوی ہیں۔

۲۔ تمام اہل کتاب کو دین اسلام قبول کرنے کی دعوت دی گئی ہے جو ایمان لائے وہ مومن اور اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ دین پر قائم ہیں۔

۳۔ کسی بھی معاملہ میں مسلمانوں اور اہل کتاب میں ولاء اور باہمی نصرت کا تعلق استوار نہیں ہو سکتا کیونکہ مسلمانوں کی زندگی کا ہر پہلو اسلام کے تابع ہے۔

تنبیہ

اسلام نے غیر مسلموں اور اہل کتاب کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیا ہے اور ان کی جان و مال اور عزت کا تحفظ کیا ہے اور مذہبی آزادی بھی دی ہے اور حکم دیا ہے کہ جس وقت وہ اپنے عہد و پیماں کو پورا کریں اور ان سے ان کے وعدوں کا ایفا کیا جائے انہیں اسلام کے کسی معاملہ میں مجبور نہیں کیا جائے گا۔

۞۞۞

﴿لَتَجِدَنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الْيَهُوْدَ وَالَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا ۚ وَلَتَجِدَنَّ اَقْرَبَهُمْ مَّوَدَّةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّا نَصٰرٰى ۭ ذٰلِكَ بِاَنَّ مِنْهُمْ قِسِّيْسِيْنَ وَرُهْبَانًا وَّاَنَّهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿۸۲﴾﴾

(اے پیارے رسول ﷺ!) آپ مسلمانوں کا سب سے بدترین دشمن یہود اور مشرکین کو پائیں گے اور دوستی میں مسلمانوں کے قریب نصاریٰ کو پائیں گے اس کی وجہ یہ ہے نصاریٰ میں علماء اور مشائخ ہیں وہ غرور (تکبر) نہیں کرتے۔

مشکل الفاظ کے معانی

عَدَاوَةً: دشمنی یہ محبت کی ضد ہے (لفظ عداوت) ایسے قلبی تعلق پر بولا جاتا ہے جو انسان کو اس ذات کی دشمنی اور بدخواہی پر آمادہ کرلے جس کے ساتھ یہ تعلق وابستہ ہے۔

مَوَدَّةً: محبت لفظ ایسے قلبی تعلق پر بولا جاتا ہے جو انسان کو اس ذات کے قریب کر دے جس سے یہ تعلق وابستہ ہو اور اس کے ساتھ بھلائی کرنے اور شر کو دور کرنے پر آمادہ کرے۔

قِسِّيْسِيْنَ: یہ قسیس کی جمع ہے یہ لفظ نصاریٰ کے دینی رہنما پر بولا جاتا ہے۔

رُهْبَانًا: یہ راہب کی جمع ہے یہ نصاریٰ کے اس شخص پر بولا جاتا ہے جو اپنے معبد خانہ میں دنیا سے الگ ہوکر عبادت کرے۔

اس آیت مبارکہ کی ماقبل سے مناسبت

اللہ تعالیٰ نے پہلے یہود اور نصاریٰ کی بری صفات اور عقیدہ بد کا ذکر فرمایا یہاں مسلمانوں کے ساتھ ان کی دشمنی اور عداوت کو ذکر فرما کر اس امر کی تنبیہ کی ہے کہ یہود مسلمانوں کے سب سے بڑے دشمن ہیں۔ اسی لیے ان کو مسلمانوں کے ساتھ عداوت رکھنے میں مشرکین کے ساتھی فرمایا اور ان کے مقابلہ میں نصاریٰ مسلمانوں کی مخالفت اور دشمنی میں کچھ نرمی کا پہلو رکھتے ہیں۔

ابن مردویہ نے روایت کی ہے:

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ ﷺ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ مَاخَلَا یَهُوْدِیٌّ بِمُسْلِمٍ قَطُّ اِلَّا هَمَّ بِقَتْلِهٖ ❶

حضرت ابو ہریرہ ﷺ فرماتے ہیں یہود جب بھی کسی مسلمان کے ساتھ علیحدہ ہوتا ہے تو مسلمان کو قتل کرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔

التوضیح

﴿ لَتَجِدَنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوا الْیَهُوْدَ وَالَّذِیْنَ اَشْرَكُوْا ﴾

اللہ تعالیٰ تاکیداً فرما رہے ہیں اس دور میں مسلمانوں کے بدترین دشمن اور بدخواہ یہ یہود ہیں کیونکہ ان کے دلوں میں سرکشی اور انکار کا مادہ زیادہ ہے اور وہ جان بوجھ کر کفر کرتے اور اپنی ضد پر قائم رہتے ہوئے اہل حق کی مخالفت میں کوئی کسر نہیں چھوڑتے اور انھوں نے ہی بہت زیادہ انبیائے کرام کو قتل کیا حتی کہ انہوں نے ایک بار رسول اللہ ﷺ کو زہر بھی دیا اور آپ ﷺ پر جادو کیا اور کئی دفعہ آپ ﷺ کے قتل کا ارادہ بھی کیا اور مشرکین کو ساتھ ملا کر آپ ﷺ پر حملہ آور بھی ہوئے لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو ان کی تدبیر اور مکر وفریب سے محفوظ رکھا۔

حضرت ابو ہریرہ ﷺ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

جب بھی کوئی یہودی مسلمان کے ساتھ علیحدگی اختیار کرتا ہے تو وہ مسلمان کے قتل کا قصد کرتا ہے۔ ❷

❶ تفسیر المنیر ۸/۷، تفسیر ابن کثیر ۱۱۹/۲ (امام ابن کثیر فرماتے ہیں "هذا حديث غريب جدا" یہ حدیث انتہائی غریب ہے)
❷ تفسیر ابن کثیر ۱۱۹/۲

اللہ تعالیٰ نے ان یہود کو مشرکین کیساتھ ملا کر بلکہ ان کو مشرکین سے بھی بڑا اہل اسلام کا دشمن بتلایا ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ کو سب سے زیادہ تکلیف اہل حجاز کے یہود سے پہنچی ہے۔

یہود کی اسلام دشمنی

یہودیوں نے اپنی اسلام دشمنی کے لیے اپنے مکروفریب کے بے شمار ہتھیار استعمال کئے اس سلسلہ میں انہوں نے اپنی پرانی تاریخ (بابل کی اسیری، مصر کی غلامی، اور روما کی ذلت) سے پورا استفادہ کیا اور اسلام کی احسان نوازی کا جواب اپنے مکروفریب سے دیا۔

یہود نے جزیرہ نما عرب کے تمام مشرکین قبائل کو اکٹھا کیا انہیں مسلمانوں کے خلاف مسلح کر کے جنگ کے لیے لے کر آئے اور یہ دعوی کیا کہ یہ مشرک مسلمانوں سے زیادہ ہدایت یافتہ ہیں، لیکن جب مسلمان جزیرہ نما عرب پر غالب آئے تو یہود نے مسلمانوں کی صفوں میں خلا ڈالنے کی کوششیں تیز کر دیں اور ان کی سرگرمیوں کا ہدف نئے مسلمان تھے اور ہر مقام پر وہ مسلمانوں کے خلاف ان کے دشمنوں کو تیار اور اکٹھا کرتے رہے حتی کہ ایک دن وہ اسلام کے خلاف کھل کر سامنے آ گئے۔

اسی طرح مدینہ منورہ میں مسلمانوں کے خلاف منتشر قبائل عرب کو جنگ کے لیے جمع کرنے اور مسلمانوں کے خلاف بنو قریظہ اور قریش کا اتحاد کرانے والے یہودی ہی تھے۔

نومسلموں کو اکسا کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل پر آمادہ کرنے والے بھی یہود تھے۔

روایات اور سیر میں وضع حدیث کا سہرا بھی یہود کے سر پر ہے۔

آخری دور میں خلافت کو ختم کرانے اور سلطان عبدالحمید سے شریعت کو منسوخ کرا کر دستور جاری کرانے والے اور پھر مصطفیٰ کمال کو ہیرو بنانے اور اس کے ذریعے اسلام کا مذاق اڑانے والے در پردہ یہود ہی تھے اسی طرح اب بھی جہاں اسلامی تحریکات پر مصائب نازل ہو رہے ہیں ان کے بھی پس پردہ یہود ہیں۔

یہود کا ذکر مقدم کرنے کی وجہ

اللہ تعالیٰ نے یہود کا ذکر نصاریٰ سے مقدم اس لیے کیا ہے کہ یہ اسلام اور اہل اسلام کی دشمنی اور عداوت میں نصاریٰ سے زیادہ خطرناک ہیں اور نصاریٰ کے اندر اہل اسلام کے متعلق نرم گوشہ پایا جاتا ہے لیکن یہود اس وصف سے خالی

سے خالی ہیں انبیائے کرام کو بھی سب سے زیادہ قتل کرنے والے یہودی ہیں۔

﴿وَلَتَجِدَنَّ اَقْرَبَهُمْ مَّوَدَّةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّا نَصٰرٰى ۭ ذٰلِكَ بِاَنَّ مِنْهُمْ قِسِّيْسِيْنَ وَرُهْبَانًا وَّاَنَّهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ﴾

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں مسلمانوں کے ساتھ دوستی میں سب سے قریب نصاریٰ ہیں جو عیسیٰ علیہ السلام کے دین کی اتباع کرتے ہیں ان کے دلوں میں مسلمانوں کے لیے نرم گوشہ موجود ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَجَعَلْنَا فِيْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ رَاْفَةً وَّرَحْمَةً﴾ ❶

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متبعین کے دلوں میں ہم نے رحم اور نرمی ڈال دی ہے۔حتی کہ ان کی کتاب میں ان کو یہاں تک حکم دیا گیا ہے کہ اگر کوئی تمھارے دائیں رخسار پر تھپڑ مارے تو اس کے سامنے بایاں رخسار کر دو ان کی شریعت میں لڑائی نہیں ہے۔ ❷

نصاریٰ کا اصحابِ رسول سے حسن سلوک

جب رسول ﷺ نے نصاریٰ میں بھلائی دیکھی تو آپ ﷺ نے مشرکین مکہ کے ستائے ہوئے مسلمانوں کو مکہ مکرمہ چھوڑ کر حبشہ جانے کا حکم دیا اور فرمایا:

((إِنَّ بِهَا مَلِكاً صَالِحاً لَا يَظْلِمُ وَلَا يُظْلَمُ عِنْدَهُ أَحَدٌ فَاخْرُجُوا إِلَيْهِ حَتّٰى يَجْعَلَ اللّٰهُ لِلْمُسْلِمِيْنَ فَرَجاً.)) ❸

وہاں ایک صالح حاکم ہے وہ خود بھی ظلم نہیں کرتا اور نہ ہی اس کی سلطنت میں کسی پر ظلم کیا جاتا ہے تم اس کی طرف ہجرت کر کے چلے جاؤ یہاں تک کہ اللہ مسلمانوں کے لیے کشادگی پیدا فرما دیں۔

❶ سورة الحديد پ ٢٧
❷ تفسير ابن كثير ١١٩/٢
❸ تفسير معالم التنزيل ٨٥/٦

مہاجرین حبشہ کا قافلہ

اس قافلہ میں گیارہ مرد اور چار عورتیں تھیں جن کی تفصیل یہ ہے:

۱. حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ اور ان کی زوجہ محترمہ رقیہ رضی اللہ عنہا بنت رسول اللہ ﷺ۔

۲. حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ۔

۳. حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ۔

۴. حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ۔

۵. حضرت ابوحذیفہ بن عتبہ رضی اللہ عنہ اور ان کی بیوی سہلۃ بنت سہیل بن عمرو رضی اللہ عنہا۔

۶. حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ۔

۷. حضرت ابوسلمۃ بن عبدالاسد رضی اللہ عنہ اور ان کی بیوی ام سلمۃ بنت ابی امیہ رضی اللہ عنہا۔

۸. حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ۔

۹. حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ اور ان کی بیوی لیلیٰ بنت ابی حثمۃ رضی اللہ عنہا۔

۱۰. حضرت حاطب بن عمرو رضی اللہ عنہ۔

۱۱. حضرت سہیل بن بیضاء رضی اللہ عنہ۔

یہ مبارک قافلہ بعثت کے پانچویں سال رجب میں مکہ سے روانہ ہوا یہ سب سے پہلا قافلہ تھا جو صرف اسلام کی خاطر اپنے گھر بار کو خیر باد کہہ کر دیار غیر کی طرف روانہ ہوا اور انہوں نے سمندر پر پہنچ کر نصف دینار کے عوض حبشہ تک کشتی حاصل کی، ان کے بعد پھر حضرت جعفر بن ابوطالب رضی اللہ عنہ نے ہجرت کی پھر کئی اور مسلمان ہجرت کر کے حبشہ چلے گئے ان کی مجموعی تعداد بچوں اور عورتوں کے بغیر ۸۲ بنتی ہے۔

رسول اللہ ﷺ کا نجاشی کی طرف مکتوب

ام حبیبہ رملہ بنت ابوسفیان رضی اللہ عنہا بھی اسلام قبول کر کے اپنے خاوند کے ساتھ حبشہ تشریف لے گئی تھیں وہاں ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کا خاوند وفات پا گیا تو آپ ﷺ نے اس کی وفات کی اطلاع پانے کے بعد ہجرت کے چھٹے سال عمرو بن امیہ الضمری

کے ہاتھ نجاشی کی طرف ایک مکتوب ارسال فرمایا جس میں مسلمانوں کو مدینہ منورہ بھیجنے اور ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ شادی کا حکم فرمایا تھا۔ نجاشی نے اپنی لونڈی ابرہہ کو ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے پاس نکاح کا پیغام دے کر بھیجا تو انہوں نے قبول فرمایا، پھر ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کا نکاح آپ ﷺ سے چارسو دینار (مہر) رکھ کر کرلیا گیا حق مہر کی رقم نجاشی نے ادا کی اور ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کو مسلمانوں کے ہمراہ مدینہ منورہ روانہ کردیا۔ ❶

نجاشی کی نمازِ جنازہ

نجاشی اسلام لے آیا جب اس کی وفات کی خبر رسول اللہ ﷺ کو ملی تو آپ ﷺ نے اس پر غائبانہ نماز جنازہ پڑھائی

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ: ((نَعَى النَّبِيُّ ﷺ إِلَىٰ أَصْحَابِهِ النَّجَاشِيَّ ثُمَّ تَقَدَّمَ فَصَفُّوْا خَلْفَهُ فَكَبَّرَ أَرْبَعاً.)) ❷

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول ﷺ نے نجاشی کی موت کی خبر صحابہ کرام کو دی اور آپ آگے بڑھے صحابہ کرام نے آپ کے پیچھے صفیں بنائیں، پس آپ ﷺ نے نماز جنازہ پڑھائی اور چار تکبیریں کہیں۔

نجاشی کا نام

اس کا نام اصحمة ہے اور نجاشی اس کا لقب تھا۔ ❸

ملاحظہ

رسول اللہ ﷺ نے ہرقل اور مقوقس کی طرف بھی مکتوب ارسال کیے انہوں نے آپ ﷺ کے مکتوب کی بڑی تعظیم کی۔ ہرقل کی طرف آپ ﷺ نے مکتوب دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ روانہ کیا جس پر یہ الفاظ مکتوب تھے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ((مِنْ مُحَمَّدٍ عَبْدِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ إِلَىٰ هِرَقْلَ عَظِيْمِ الرُّوْمِ سَلَامٌ عَلَىٰ مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى أَمَّا بَعْدُ فَإِنِّي أَدْعُوْكَ بِدَعَايَةِ الإِسْلَامِ أَسْلِمْ تَسْلَمْ يُؤْتِكَ اللّٰهُ

❶ مختصر سیرت الرسول اردو ص: ۱۷۰، ۱۷۱۔
❷ صحیح بخاری کتاب الجنائز باب الصفوف علی الجنازة رقم: ۱۳۱۸۔
❸ مختصر سیرت الرسول اردو ص: ۱۷۲۔

أَجْرَكَ مَرَّتَيْنِ فَإِنْ تَوَلَّيْتَ فَإِنَّ عَلَيْكَ إِثْمَ الْأَرِيْسِيِّيْنَ. ❶

محمد رسول اللہ ﷺ کی طرف سے ہرقل شاہ روم کی طرف جس نے ہدایت کی اتباع کی اس پر سلامتی ہو، اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کے بعد میں تجھ کو اسلام کی دعوت دیتا ہوں تو اسلام قبول کر لے اور خود کو بچالے، اللہ تعالیٰ تجھے ڈبل اجر دیں گے اگر تو نے اسلام کو قبول نہ کیا تو تجھ پر تیری قوم کا بھی گناہ ہوگا۔

اسی طرح آپ ﷺ نے کسریٰ کی طرف بھی ایک مکتوب گرامی ارسال کیا لیکن اس نے اس خط کو پھاڑ ڈالا اور اس کی بے حرمتی کی۔ ❷

نصاریٰ کی دوستی کی وجہ

نصاریٰ اہل اسلام کے ساتھ دوستی اور نرم گوشہ اس لیے رکھتے ہیں کہ ان کے اندر تین اوصاف پائے جاتے ہیں۔

۱. ان میں علماء کا موجود ہونا۔

۲. ان میں عابد لوگوں کا پایا جانا۔

۳. ان کے اندر عاجزی اور انکساری کا ہونا اور حق کی اتباع کرنا اور تکبر سے بچنا۔

آیت سے جو مسائل اخذ ہوتے ہیں

۱. یہود اسلام اور اہل اسلام کے سب سے بڑے دشمن ہیں۔

۲. اہل اسلام کیخلاف ہر سازش میں یہود کا درپردہ ہاتھ ہوتا ہے۔

۳. نصاریٰ اپنے علماء اور راہبوں کی بناء پر اسلام اور اہل اسلام کے متعلق نرم گوشہ رکھتے ہیں۔

❶ صحیح بخاری کتاب بدء الوحی باب کیف کان بدؤ الوحی رقم:۳۔
❷ الرحیق المختوم صفحہ ۵۷۴ ۔بحوالہ فتح الباری ۱۲۷/۸۔

﴿ وَ اِذَا سَمِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَى الرَّسُوْلِ تَرٰۤى اَعْيُنَهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوْا مِنَ الْحَقِّ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَاۤ اٰمَنَّا فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ ﴿83﴾ وَ مَا لَنَا لَا نُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَ مَا جَآءَنَا مِنَ الْحَقِّ وَ نَطْمَعُ اَنْ يُّدْخِلَنَا رَبُّنَا مَعَ الْقَوْمِ الصّٰلِحِيْنَ ﴿84﴾ فَاَثَابَهُمُ اللّٰهُ بِمَا قَالُوْا جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ وَ ذٰلِكَ جَزَآءُ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿85﴾ وَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَاۤ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ﴿86﴾ ﴾

جب وہ آپ کی طرف نازل شدہ کتاب کو سنتے ہیں آپ دیکھتے ہیں (کہ حق بات کو سن کر اور پہچان کر) ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے ہیں، وہ کہتے ہیں اے ہمارے رب ہم ایمان لے آئے ہمیں گواہوں میں لکھ دے۔اور ہمیں کیا (کونسی چیز مانع) ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ اور جو حق ہمارے پاس آیا ہے اس کے ساتھ ایمان نہ لائیں اور ہم اس بات کی خواہش نہ کریں کہ ہمارا رب ہمیں صالحین کی قوم میں داخل کر دے۔پس ان کے یہ کہنے کے بدلے اللہ تعالیٰ نے ان کو باغات دیے جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے اور یہی جزا ہے نیکی کرنے والوں کی۔اور جن لوگوں نے ہماری آیات کو نہ مانا اور جھٹلایا یہی لوگ دوزخی ہیں۔

مشکل الفاظ کے معانی

مَآ اُنْزِلَ اِلَى الرَّسُوْلِ: قرآن کریم یا اس کی وہ آیات جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ کی تکریم پر دلالت کرتی ہیں۔

تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ: آنسوؤں سے بھر جاتی ہیں یہاں تک کہ انکے اطراف سے آنسو بہتے ہیں۔

اٰمَنَّا: ہم ایمان لائے، یعنی ہم نے نبی اور تیری کتابوں کی تصدیق کی۔

اَلشّٰهِدِيْنَ: یہ شاہد کی جمع ہے (جو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور رسول اللہ ﷺ کی رسالت کی گواہی دے۔)

وَمَالَنَا لَا نُؤْمِنُ: ہمیں ایمان لانے سے کوئی روکنے والا نہیں۔

الْحَقِّ: قرآن کریم۔

الصّٰلِحِيْنَ: یہ صالح کی جمع ہے (وہ انسان جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایمان لاتے ہوئے اس کے تمام حقوق ادا کرے، اس کی اطاعت کرتے ہوئے اس کی نعمتوں کا شکریہ بجالائے اور لوگوں کے بھی تمام حقوق ادا کرے اور ان سے

سے تکلیف کو روکے۔)

فَاَثَابَهُمُ : ان کو جزا دے۔

بِمَا قَالُوْا: ان کے اعلانیہ ایمان لانے کی بنا پر۔

شانِ نزول

أَخْرَجَ ابْنُ أَبِيْ حَاتِمٍ عَنْ سَعِيْدِبْنِ الْمُسَيَّبِ وَأَبِيْ بَكْرِبْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ وَعُرْوَةَ بْنِ الزَّبَيْرِ قَالُوْا بَعَثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَمْرَوْبْنَ أُمَيَّةَ الضَّمرِيَّ وَكَتَبَ مَعَهُ كِتَاباً إِلَى النَّجَاشِيِّ فَقَدِمَ عَلَى النَّجَاشِيِّ فَقَرَأَ كِتَابَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ ثُمَّ دَعَا جَعْفَرَبْنَ أَبِيْ طَالِبٍ وَالْمُهَاجِرِيْنَ مَعَهُ وَاَرْسَلَ إِلَى الرُّهْبَانِ وَالْقِسِّيْسِيْنَ ثُمَّ أَمَرَ جَعْفَرَبْنَ أَبِي طَالِبٍ، فَقَرَأَ عَلَيْهِمْ سُوْرَةَ مَرْيَمَ فَاٰمَنُوْا بِالْقُرْاٰنِ وَفَاضَتْ أَعْيُنُهُمْ مِنَ الدَّمْعِ فَهُمُ الَّذِيْنَ أَنْزَلَ اللّٰهُ فِيْهِمْ: ﴿وَلَتَجِدَنَّ أَقْرَبَهُمْ مَوَدَّةً﴾ إِلٰى قَوْلِهٖ ﴿فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ﴾ ❶

ابن ابی حاتم میں ہے۔رسول اللہ ﷺ نے عمرو بن امیہ الضمری رضی اللہ عنہ کو ایک خط دے کر نجاشی کی طرف روانہ کیا اس کے دربار میں پہنچ کر انہوں نے نجاشی کے سامنے آپ ﷺ کا مکتوب مبارک پڑھا اس کے بعد نجاشی نے جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور مہاجرین کو بلایا اور اپنے علماء کی طرف پیغام بھیجا پھر حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کو حکم دیا انہوں نے وہاں کھڑے ہو کر سورۃ مریم کی تلاوت کی وہ سب کے سب ایمان لے آئے اور ان کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے اللہ تعالیٰ نے ان کے حق میں یہ آیات نازل فرمائیں۔

التوضیح

﴿وَ اِذَا سَمِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَى الرَّسُوْلِ تَرٰٓى اَعْيُنَهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوْا مِنَ الْحَقِّ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اٰمَنَّا فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ﴾

❶ تفسیر المنیر ۷ / ۷

ان آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ آیتیں سب نصاریٰ کے متعلق نہیں بلکہ ان آیات کا مصداق وہ نصاریٰ ہیں جو قرآن کریم کو سن کر ایمان لاتے اور ان کی آنکھوں سے آنسو بہنے شروع ہو جاتے ہیں کیونکہ بعض نصاریٰ وہ ہیں جو مسلمانوں کی دشمنی میں کوئی کسر نہیں چھوڑتے، اس سے مراد صرف نصاریٰ کا وہ گروہ ہے جن کے لیے اللہ تعالیٰ نے درجہ احسان حاصل ہونے کی بشارت دی ہے اور یہ لوگ مسلمانوں کے ساتھ مودت میں قریب تر اور حق کو سن کر قبول کرنے والے ہیں اور جب حق ان کے سامنے واضح ہو جاتا ہے تو اس کی قبولیت کا برملا اعلان کرتے ہیں۔

جیسا کہ نجاشی اور اس کے ساتھیوں کے پاس کفار مکہ کے ستائے ہوئے مسلمان ہجرت کر کے ارض حبشہ میں گئے پھر اس کے بعد جب رسول اللہ ﷺ مکہ سے مدینہ منورہ ہجرت کر کے تشریف لے گئے اس وقت مہاجرین حبشہ سے مدینہ منورہ آنے کا ارادہ کر رہے تھے کہ کفر و اسلام کی پہلی جنگ یعنی، جنگ بدر ہوئی اس میں سرداران قریش قتل ہوئے قریش نے اپنے سرداروں کا بدلہ مہاجرین حبشہ سے لینا چاہا اور اسی مہم میں انہوں نے عمرو بن العاص اور عبداللہ بن ربیعہ کو تحائف دے کر شاہ حبشہ کی خدمت میں روانہ کیا تا کہ حبشہ میں مقیم مسلمان مہاجرین کو ان کے حوالہ کر دیا جائے تو رسول اللہ ﷺ کو جب اس بات کا علم ہوا تو آپ ﷺ نے عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ عنہ کے ہاتھ نجاشی شاہ حبشہ کی طرف ایک خط روانہ کیا جس میں مہاجرین کو مدینہ منورہ روانہ کرنے کی اپیل کی گئی تھی جب عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ عنہ حبشہ پہنچے تو نجاشی نے اپنے عالموں اور راہبوں کو جمع کیا اور جعفر رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ ان کے سامنے قرآن پڑھیں انہوں نے سورہ مریم کی تلاوت کی تو سب حاضرین قرآن مجید سن کر زار و قطار روتے ہوئے کھڑے ہو گئے اور انہوں نے اسلام کی حقانیت کو تسلیم کرتے ہوئے اسلام قبول کر لیا، یہاں اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی تصویر کشی کی ہے جب وہ قرآن سنتے ہیں تو ان کے دل نرم اور احساس لرز اٹھتا ہے اور وہ اس تاثر کے اظہار کا اس کے علاوہ کوئی ذریعہ نہیں پاتے کہ ان کی آنکھوں سے آنسو بہنے شروع ہو جاتے ہیں اور یہ نفس انسانی کی ایک ایسی معروف حالت ہے جس کی تعبیر زبان سے نہیں ہو سکتی بلکہ قرآن کریم سن کر ان پر جو حالت طاری ہوتی ہے اور ان کے احساس و شعور پر حق کا جس طرح غلبہ ہوتا ہے پھر وہ حق کے متعلق ایک مثبت مؤقف اختیار کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اے ہمارے خالق و مالک ہم ایمان لائے ہیں، آپ ہمارا نام رسول اللہ ﷺ کی امت میں درج فرمالیں جو قیامت کے دن تمام امتوں پر گواہی دے گی۔

﴿وَ مَا لَنَا لَا نُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَ مَا جَآءَنَا مِنَ الْحَقِّ ۙ وَ نَطْمَعُ اَنْ يُّدْخِلَنَا رَبُّنَا مَعَ الْقَوْمِ الصّٰلِحِيْنَ﴾

اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی کلام مؤکد کو ذکر فرمایا ہے جنہوں نے پہلے قرآن کریم کو غور سے سنا اس کی معرفت حاصل کی اور قرآن کریم نے ان کے دلوں پر گہرا اثر کیا، انہوں نے ایمان لانے کا اعلان ان الفاظ میں کیا ہمیں کوئی چیز اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے اور اس کی ہدایت کی اتباع کرنے سے روکنے والی نہیں جو رسول اللہ ﷺ لے کر آئے ہیں اور ہم خواہش کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں صالحین کی صحبت اور رسول اللہ ﷺ کی اتباع کی وجہ سے جنت میں داخل فرما دیں گے۔ یہ وہ لوگ تھے جو اسلام قبول کرنے کے بعد اسلام کو عملاً دنیا میں برپا کرنے کی کوشش میں لگ گئے تاکہ یہ دین حق لوگوں کی عملی زندگی کا دستور بن جائے۔

﴿فَاَثَابَهُمُ اللّٰهُ بِمَا قَالُوْا جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ وَ ذٰلِكَ جَزَآءُ الْمُحْسِنِيْنَ﴾

جو لوگ حق کو سننے کے بعد صمیم قلب کے ساتھ اس پر عمل پیرا ہوئے اسلام کے لیے اپنی جان اور مال کی قربانی دینے کے لیے تیار ہو گئے اس کے ساتھ ساتھ وہ اللہ تعالیٰ سے صالحین کی صحبت کی دعا بھی کرتے رہے، اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا کو قبول فرماتے ہوئے ان کو جنت کی بشارت دی اور ان کے محسن ہونے کی شہادت بھی دی، فرمایا ان کے لیے اللہ تعالیٰ نے ایسی جنت تیار کر رکھی ہے جس کے نیچے نہریں جاری ہیں اور یہ نیک دل میرے بندے ان میں ہمیشہ رہیں گے اور ان کے اخلاص کی یہی جزا ہے۔

﴿وَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَاۤ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ﴾

یہاں ان کی جزا بیان ہو رہی ہے جو حق کو سنتے پھر اسے تسلیم نہیں کرتے بلکہ حق کی تکذیب میں کوئی کسر نہیں چھوڑتے خواہ یہ لوگ یہود و نصاریٰ سے ہوں یا کسی اور گروہ سے، ایسے لوگوں کی سزا اللہ تعالیٰ نے دوزخ رکھی ہے۔

عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ ﷛ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((نَارُكُمْ جُزْءٌ مِنْ سَبْعِيْنَ جُزْءًا مِنْ نَارِ جَهَنَّمَ قِيْلَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ إِنْ كَانَتْ لَكَافِيَةً قَالَ فُضِّلَتْ عَلَيْهِنَّ بِتِسْعَةٍ وَّسِتِّيْنَ جُزْءًا كُلُّهُنَّ

مِثْلُ حَرِّهَا)) ❶

حضرت ابو ہریرہ ؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تمھاری آگ جہنم کی آگ کا سترواں حصہ ہے صحابہ کرام ؓ نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ! دنیا کی آگ ہی اہل جہنم کے عذاب کے لیے کافی تھی، آپ ﷺ نے فرمایا: جہنم کی آگ دنیا کی آگ سے انہتر درجے زیادہ ہے اس کا ہر حصہ اور جزاس دنیا کی آگ کی طرح ہے۔''

آیات سے جو مسائل ثابت ہوتے ہیں

۱. جو نصاریٰ دین عیسوی پر قائم ہیں وہ اہل اسلام کے بہت قریب ہیں۔
۲. امت محمدیہ تمام امتوں سے افضل ہے۔
۳. اہل کتاب جب اسلام لے آئیں تو ان کی بڑی فضیلت ہے۔
۴. اگر قرآن کریم کو صدق دل سے سنا جائے تو یہ انسانی دلوں پر اثر کرتا ہے۔
۵. اہل ایمان کے لیے اللہ تعالیٰ نے جنت تیار کی ہے۔
۶. اسلام کی تکذیب کرنے والوں اور کفار کا ٹھکانا دوزخ ہے۔
۷. قرآن کریم نے ترغیب اور ترہیب کا اسلوب اپنایا اور وعدہ کے بعد وعید سنائی ہے۔

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحَرِّمُوْا طَيِّبٰتِ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكُمْ وَ لَا تَعْتَدُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ ﴿۸۷﴾ وَ كُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَيِّبًا ۪ وَّ اتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْٓ اَنْتُمْ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ ﴿۸۸﴾﴾

اے ایمان والو! تم ان پاکیزہ چیزوں کو جو اللہ تعالیٰ نے تمھارے لیے حلال کی ہیں حرام مت کرو اور تم حد سے تجاوز نہ کرو، بیشک اللہ تعالیٰ حد سے تجاوز کرنے والوں کو پسند نہیں کرتے۔ جو اللہ تعالیٰ نے پاکیزہ رزق تم کو عطا کیا ہے اسے کھاؤ اور تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو جس پر تمھارا ایمان ہے۔

❶ صحیح بخاری کتاب بدء الوحی باب صفة النار وانها مخلوقة رقم: ۳۲۶۵۔

مشکل الفاظ کے معانی

لَا تُحَرِّمُوْا: تم حرام مت کرو۔

مَا اَحَلَّ اللّٰهُ لَكُمْ : جو چیز اللہ تعالیٰ نے تمھارے لیے حلال کی ہے اور اس کو کرنے کی تمھیں اجازت دی ہے۔

(مثلاً نکاح کرنا، حلال چیزوں کا کھانا اور پینا)

وَلَا تَعْتَدُوْا: تم اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ حدود کو تجاوز نہ کرو اور ان کو مت توڑو۔

حَلٰلًا طَيِّبًا: پاکیزہ اور مباح اشیا جو کہ خبیث اور گندی اور پلید نہ ہوں۔

آیات کی ماقبل سے مناسبت

پہلی آیات میں اللہ تعالیٰ نے نصاریٰ کے دو فریقوں کا ذکر فرمایا ہے اور ان میں سے ایک فریق کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ یہ فریق مومنوں سے مودت کرنے والا اور ان کے قریب ہے کیونکہ اس گروہ میں علماء اور درویش ہیں۔ اس سے بعض مومن کہیں یہ نہ سمجھ لیں کہ ان کو رہبانیت اور ترک دنیا کی طرف ترغیب دی جا رہی ہے جس طرح نصاریٰ کے علماء اور درویش رہبانیت کے قائل تھے اللہ تعالیٰ نے ان آیات مبارکہ میں رہبانیت اور ترک دنیا سے منع فرما دیا ہے۔

شانِ نزول:

ان آیات کے نزول کے متعلق مختلف اقوال ہیں۔ امام ترمذی رحمہ اللہ نے ان کا شان نزول اس طرح بیان کیا ہے۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما أَنَّ رَجُلاً أَتَى النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنِّيْ إِذَا اَصَبْتُ اللَّحْمَ إِنْتَشَرْتُ لِلنِّسَاءِ وَاَخَذَتْنِيْ شَهْوَتِيْ فَحَرَّمْتُ عَلَيَّ اللَّحْمَ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحَرِّمُوْا طَيِّبٰتِ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكُمْ وَ لَا تَعْتَدُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ ﴿۸۷﴾ وَ كُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَيِّبًا﴾ الی آخرہ [1]

---

[1] سنن ترمذی کتاب التفسیر باب تفسیر سورۃ المائدہ رقم: ۳۰۵٤

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر درخواست کی کہ یارسول اللہ ﷺ! جب میں گوشت کھاتا ہوں تو میری توجہ عورتوں کی طرف ہوتی ہے اور میری شہوت زیادہ ہو جاتی ہے اسی بنا پر میں نے اپنے اوپر گوشت کو حرام کر لیا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان آیات کا نزول فرمایا۔

التوضیح

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحَرِّمُوْا طَيِّبٰتِ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكُمْ وَ لَا تَعْتَدُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ﴾

اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو حکم فرما رہے ہیں کہ تم اپنے اوپر پاکیزہ اور حلال چیزیں جن سے تم لطف اندوز ہوتے ہو حرام مت کرو اور تم ان سے حصول فائدہ ترک کر کے قرب باری تعالیٰ تلاش مت کرو، کیونکہ قرب الٰہی حلال اشیاء کو ترک کرنے سے حاصل نہیں ہوتا، جس طرح نصاریٰ کے علماء اور درویشوں نے حلال اشیاء کو اپنے اوپر حرام کر کے قرب باری تعالیٰ حاصل کرنے کی ناکام کوشش کی تھی بلکہ وہ تو اللہ تعالیٰ کے احکام کو بجا لانے کے ساتھ حاصل ہوتا ہے اور اس مقام پر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو راہ اعتدال اختیار کرنے کا حکم ارشاد فرماتے ہوئے فطرت سلیمہ پر عمل کرنے کا حکم صادر فرمایا ہے کہ انسان اپنے جسم اور روح دونوں کے حقوق کا ایفا کرے اور رہبانیت سے دور رہے۔

رہبانیت حرام ہے

قرآن مجید نے بھی رہبانیت کی تردید کی ہے اور رسول اللہ ﷺ نے بھی فرمایا:

((لَمْ اُوْمَرْ بِالرَّهْبَانِيَّةِ.)) یعنی میں رہبانیت کا حکم نہیں دیا گیا۔

عَنْ أَنَسٍ رضي الله عنه أَنَّ نَفَراً مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ سَأَلُوْا أَزْوَاجَ النَّبِيِّ ﷺ عَنْ عَمَلِهِ فِيْ السِّرِّ فَقَالَ بَعْضُهُمْ: لَا أَتَزَوَّجُ النِّسَاءَ وَقَالَ بَعْضُهُمْ: لَا اٰكُلُ اللَّحْمَ وَقَالَ بَعْضُهُمْ: لَا أَنَامُ عَلَى الْفِرَاشِ فَبَلَغَ ذٰلِكَ النَّبِيَّ فَحَمِدَ اللّٰهَ وَأَثْنٰى عَلَيْهِ فَقَالَ: ((مَابَالُ أَقْوَامٍ قَالُوْا كَذَا وَكَذَا لٰكِنِّيْ أُصَلِّيْ وَأَنَامُ، وَأَصُوْمُ وَأَفْطُرُ وَأَتَزَوَّجُ النِّسَاءَ، فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِيْ فَلَيْسَ مِنِّيْ.)) [1]

[1] صحيح بخاری كتاب النكاح باب الترغيب في النكاح رقم: ٥٠٦٣، صحيح مسلم كتاب النكاح باب استحباب النكاح لمن استطاع رقم ١٤٠١

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے کچھ لوگ امہات المؤمنین کے پاس آئے اور رسول اللہ ﷺ کی گھر میں عبادت کے متعلق سوال کیا (جواب ملنے پر) ایک نے کہا میں شادی نہیں کروں گا اور دوسرے نے کہا میں گوشت نہیں کھاؤں گا، تیسرے نے کہا میں بستر پر نہیں سوؤں گا، جب آپ کو یہ خبر ملی تو آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بیان کی اور فرمایا: ''بعض لوگوں کا کیا حال ہے کہ وہ اس طرح کی باتیں کرتے ہیں، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں نماز بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں روزے بھی رکھتا ہوں اور افطار بھی کرتا ہوں اور میں عورتوں سے شادی بھی کرتا ہوں، جس شخص نے میری سنت سے بے رغبتی کی وہ میری امت سے نہیں۔''

یہ حدیث واضح دلالت کرتی ہے کہ اسلام ایک آسان دین ہے اگر انسان اس پر عمل پیرا ہونا چاہے تو با آسانی اس پر عمل کر سکتا ہے اس میں یہودیت اور نصرانیت کی طرح سختی نہیں۔

قانون سازی صرف اللہ تعالیٰ کا حق ہے

ان آیات میں قانون سازی کا قضیہ بیان کیا گیا ہے کہ تحریم وتحلیل اور کسی چیز کو مباح اور ناجائز قرار دینا صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کا ہی حق ہے، اسی طرح اوامر اور نواہی بھی اسی کا کام ہے، تمام چھوٹے اور بڑے مسائل اور انسانی زندگی کے تمام احوال، امور اسی قاعدہ اور ضابطہ کی طرف لوٹائے جائیں گے، اس کے علاوہ اور کوئی ایسا ضابطہ نہیں جس کا یہ مقام اور درجہ ہو جو شخص قانون سازی کے حق کا دعویٰ کرے یا عملاً یہ کام کرنے کی کوشش کرے حقیقت میں وہ معاذ اللہ الوہیت کے حق کا دعویٰ کرتا ہے، یہ حق اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کا نہیں، اللہ تعالیٰ زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتے۔ انسانوں کا عرف ہو یا بات چیت یا ان کی باہمی اصطلاحات جو چیز بھی اللہ تعالیٰ کے حق میں تعدی کرے وہ اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ وحی سے انحراف ہوگا اور یہ انحراف کرنے والا ایمان سے نکل جاتا ہے۔

اور ''وَلَا تَعْتَدُوْا'' کا ایک معنی یہ بھی ہو سکتا ہے کہ مباحات کو اپنے اوپر حرام کر کے اپنی جانوں کو تنگی اور تکلیف میں مبتلا مت کرو اور تم حلال کو حرام اور حرام کو حلال مت بناؤ۔

مومنوں کو حرف ندا کے ساتھ خطاب کی وجہ

اللہ تعالیٰ نے قانون سازی کو الوہیت اور دین اسلام کا مسئلہ بنا کر پیش فرمایا ہے اور حرف ندا کے ساتھ پکارنے کی وجہ یہ ہے کہ صرف ایمان کا ہی یہ تقاضا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی الوہیت کا ہی اعتراف کیا جائے یہی ایمان کی اصل بنیاد ہے۔

پھر ایمان والوں کو صفت ایمان کے ساتھ مخاطب کر کے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کا ہی حکم دیا گیا ہے۔

﴿ وَ كُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَيِّبًا ۪ وَّ اتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِیْۤ اَنْتُمْ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ ﴾

اللہ تعالیٰ نے انسان کو ہر حلال اور پاکیزہ چیز سے استفادہ کا حکم صادر فرمایا ہے اور اپنے آپ کو حلال چیزوں سے نہ روکنے اور محرمات سے بچانے کے متعلق تاکید فرمائی ہے۔

رزق کی اقسام

یہ آیت مبارکہ دلالت کرتی ہے کہ رزق کی دو اقسام ہیں۔

۱۔ رزق حلال: یہ وہ رزق ہے جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے بتلائے ہوئے طریقوں کے مطابق حاصل کیا جائے اس کا حصول اور جائز طریق سے استعمال بھی اللہ تعالیٰ کی عبادت اور قرب الٰہی کا ذریعہ ہوتا ہے۔

۲۔ رزق حرام: یہ وہ رزق ہے جس کا حصول ناجائز طریق سے ہو اس کا حصول اور استعمال اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا سبب بنتا ہے۔

اس کے بعد پھر اللہ تعالیٰ نے انسان کو تقویٰ اور پرہیز گاری کا حکم، اوامر کے کرنے اور منہیات سے رکنے کی ترغیب دی ہے، کیونکہ تقویٰ حلال چیزوں سے استفادہ کے منافی نہیں بلکہ اس امر کا متقاضی ہے طیبات سے مستفید ہوا جائے اور حدود اللہ کو توڑنے سے بچا جائے۔

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ صَنَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ شَيْئاً فَرَخَّصَ فِيْهِ فَتَنَزَّهَ عَنْهُ قَوْمٌ فَبَلَغَ ذٰلِكَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَخَطَبَ فَحَمِدَ اللّٰهَ ثُمَّ قَالَ:((مَابَالُ أَقْوَامٍ يَتَنَزَّهُوْنَ عَنِ الشَّيْءِ أَصْنَعُهُ فَوَاللّٰهِ إِنِّيْ لَأَعْلَمُهُمْ بِاللّٰهِ وَأَشَدُّهُمْ لَهُ خَشْيَةً.))❶

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ارشاد فرماتی ہیں رسول اللہ ﷺ نے ایک کام کیا اور اس کے کرنے کی اجازت دی ایک قوم نے اس کے کرنے کو ناپسند کیا جب یہ بات آپ ﷺ تک پہنچی تو آپ ﷺ نے خطبہ ارشاد فرمایا کہ ان لوگوں کا کیا حال ہے جس کام کو میں کرتا ہوں وہ اس سے بچتے ہیں، حالانکہ میں اللہ تعالیٰ کے احکامات کا ان سے زیادہ علم رکھتا اور ان سے زیادہ

❶ صحیح بخاری کتاب الادب باب من لم یواجه الناس بالعتاب رقم: ٦١٠١، الؤلؤ والمرجان کتاب الفضائل باب علمه ﷺ وشدة خشيته رقم: ١٥٨١، مشكوٰة باب الاعتصام بالكتاب والسنة رقم: ١٧٩

اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والا ہوں۔

اس سے یہ واضح ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے حلت اور حرمت کی جو حد مقرر کی اس کی پابندی کرنا ہر فرد پر ضروری ہے اور ان حدود کو توڑنا یہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور شیطان کی پاسداری ہے اس لیے ہر ایمان والے کے لیے حدود اللہ سے بچنا ضروری ہے۔

عَنْ عَيَاضِ بْنِ حِمَارِ الْمُجَاشِعِيِّ رضی اللہ عنہ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ :((قَالَ ذَاتَ يَوْمٍ فِيْ خُطْبَتِهِ أَلَا إِنَّ رَبِّيْ أَمَرَنِيْ أَنْ أُعَلِّمَكُمْ مَا جَهِلْتُمْ مِمَّا عَلَّمَنِيْ يَوْمِيْ هَذَا كُلُّ مَالٍ نَحَلْتُهُ عَبْداً حَلَالٌ وَإِنِّيْ خَلَقْتُ عِبَادِيْ حُنَفَاءَ كُلَّهُمْ أَتَتْهُمُ الشَّيَاطِيْنُ فَاجْتَالَتْهُمْ عَنْ دِيْنِهِمْ وَحَرَّمَتْ عَلَيْهِمْ مَا أَحْلَلْتُ لَهُمْ وَأَمَرَتْهُمْ أَنْ يُشْرِكُوْا بِيْ.)) ❶

حضرت عیاض بن حمار المجاشعی رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک خطبہ میں ارشاد فرمایا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے میں تمھیں وہ چیزیں سکھلاؤں جن کا تم علم نہیں رکھتے اور مجھے ان کا علم آج ہی اللہ نے دیا ہے میں نے اپنے بندہ کو حلال مال عطا کیا ہے اور میں نے اپنے بندوں کو اپنی عبادت کے لیے پیدا فرمایا ہے لیکن ان کے پاس شیطان آتے ہیں اور ان کے دین سے گمراہ کرتے اور حلال مال کو حرام بناتے ہوئے بندوں کو شرک کرنے کا حکم دیتے ہیں۔

اس سے ثابت ہوتا ہے اپنی طرف سے حلال کو حرام کرنا یہ صرف شیطانی بہکاوا ہے اللہ تعالیٰ کو یہ چیز پسند نہیں۔

آیات سے جو مسائل ثابت ہوتے ہیں

۱. اللہ تعالیٰ کی محرمات کو حلال کرنا حرام ہے۔
۲. اللہ تعالیٰ کی حلال کردہ اشیا کو حرام کرنا بھی سخت منع اور حرام ہے۔
۳. قانون سازی کا حق صرف اللہ تعالیٰ کو ہے۔
۴. صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دلوں میں اللہ تعالیٰ کا خوف تھا اور وہ ہر وقت اطاعت رسول ﷺ کے لیے کمربستہ رہتے تھے۔
۵. صحابہ کرام رضی اللہ عنہم معصوم عن الخطا نہیں تھے۔

❶ صحیح مسلم باب صفات اهل الجنة واهل النار

﴿ لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا عَقَّدْتُّمُ الْاَيْمَانَ فَكَفَّارَتُهٗٓ اِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسٰكِيْنَ مِنْ اَوْسَطِ مَا تُطْعِمُوْنَ اَهْلِيْكُمْ اَوْ كِسْوَتُهُمْ اَوْ تَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ ۭ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ ۭ ذٰلِكَ كَفَّارَةُ اَيْمَانِكُمْ اِذَا حَلَفْتُمْ ۭ وَاحْفَظُوْٓا اَيْمَانَكُمْ ۭ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿٨٩﴾ ﴾

اللہ تعالیٰ تمھارا لغو اور بے فائدہ قسموں پر مؤاخذہ نہیں کریں گے لیکن جو تم پختہ قسمیں (ارادہ اور قصد کے ساتھ) اٹھاؤ ان پر تمھارا مؤاخذہ کریں گے (اگر کسی وجہ سے قسم پوری نہ ہو سکے) تو اسکا کفارہ دس مساکین کو درمیانہ کھانا کھلانا ہے جو تم اپنے اہل وعیال کو کھلاتے ہو یا دس مساکین کو لباس پہنانا یا ایک غلام آزاد کرنا جو شخص یہ چیزیں نہیں پاتا وہ تین دن کے روزے رکھے یہ تمھاری قسموں کا کفارہ ہے جب تم قسمیں اٹھاؤ اور تم اپنی قسموں کی حفاظت کرو اللہ تعالیٰ اسی طرح تمھارے لیے اپنی آیات بیان کرتے ہیں تاکہ تم شکر و کرو۔

مشکل الفاظ کے معانی

لَا يُؤَاخِذُكُمْ: وہ (اللہ تعالیٰ) تم کو سزا نہیں دیں گے۔

اللَّغْوِ: قصد اور اراہ کے بغیر اٹھائی گئی قسم۔

عَقَّدْتُّمْ: تم نے پختہ ارادہ کیا۔

اَلْاَيْمَانَ: قسم۔

مِنْ اَوْسَطِ: درمیانہ (نہ ہی سب سے اچھا اور نہ ہی ردی۔)

اَهْلِيْكُمْ: اہل وعیال۔

تَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ: غلام کا آزاد کرنا۔

يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ: اللہ تعالیٰ تمھارے لیے اپنی آیات (احکام) بیان فرماتے ہیں۔

شانِ نزول

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ ﴿يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحَرِّمُوْا طَيِّبَاتِ مَا اَحَلَّ اللّٰهُ لَكُمْ﴾ فِي الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَانُوْحَرَّمُوا النِّسَاءَ وَاللَّحْمَ عَلٰى اَنْفُسِهِمْ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَيْفَ نَصْنَعُ بِاَيْمَانِنَا الَّتِيْ حَلَفْنَا عَلَيْهَا ؟فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى ذِكْرَهٗ.[1]

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب آیت ﴿ يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحَرِّمُوْا طَيِّبَاتِ مَا اَحَلَّ اللّٰهُ لَكُمْ﴾ نازل ہوئی تو کچھ ایسے صحابہ کرام تھے جنہوں نے اپنے اوپر اپنی عورتوں اور گوشت کو حرام کرلیا تھا انہوں نے دربار رسالت ﷺ میں حاضر ہوکر سوال کیا کہ جو ہم نے قسمیں اٹھارکھی ہیں ان کا ہم کیا کریں؟ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت مبارکہ نازل فرمائی۔

آیت کی ماقبل سے مناسبت

اس آیت مبارکہ سے پہلے اللہ تعالیٰ نے حلال اشیا کو حرام کرنے سے منع فرمایا ہے تو پھر جنہوں نے ان کی حرمت کی قسمیں اٹھارکھی تھیں ان کو یہاں ان قسموں کے کفارے کا حکم دیا گیا ہے۔

التوضیح

﴿لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ وَ لٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا عَقَّدْتُّمُ الْاَيْمَانَ﴾

اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے قسم کے احکام بیان فرمائے ہیں اور ان احکام کی بنا پر قسم کی مختلف اقسام ہیں۔

قسم کی اقسام

قسم کی تین اقسام ہیں:

(۱) یمین لغو (۲) یمین منعقدہ (۳) یمین غموس

---

[1] تفسیر المنیر ۸ / ۲۰، تفسیر طبری ۷ / ۱۰

(۱) یمین لغو

وہ قسم جو انسان بغیر کسی ارادہ اور قصد کے اٹھائے۔

قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ:((هُوَ كَلَامُ الرَّجُلِ فِيْ بَيْتِهٖ كَلَّا وَاللّٰهِ وَ بَلٰى وَاللّٰهِ.))❶

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ سے بیان فرماتی ہیں کہ آدمی (بطور تکیہ کلام) اپنے گھر میں واللہ اور باللہ اس طرح کے الفاظ کہے تو اس قسم پر اللہ تعالیٰ مؤاخذہ نہیں فرمائیں گے۔

(۲) یمین منعقدہ

انسان ارادہ اور قصد کے ساتھ مستقبل میں کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے کی قسم اٹھائے اگر اس قسم کو توڑ دیا جائے تو اس کا کفارہ ہوگا۔

(۳) یمین غموس

وہ جھوٹی قسم جس کو انسان قصداً اور ارادۃً اٹھائے جو شخص یہ قسم اٹھائے اسے توبہ کرنی چاہیے اگر وہ ساتھ کفارہ ادا کرے تو بہتر ہے اور یہ قسم کبیرہ گناہوں میں سے ایک ہے۔

عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ:((اَلْكَبَائِرُ اَلْاِشْرَاكُ بِاللّٰهِ وَعُقُوْقُ الْوَالِدَيْنِ وَقَتْلُ النَّفْسِ وَالْيَمِيْنُ الْغَمُوْسُ.))❷

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''کبیرہ گناہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا اور والدین کی نافرمانی اور کسی کو ناحق قتل کرنا اور جھوٹی قسم اٹھانا ہے۔''

---

❶ سنن ابی داود کتاب الایمان و النذور باب لغو الیمین رقم: ۳۲۷۳۔
(یہ روایت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر موقوف ہے)
❷ صحیح بخاری کتاب الایمان و النذور باب الیمین الغموس رقم ۶۶۷۵۔

اللہ تعالیٰ کے نام اور اس کی صفات کی قسم اٹھانی چاہیے

عَنْ عَبْدِاللهِ بْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ اَدْرَكَ عُمَرَبْنِ الْخَطَّابِ رضی اللہ عنہ وَهُوَ يَسِيْرُ فِي الرَّكْبِ يَحْلِفُ بِاَبِيْهِ فَقَالَ:((اَلَا اِنَّ اللهَ يَنْهَاكُمْ اَنْ تَحْلِفُوْا بِآبَائِكُمْ مَنْ كَانَ حَالِفاً فَلْيَحْلِفْ بِاللهِ اَوْلِيَصْمُتْ.))❶

رسول اللہ ﷺ کی حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے دوران سفر ملاقات ہوئی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے والد کے نام کی قسم اٹھائی تو آپ ﷺ نے فرمایا خبردار اللہ تعالیٰ نے تم کو اپنے باپوں کے نام کی قسم اٹھانے سے منع کیا ہے جو شخص قسم اٹھائے وہ اللہ تعالیٰ کے نام کی قسم اٹھائے یا وہ خاموش رہے۔

اور ایک دوسری روایت میں ہے:

قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ :((مَنْ حَلَفَ مِنْكُمْ فَقَالَ فِيْ حَلْفِهِ بِاللَّاتِ فَلْيَقُلْ لَااِلٰهَ اِلَّااللهُ وَمَنْ قَالَ لِصَاحِبِهِ تَعَالَ اُقَامِرْكَ فَلْيَتَصَدَّقْ.))❷

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص قسم اٹھائے اور اس نے اپنی قسم میں لات (بت) کا نام لیا، یعنی اس نے لات کے نام کی قسم اٹھائی، پس وہ لا الہ الا اللہ کہے اور جو شخص اپنے ساتھی کو کہے تو آمیں تیرے ساتھ جوا کھیلوں تو وہ صدقہ کرے۔''

﴿فَكَفَّارَتُهٗۤ اِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسٰكِيْنَ مِنْ اَوْسَطِ مَا تُطْعِمُوْنَ اَهْلِيْكُمْ اَوْ كِسْوَتُهُمْ اَوْ تَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ﴾

اگر انسان ارادہ اور قصد کے ساتھ قسم اٹھائے اور اسے پورا نہ کر سکے بلکہ توڑ دے تو پھر اس قسم کا کفارہ ادا کرنا پڑے گا۔

کفارہ کی اقسام

جو شخص یمین منعقدہ (جو قسم ارادتاً اٹھائی جائے) کو پورا نہ کر سکے تو وہ کفارہ کی تین اقسام میں سے جس کا چاہے کفارہ ادا کرے گا۔ (۱) دس مسکینوں کو اس غذا سے کھانا کھلائے جو انسان اپنے اہل و عیال کو کھلاتا ہے۔ (۲) دس مسکینوں کو لباس

❶ صحیح بخاری کتاب الایمان والنذور باب لا تحلفوا بابائکم رقم: ٦٦٤٦، صحیح مسلم کتاب الایمان باب النھی عن الحلف بغیر اللہ تعالیٰ۔❷ صحیح بخاری کتاب الایمان والنذور باب لا یحلف باللات والعزی رقم: ٦٦٥٠، صحیح مسلم کتاب الایمان باب النھی عن الحلف بغیر اللہ تعالیٰ (الفاظ صحیح مسلم کے ہیں)

پہنائے۔(۳) غلام کو آزاد کرے۔

غلام کے آزاد کرنے میں علماء کا اختلاف

غلام کے متعلق علماء کا اختلاف ہے کہ وہ مومن ہونا چاہیے یا مطلق غلام ہو۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک مطلق غلام ہو مومن ہونے کی کوئی شرط اور قید نہیں لیکن جمہور علماء اور امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک غلام مومن ہونا چاہیے وہ اسے قتل کے کفارہ پر قیاس کرتے ہیں اور وہ یہ بھی دلیل دیتے ہیں:

عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ الْحَكَمِ رضی اللہ عنہ قَالَ اَتَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَقُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اِنَّ جَارِيَةً كَانَتْ لِيْ تَرْعٰى غَنَمًا لِّيْ فَجِئْتُهَا فَقَدْ فَقَدْتُ شَاةً مِّنَ الْغَنَمِ فَسَاَلْتُهَا عَنْهَا فَقَالَتْ اَكَلَهَا الذِّئْبُ فَاَسِفْتُ عَلَيْهَا وَكُنْتُ مِنْ بَنِيْ آدَمَ فَلَطَمْتُ وَجْهَهَا وَعَلَيَّ رَقَبَةٌ اَفَاُعْتِقُهَا فَقَالَ لَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ :((اَيْنَ اللّٰهُ ؟)) فَقَالَتْ :فِي السَّمَاءِ،فَقَالَ:((مَنْ اَنَا؟))قَالَتْ:اَنْتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ،فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ:((أَعْتِقْهَا)) وَفِيْ رِوَايَةِ مُسْلِمٍ ((فَاِنَّهَا مُؤْمِنَةٌ.))[1]

معاویہ بن حکم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے دربار رسالت ﷺ میں حاضر ہوکر درخواست کی یا رسول اللہ ﷺ! میری ایک لونڈی بکریوں کو چرا رہی تھی میں اس کے پاس گیا ایک بکری کو گم پایا میں نے اس سے بکری کے متعلق دریافت کیا اس نے کہا اسے بھیڑیا کھا گیا ہے۔ مجھے بہت افسوس ہوا میں نے اس کے چہرے پر تھپڑ مارا اور میرے ذمہ ایک غلام کو آزاد کرنا ہے۔ کیا میں اسے آزاد کردوں؟ آپ ﷺ لونڈی کی طرف متوجہ ہوئے اور اس سے سوال کیا: اللہ تعالیٰ کہاں ہیں؟ اس نے کہا آسمان میں، پھر آپ ﷺ نے سوال کیا: میں کون ہوں؟ اس نے کہا آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اسے آزاد کردے یہ مومنہ ہے۔''

﴿فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ ؕ ذٰلِكَ كَفَّارَةُ اَيْمَانِكُمْ اِذَا حَلَفْتُمْ﴾

جو شخص ان مذکورہ تین اقسام سے کفارہ ادا کرنے کی طاقت نہیں رکھتا وہ تین روزے رکھے۔

[1] مؤطا امام مالك كتاب العتق والولاء باب مايجوز من العتق في الرقاب الواجبة،صحيح مسلم كتاب المساجد باب تحريم الكلام في الصلوة رقم :٥٣٧ (الفاظ مؤطا امام مالک کے ہیں)

علماء کا اختلاف

روزوں کے مسلسل اور پے در پے رکھنے میں علماء کا اختلاف ہے۔ جیسے احناف اور حنابلہ کے نزدیک پے در پے رکھے جائیں لیکن شافعیہ اور مالکیہ کے نزدیک پے در پے رکھنے کی شرط نہیں ،انسان کو اختیار ہے مسلسل رکھنا چاہے یا درمیان میں فاصلہ کرنا چاہے تو اس کی مرضی ہے۔

راجح مسلک

ان میں راجح مسلک یہ ہے کہ کفارہ یمین کے روزے مسلسل اور پے در پے رکھے جائیں اس کی مؤید ایک غریب حدیث ہے:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ آيَةُ الْكَفَّارَاتِ قَالَ حُذَيْفَةُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ نَحْنُ بِالْخِيَارِ، قَالَ: ((اَنْتَ بِالْخِيَارِ اِنْ شِئْتَ اَعْتَقْتَ وَاِنْ شِئْتَ كَسَوْتَ وَاِنْ شِئْتَ اَطْعَمْتَ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلَاثَةِ اَيَّامٍ مُتَتَابِعَاتٍ.)) هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ جِدًّا. ❶

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب کفارہ کی آیت نازل ہوئی تو حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ سے دریافت کیا، ہمیں غلام کے آزاد کرنے اور مساکین کو کھانا کھلانے اور ان کو کپڑے پہنانے میں اختیار ہے، آپ ﷺ نے فرمایا تمھیں اختیار ہے پس جو شخص ان چیزوں سے کفارہ ادا کرنے کی طاقت نہیں رکھتا وہ پے در پے تین روزے رکھے یہ تمھاری قسموں کا کفارہ ہے جب تم قسمیں اٹھاؤ، پھر تمھیں ان کاموں میں سے کوئی ایک عمل کرنا ہوگا۔

﴿وَاحْفَظُوْۤا اَيْمَانَكُمْ﴾

جب تم قسمیں اٹھاؤ تو ان کو پورا کرو اگر تم کسی وجہ سے ان کو پورا نہیں کر سکتے تو پھر ان کا کفارہ ضرور ادا کرو اسی طرح جب انسان کسی چیز پر قسم کھالے اور بعد میں وہ قسم کے خلاف بہتر چیز دیکھے تو انسان کو چاہیے کہ وہ اس بہتر اور افضل چیز کو کرے اور اپنی قسم کو توڑ کر اس کا کفارہ ادا کرے اسی چیز کو اللہ تعالیٰ نے قسموں کی حفاظت قرار دیا ہے۔

عَنْ اَبِيْ مُوْسَى الْاَشْعَرِيِّ قَالَ اَتَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فِيْ نَفَرٍ مِّنَ الْاَشْعَرِيِّيْنَ نَسْتَحْمِلُهٗ

❶ تفسیر ابن کثیر ۲/ ۹۳

فَقَالَ:((وَاللّٰهِ لَا اَحْمِلُكُمْ ......قَالَ:((وَاللّٰهِ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ لَا اَحْلِفُ عَلٰى يَمِيْنٍ فَاَرٰى غَيْرَهَا خَيْرًا مِّنْهَا اِلَّا اَتَيْتُ الَّذِىْ هُوَ خَيْرٌ وَّتَحَلَّلْتُهَا.))❶

حضرت ابوموسٰی اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں اشعری قبیلہ کے کچھ لوگوں کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، اس وقت آپ ﷺ غصہ کی حالت میں تھے ہم نے آپ ﷺ سے کچھ اونٹ طلب کیے آپ ﷺ نے قسم اٹھا کر اونٹ دینے سے انکار کر دیا، پھر آپ ﷺ نے فرمایا اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا تو میری ہر قسم ایسی ہوگی کہ قسم کھانے کے بعد اگر میں کوئی بات اس قسم سے بہتر اور افضل پاؤں تو میں فوراً اس قسم کا کفارہ ادا کر کے بہتر اور افضل کام کروں گا۔

﴿كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ﴾

اسی طرح اللہ تعالیٰ اپنے احکام کو بڑی وضاحت اور تفصیل کے ساتھ بیان کرتے ہیں تاکہ لوگ ان احکام شرعیہ پر عمل کریں اور اللہ تعالیٰ کے انعامات کو شمار کرتے ہوئے اس کے شکر گزار بندے بن جائیں اور ہر معاملہ میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کریں۔

آیت مبارکہ سے جو مسائل ثابت ہوتے ہیں

۱. اس میں قسم کا کفارہ تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔
۲. کثرت سے قسموں کا اٹھانا مکروہ اور غیر اللہ کی قسم اٹھانا حرام ہے۔
۳. اگر انسان کسی کام پر قسم اٹھائے پھر اس کے خلاف بہتر دیکھے تو اسے افضل اور بہتر کام کرنا چاہیے اور اپنی قسم کا کفارہ ادا کرے۔
۴. قسم کی تین اقسام ہیں:

❶ یمین لغو۔ اس پر کوئی گناہ اور کفارہ نہیں۔
❷ یمین منعقدہ۔ وہ قسم جو قصداً اور ارادہ کے ساتھ اٹھائی جائے اور اس کے پورا نہ کرنے پر کفارہ ہوتا ہے۔
❸ یمین غموس۔ جھوٹی قسم اس پر توبہ کرنی چاہیے اگر توبہ کے ساتھ کفارہ ادا کر دیا جائے تو یہ افضل ہے۔

❶ صحیح بخاری کتاب الایمان والنذور باب لاتحلفوا بآبائکم رقم:٦٦٤٩

﴿يَاۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَ الْمَيْسِرُ وَ الْاَنْصَابُ وَ الْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿90﴾﴾

اے ایمان والو! شراب اور جوا اور بت اور (قسمت آزمانے کے) تیر پلید شیطانی کاموں سے ہیں تم ان سے بچو تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ۔

مشکل الفاظ کے معانی

اَلْخَمْرُ: ہر وہ چیز جو عقل کو ڈھانپ لے اور اسے زائل کر دے۔

اَلْمَيْسِرُ: جوا۔

اَلْاَنْصَابُ: یہ نصب کی جمع ہے وہ بت جو کعبہ کے گرد رکھے گئے تھے اور لوگ ان کے پاس اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کے لیے جانور ذبح کرتے تھے۔

اَلْاَزْلَامُ: یہ زلم کی جمع ہے لکڑی کے تیر نما ٹکڑے جن کے ساتھ جاہلیت میں شر سے محفوظ رہنے اور خیر کو کرنے کے لیے تفاؤل پکڑتے تھے۔

رِجْسٌ: پلید۔

مِنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ: شیطان کے مزین کیے گئے کاموں سے جن کی طرف وہ لوگوں کو گمراہ کرنے کی خاطر رغبت دلاتا ہے

فَاجْتَنِبُوْهُ: تم برے کاموں سے بچو ان کا کرنا ترک کر دو۔

تُفْلِحُوْنَ: تم دنیا اور آخرت میں سعادت حاصل کر لو۔

آیات کی ماقبل سے مناسبت

اللہ تعالیٰ نے پہلی آیات میں حلال اشیا کو حرام کرنے سے منع فرمایا ہے۔ ان آیات میں اس امر کی وضاحت فرمائی کہ شراب نوشی اور جوا وغیرہ یہ حلال اشیا میں داخل نہیں بلکہ یہ حرام اشیا میں شامل ہیں۔

شانِ نزول

عَنْ سَعْدٍ ؓ قَالَ صَنَعَ رَجُلٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ طَعَامًا فَدَعَانَا فَشَرِبْنَا الْخَمْرَ قَبْلَ اَنْ تُحَرَّمَ حَتّٰی اِنْتَشَيْنَا فَتَفَاخَرْنَا فَقَالَتِ الْاَنْصَارُ نَحْنُ اَفْضَلُ وَقَالَتْ قُرَيْشٌ نَحْنُ اَفْضَلُ فَاَخَذَ رَجُلٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ لَحْيَ جَزُوْرٍ فَضَرَبَ بِهٖ اَنْفَ سَعْدٍ فَفَزَرَهٗ وَكَانَتْ اَنْفُ سَعْدٍ مَفْزُوْرَةً فَنَزَلَتْ: ﴿اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ﴾ اِلٰى قَوْلِهٖ تَعَالٰى ﴿فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ﴾ ❶

حضرت سعد ؓ فرماتے ہیں کہ ایک انصاری نے ہماری دعوت کی ہم نے وہاں خوب شراب پی اور یہ حرمت شراب سے پہلے کا واقعہ ہے۔ جب ہم نشہ کی حالت میں دھت ہو گئے تو آپس میں فخر کرنے لگے انصار کہتے تھے کہ ہم افضل ہیں اور قریش کہتے تھے کہ ہم افضل ہیں ایک انصاری نے اونٹ کی ہڈی لے کر حضرت سعد ؓ کے ناک پر ماری اور ان کی ناک کی ہڈی ٹوٹ گئی، پھر اللہ تعالیٰ نے شراب کی حرمت نازل فرمائی۔

التوضیح

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَ الْمَيْسِرُ وَ الْاَنْصَابُ وَ الْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ﴾

اللہ تعالیٰ نے شراب، جوا، انصاب اور ازلام جو کہ جاہلیت کی زندگی کے نشانات تھے ان کو حرام قرار دیا ہے یہ چیزیں اس معاشرہ میں اس طرح سرایت کر چکی تھیں کہ معاشرہ کا جز شمار ہوتی تھیں اور ان کے درمیان گہرا ربط پایا جاتا تھا۔ لوگ شراب نوشی میں اسراف بھی کرتے اور اپنی مجالس میں اس پر فخر بھی کرتے اور اپنے اشعار میں اس کی مدح (تعریف) بھی کرتے اور ایسی مجلسوں میں جانور بھی ذبح کیے جاتے اور ان کو بھون کر حاضرین مجلس کو کھلایا جاتا اور یہ جانور انصاب یعنی بتوں کے نام پر ہی ذبح کیے جاتے اور پھر ان بتوں کے مجسموں پر ان کے خون کے چھینٹے مارے جاتے اور وہاں جوا بھی کھیلا جاتا اس معاشرہ میں یہ ایسی بری عادات تھیں جن کی وجہ سے معاشرہ کا امن تباہ و برباد ہو چکا تھا معاشرہ میں ہر طرف فتنہ اور فساد برپا تھا اسلام نے جاہلیت کی بری عادات اور رذائل کو چھیڑنے سے پہلے عقیدہ کی اصلاح اور حقیقی الٰہ کی

❶ سنن کبری بیهقی بحواله تفسیر ابن کثیر ۲ /۹۷ تفسیر سورة المائده آیت : ۹۰

پہچان کرائی جب وہ لوگ احکام شرعیہ کے سامنے اپنی پسند اور ناپسند اور اپنی رائے واختیار کو ختم کر چکے پھر اوامر اور نواہی کا سلسلہ شروع ہوا اور ان برے خصائل وعادات اور رذائل کو بتدریج حرام قرار دیا۔

شراب کی حرمت کے مراحل

شراب چونکہ لوگوں کے نفوس میں رچ اور ان کی خوراک بن چکی تھی اس لیے اس کو بتدریج چار مراحل میں حرام کیا گیا ہے۔

۱. پہلے مرحلہ میں نشہ آور چیز کو رزق حسن کے مقابلہ میں رکھا گیا تاکہ مسلمان کے ذہن اور حس میں یہ بات پیدا کی جا سکے کہ نشہ آور چیز اور ہے رزق حسن اور ہے۔

۲. دوسرے مرحلہ میں قانونی منطق کے ذریعے مسلمانوں کے نفوس میں دینی وجدان کو متحرک کیا گیا اور بتایا گیا جوئے اور شراب کا گناہ ان کے فوائد سے بڑا ہے یہ اس طرف اشارہ تھا کہ جب گناہ نفع کی نسبت بڑا ہے تو اسے ترک کر دینا چاہیے۔

۳. تیسرے مرحلہ میں شراب کی عادت کو توڑا گیا کیونکہ اوقاتِ نماز زیادہ تر ان کی شراب نوشی کے اوقات تھے اور اس مرحلہ میں فرمایا کہ تم نشہ کی حالت میں نماز کے قریب نہ جاؤ اس حکم سے شراب نوشی کے تسلسل کو توڑا گیا۔

۴. جب لوگوں کے نفوس اس کے لیے پوری طرح تیار ہو گئے اس وقت اللہ تعالیٰ نے شراب کی حرمت نازل فرما دی۔

شراب کی تعریف

شراب (خمر) کی تعریف میں اختلاف ہے، احناف خمر صرف اس شراب کو کہتے ہیں جو انگور سے بنائی جائے۔

لیکن جمہور محدثین کے نزدیک "اَلْخَمْرُ اِسْمٌ لِّكُلِّ مَاخَامَرَ الْعَقْلَ وَغَلَبَهُ." [1]

خمر ہر اس چیز کا نام ہے جو عقل پر غالب آ جائے اور اسے ڈھانپ لے۔

ملاحظہ

خمر کی تعریف میں اختلاف لفظ خمر کے لغوی معنیٰ کی بنا پر ہے، حالانکہ خمر کی صحیح تعریف وہی ہے جو جمہور نے کی ہے کیونکہ اس تعریف کے درست ہونے کی حدیث میں صراحت موجود ہے، اس لیے جیسے لفظ صوم، صلوۃ، حج، زکوۃ میں ان کا شرعی معنی لیا جاتا ہے اسی طرح احکام شرعیہ میں لفظ خمر کے شرعی معنی ہی مراد لیے جائیں گے۔

---

[1] ایسر التفاسیر ۱ / ۱۱

عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ:((اِنَّ مِنَ الْحِنْطَةِ خَمْرًا وَّمِنَ الشَّعِيْرِ خَمْرًا وَّمِنَ التَّمْرِ خَمْرًا وَّمِنَ الزَّبِيْبِ خَمْرًا وَّمِنَ الْعَسَلِ خَمْرًا.))[1]

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: گندم، جو، کھجور، انگور اور شہد سے شراب بنائی جاتی ہے۔

ملاحظہ

نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کی روایت میں ایک راوی ابراہیم بن المہاجر ہیں ان کو بعض علماء نے ضعیف قرار دیا ہے لیکن امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے ان کو ناقابل اعتراض ٹھہرایا ہے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: قَالَ الثَّوْرِيُّ وَاَحْمَدُ ابْنُ حَنْبَلٍ لَابَأْسَ بِهٖ."[2]

شراب کی تجارت

عَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ رضی اللہ عنہ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَخْطُبُ بِالْمَدِيْنَةِ قَالَ: ((يَاَيُّهَاالنَّاسُ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يُعَرِّضُ بِالْخَمْرِ وَلَعَلَّ اللّٰهُ سَيُنْزِلُ فِيْهَا اَمْرًا فَمَنْ كَانَ عِنْدَهٗ مِنْهَا شَيْءٌ فَلْيَبِعْهُ وَلْيَنْتَفِعْ بِهٖ))قَالَ:فَمَا لَبِثْنَا اِلَّا يَسِيْرًا حَتّٰى قَالَ النَّبِيُّ ﷺ:((اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى حَرَّمَ الْخَمْرَ فَمَنْ اَدْرَكَتْهُ هٰذِهِ الْاٰيَةُ وَعِنْدَهٗ مِنْهَا شَيْءٌ فَلَا يَشْرَبْ وَلَايَبِعْ)) قَالَ فَاسْتَقْبَلَ النَّاسُ بِمَا كَانَ عِنْدَ هُمْ مِّنْهَا فِيْ طَرِيْقِ الْمَدِيْنَةِ فَسَفَكُوْهَا.[3]

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ (جب نماز کے اوقات کے علاوہ شراب نوشی جائز تھی تو شراب کے نشہ میں طرح طرح کے جھگڑے ہوتے تو) رسول اللہ ﷺ نے مدینہ منورہ میں خطبہ ارشاد فرماتے ہوئے فرمایا: ''جس کے پاس شراب موجود ہے وہ اسے فروخت کر دے یا اس سے کوئی فائدہ اٹھا لے عنقریب اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے متعلق کوئی قطعی حکم نازل ہونے والا ہے۔'' پھر کچھ دنوں بعد اللہ تعالیٰ نے (شراب کی قطعی حرمت) نازل فرما دی تو رسول

---

1. سنن ترمذی ابواب المشروبات باب ماجاء في الحبوب التي يتخذ منها الخمر رقم: ۱۹۵۰۔
2. تهذيب التهذيب ۱ / ۱۶۷۔
3. صحيح مسلم كتاب المساقات والمزارعة باب تحريم البيع الخمر۔

اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اب جس کے پاس شراب ہے وہ اسے فروخت نہیں کرسکتا اور نہ ہی اس کو پی سکتا ہے۔'' پس لوگوں کے پاس جو شراب تھی وہ انہوں نے مدینہ کی گلیوں میں بہادی۔

شراب پینے اور پلانے والے پر وعید

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((لَعَنَ اللّٰهُ الْخَمْرَ وَشَارِبَهَا وَسَاقِيَهَا وَبَائِعَهَا وَمُبْتَاعَهَا وَعَاصِرَهَا وَمُعْتَصِرَهَا وَحَامِلَهَا وَالْمَحْمُوْلَةَ اِلَيْهِ.)) ❶

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے شراب، شراب پینے اور پلانے والے، اس کی خرید وفروخت کرنے والے، اس کو تیار کرنے اور کروانے والے، اس کو اٹھانے والے اور جس کے لیے اٹھائی جائے سب پر لعنت کی ہے۔''

حدِ خمر

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ ﷺ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ اُتِيَ بِرَجُلٍ قَدْ شَرِبَ الْخَمْرَ فَجَلَدَ بِجَرِيْدَتَيْنِ نَحْوَ اَرْبَعِيْنَ قَالَ فَعَلَهُ اَبُوْ بَكْرٍ فَلَمَّا كَانَ عُمَرُ اِسْتَشَارَ النَّاسَ فَقَالَ عَبْدُالرَّحْمٰنِ اَخَفُّ الْحُدُوْدِ ثَمَانِيْنَ فَاَمَرَ بِهِ عُمَرُ ❷

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک شخص لایا گیا جس نے شراب پی تھی آپ ﷺ نے اسے دو چھڑیوں سے چالیس مار ماریں، پھر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے بھی اسی طرح ہی کیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے (جب لوگ کچھ عادی ہو گئے) لوگوں سے مشورہ کیا اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے مشورہ کے مطابق ۸۰ کوڑے سزا مقرر کر دی۔

ایک دوسری روایت میں ہے خلافت عثمانی میں ایک شرابی کو عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ نے کوڑے لگائے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کا شمار کیا جب چالیس کوڑے ہو گئے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم رک جاؤ پھر فرمایا:

((جَلَدَ النَّبِيُّ ﷺ اَرْبَعِيْنَ وَاَبُوْ بَكْرٍ اَرْبَعِيْنَ وَعُمَرَ ثَمَانِيْنَ وَكُلٌّ سُنَّةٌ هٰذَا اَحَبُّ اِلَيَّ))

رسول اللہ ﷺ نے اور ابوبکر رضی اللہ عنہ نے شرابی کو چالیس کوڑے لگائے ہیں اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ۸۰ کوڑے لگائے

---

❶ سنن ابی داود کتاب الاشربة باب العصير للخمر رقم: ٣٦٧٤۔

❷ صحيح مسلم كتاب الحدود باب حد الخمر.

ہیں اور یہ سب سنت ہے لیکن مجھے یہی (چالیس کوڑے) پسند ہیں۔ ❶

ان احادیث سے معلوم ہوا شرابی کی ادنیٰ (کم) حد چالیس کوڑے ہے اور زیادہ سے زیادہ ۸۰ کوڑے ہیں ۸۰ کوڑوں سے زیادہ نہیں لگائے جا سکتے۔

جوئے کی حرمت

اللہ تعالیٰ نے جوئے کو بھی حرام قرار دیا ہے کیونکہ اس سے بھی اس معاشرہ کا امن تباہ اور فساد برپا ہوتا تھا حالانکہ اسلام کی منشاء اس زمین میں امن کا قیام ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔ "اَلشَّطْرَنْجُ مِنَ الْمَيْسِرِ" ❷

کہ شطرنج بھی جوئے کی قسم ہے، حتی کہ بچوں کا اخروٹوں کے ساتھ کھیلنا بھی اسی قبیل سے ہے کیونکہ یہ اشیا انسان کو اللہ تعالیٰ کے ذکر اور نماز کی ادائیگی سے غافل کرتی ہیں۔

الانصاب : یہ نصب کی جمع ہے اور یہ وہ پتھر ہیں جن کو مشرکین نے بیت اللہ کے اردگرد نصب کر رکھا تھا اور مشرکین ان کے سامنے اپنے جانور ذبح کرتے اور ان پر جانوروں کا خون چھڑکتے اور گوشت کا بتوں کے نام پر چڑھاوا چڑھاتے۔ اللہ تعالیٰ نے ایمانداروں کو ایسا کرنے سے منع فرمایا ہے اگرچہ ذبح کرتے وقت اللہ تعالیٰ کا نام لیا جائے۔

الازلام : یہ زلم کی جمع ہے اور زلم بن پھالے تیر کو کہتے ہیں لوگ ان کے ذریعہ اپنی قسمت معلوم کرتے۔

﴿ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴾

ان امور کو اللہ تعالیٰ نے رجس (پلید) فرما کر ان سے دور رہنے کا حکم دیا ہے اور اجتناب کا حکم مطلق ہے (اس سے ہر قسم کا فائدہ اٹھانا) منع ہے حتی کہ اسکو بطور دوا بھی استعمال نہیں کر سکتا۔

طارق بن سوید الجعفی رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کی:

اِنَّمَا اَصْنَعُهَا لِلدَّوَآءِ فَقَالَ: ((اِنَّهٗ لَيْسَ بِدَوَآءٍ وَلٰكِنَّهٗ دَآءٌ.)) ❸

کہ میں شراب کی دوا تیار کرتا ہوں آپ ﷺ نے فرمایا: "یہ دوا نہیں بلکہ یہ بیماری ہے۔"

---

❶ صحیح مسلم کتاب الحدود باب حد الخمر
❷ تفسیر المنیر ۳۹/۷
❸ صحیح مسلم کتاب الاشربہ تحریم التداوی بالخمر

﴿اِنَّمَا يُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّوْقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَ الْبَغْضَآءَ فِي الْخَمْرِ وَ الْمَيْسِرِ وَ يَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَ عَنِ الصَّلٰوةِ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ (91) وَ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَ احْذَرُوْا فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا عَلٰى رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ (92) لَيْسَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جُنَاحٌ فِيْمَا طَعِمُوْٓا اِذَا مَا اتَّقَوْا وَّ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ثُمَّ اتَّقَوْا وَّ اٰمَنُوْا ثُمَّ اتَّقَوْا وَّ اَحْسَنُوْا وَ اللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ (93)﴾

شیطان تو یوں چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے ذریعے تمھارے درمیان عداوت اور بغض واقع کر دے اور وہ تم کو اللہ تعالیٰ کی یاد اور نماز سے غافل کر دے سو تم اب بھی باز آ جاؤ اور تم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرتے رہو اور تم ڈرتے رہو اگر تم اعراض کرو گے تو تم جان لو ہمارے رسول ﷺ کے ذمہ صرف پیغام پہنچا دینا ہے ایسے لوگوں پر جو کہ ایمان رکھتے ہوں اور نیک کام کرتے ہوں۔ اس چیز میں کوئی گناہ نہیں جس کو وہ کھاتے پیتے ہوں جبکہ وہ لوگ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے اور اس کے ساتھ ایمان رکھتے اور نیک کام کرتے ہوں، پھر پرہیز گاری کرتے ہوں اور ایمان رکھتے ہوں، پھر پرہیز گاری کرتے ہوں اور خوب نیک عمل کرتے ہوں، اللہ تعالیٰ نیکی کرنے والوں سے محبت رکھتے ہیں۔

مشکل الفاظ کے معانی

يُرِيْدُ : وہ (شیطان) ارادہ کرتا ہے۔

يُوْقِعَ : وہ واقع کر دے۔

يَصُدَّكُمْ : وہ (شیطان) تم کو پھیر دے یا روک دے۔

مُنْتَهُوْنَ: رکنے والے، باز رہنے والے۔

جُنَاحٌ : گناہ۔

طَعِمُوْٓا : انہوں نے تحریم سے قبل جو شراب پی اور جوا کے مال سے کھایا ہے۔

اِذَامَا اتَّقَوْا: جب وہ محرمات سے بچیں۔

ثُمَّ اتَّقَوْا وَّاٰمَنُوْا: وہ ایمان اور تقویٰ پر قائم رہے۔

اَحْسَنُوْا: انہوں نے اعمال صالحہ کیے۔

التوضیح

﴿اِنَّمَا يُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّوْقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَ الْبَغْضَآءَ فِي الْخَمْرِ وَ الْمَيْسِرِ وَ يَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَ عَنِ الصَّلٰوةِ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ﴾

اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے شیطانی ہدف اور اس کی خفیہ تدابیر کو واضح کیا ہے کہ شیطان شراب اور جوئے کے ذریعہ کس طرح مسلمانوں کی صفوں میں بغض وعناد اور عداوت پیدا کرتا ہے اور ان کے ذریعہ ایمانداروں کو اللہ تعالیٰ کے ذکر اور نماز کی ادائیگی سے روکتا ہے کیونکہ شراب حواس انسانی کو مفقود، خون اور گوشت میں جوش پیدا کرتی اور حیوانی جذبات واحساسات کو ابھارتی ہے اسی طرح جوا سے لوگوں کے دلوں میں احساس محرومی اور کینہ وخسارے کی شدت کا غم والم پیدا ہوتا ہے، ہارنے والا جب جیتنے والے کو اپنی آنکھوں کے سامنے اپنے مال پر قابض دیکھتا ہے تو اس کا دل کینہ سے بھر جاتا ہے اور وہ اپنے مخالف کو کامیاب اور خود کو ناکام تصور کرتا ہے تو اس صورت حال کا فطری نتیجہ بغض وعداوت اور کینہ کی صورت میں نکلتا ہے اگرچہ ان کے ظاہری حالات لوگوں کو فریب میں ہی کیوں نہ مبتلا کریں۔

شراب میں نسیان اور جوئے میں غافل کرنے کی خاصیت موجود ہے اور شرابی لوگ جتنے غیر حاضر دماغ ہوتے ہیں جوئے باز کوئی اس سے کم نہیں ہوتے اور یہ لوگ اپنی ہی دنیا میں مگن اور دنیا سے بے خبر ہوتے ہیں جوئے اور شراب نوشی کی وجہ سے معاشرہ کے اندر برائی اور فساد جنم لیتا ہے اور شراب انسانی صحت کے لیے بھی انتہائی مضر ہے۔

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کا قول ہے:

((اِجْتَنِبُوا الْخَمْرَ فَاِنَّهَا اُمُّ الْخَبَائِثِ.)) [1]

تم شراب نوشی سے بچو کیونکہ وہ تمام برائیوں کی جڑ ہے یعنی تمام برائیاں شراب نوشی سے ہی جنم لیتی ہیں۔

[1] سنن نسائی کتاب الاشربه باب ذكر الاثام المتولدة عن شرب الخمر رقم: ٥٦٦٩۔

شراب نوش جنت میں داخل نہیں ہوگا

عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ: ((لَا یَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنَّانٌ وَلَا عَاقٌ وَلَا مُدْمِنُ خَمْرٍ.)) ❶

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جنت میں تین آدمی داخل نہیں ہوں گے۔ (۱) احسان کر کے جتلانے والا، (۲) والدین کی نافرمانی کرنے والا، (۳) شراب نوشی کرنے والا۔

شیطان لوگوں کو فتنہ میں مبتلا کرتا ہے

عَنْ جَابِرٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ: ((اِنَّ اِبْلِیْسَ یَضَعُ عَرْشَهٗ عَلَی الْمَاءِ ثُمَّ یَبْعَثُ سَرَایَا فَاَدْنَاهُمْ مِّنْهُ مَنْزِلَةً اَعْظَمُهُمْ فِتْنَةً یَجِیْئُ اَحَدُهُمْ فَیَقُوْلُ فَعَلْتُ کَذَا وَکَذَا فَیَقُوْلُ مَاصَنَعْتَ شَیْئًا قَالَ ثُمَّ یَجِیْءُ اَحَدُهُمْ فَیَقُوْلُ مَا تَرَکْتُهٗ حَتّٰی فَرَّقْتُ بَیْنَهٗ وَبَیْنَ اِمْرَاَتِهٖ قَالَ فَیُدْنِیْهِ مِنْهُ وَیَقُوْلُ نِعْمَ اَنْتَ.)) ❷

حضرت جابر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ابلیس اپنا تخت پانی کے اوپر لگا کر شیاطین کے گروہ لوگوں کی طرف ان کو بہکانے کے لیے روانہ کرتا ہے۔ ان شیاطین سے اس کے زیادہ قریب وہ شیطان ہوتا ہے جو لوگوں کو زیادہ فتنہ میں مبتلا کرے، ان میں سے ہر ایک اس کو بتلاتا ہے کہ میں نے اس طرح کیا اس طرح کیا وہ جواباً کہتا ہے تو نے کچھ بھی نہیں کیا پھر ایک شیطان اس کو خبر دیتا ہے کہ میں نے خاوند اور بیوی کے درمیان جدائی ڈلوائی ہے تو ابلیس اسے اپنے قریب کر کے کہتا ہے تو نے بہت اچھا کام سرانجام دیا ہے۔''

اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے برے کاموں اور باہمی دشمنی وعداوت اور ذکر الٰہی سے غفلت کو شیطان کا ارادہ قرار دیا ہے پھر اس کا مفہوم یہ ہوا کہ شیطان شراب کے نشہ اور جوئے کی دھن میں مبتلا کر کے لوگوں کی آنکھوں پر ایسا پردہ ڈال دیتا ہے کہ لوگ برے کاموں کو برا نہیں سمجھتے بلکہ برائی کو نیکی جان کر کیے جاتے ہیں اس لیے اللہ تعالیٰ نے برے کاموں کو ترک کرنا طلب کیا ہے۔

❶ سنن نسائی کتاب الأشربة باب الروایة فی المدمنین فی الخمر رقم: ٥٦٧٦۔

❷ صحیح مسلم کتاب صفة القیامة والجنة والنار باب تحریش الشیطان وبعثه سرایاه لفتنة الناس ..رقم: ٥٠٣١

﴿ وَ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاحْذَرُوْا ۚ فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا عَلٰى رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴾

اللہ تعالیٰ نے شراب اور جوئے کی حرمت میں تاکید اور اس کی وعید میں سختی فرماتے ہوئے حکم دیا ہے کہ تم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرو، شراب، جوا اور دوسری محرمات سے اجتناب کرو اور تم اس عذاب سے ڈرتے رہو جو تم کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی مخالفت کے بدلہ میں دیا جائے گا۔

پھر فرمایا اگر تم نے میرے احکامات سے منہ پھیر لیا ان پر عمل نہ کیا تو تم پر حجت قائم ہوگئی اور میرے رسول ﷺ کا کام صرف تم تک احکامات کو پہنچا دینا ہے اس کے بعد پھر تمھارا کوئی عذر قبول نہیں ہوگا۔

﴿ لَيْسَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جُنَاحٌ فِيْمَا طَعِمُوْٓا اِذَا مَا اتَّقَوْا وَّ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ثُمَّ اتَّقَوْا وَّ اٰمَنُوْا ثُمَّ اتَّقَوْا وَّ اَحْسَنُوْا ؕ وَ اللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ﴾

شراب کی حرمت کے بعد بعض صحابہ کے ذہن میں یہ بات آئی کہ ہمارے کئی ساتھی اس کی تحریم سے قبل جنگوں میں شہید ہو چکے ہیں یا وہ وفات پا چکے ہیں جبکہ وہ شراب نوشی اور جوا کھیلا کرتے تھے۔ اس شبہ کا ازالہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت مبارکہ میں کیا ہے کہ کسی چیز کی حرمت شرعی حکم سے ہی ہوتی ہے اور اس کے بغیر کسی چیز کی حرمت ثابت نہیں ہوتی، کیونکہ حکم دینا اور کسی چیز کا فیصلہ کرنا یہ شرعی نص کا کام ہوتا ہے جو لوگ شراب اور جوئے کی حرمت سے پہلے فوت ہوئے اور شراب ان کے پیٹوں میں تھی ان پر کوئی گناہ نہیں کیونکہ انہوں نے کسی حرام چیز کا ارتکاب اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کی، ان کے دلوں میں اللہ تعالیٰ کا خوف موجود تھا وہ اعمال صالحہ کرتے ہوئے اپنی نیتوں پر اللہ تعالیٰ کو مطلع سمجھتے تھے جس کا یہ حال ہو وہ کسی حرام چیز کو استعمال نہیں کرتا اور نہ ہی کسی معصیت کا ارتکاب کرتا ہے۔

قانون کی پابندی عبودیت کا تقاضا ہے

قانون الٰہی پر عمل کرنا عبودیت پر مبنی ہوتا ہے اور عبودیت کا اظہار اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے ہوگا اور اسی کو اسلام کے نام سے موسوم کیا گیا ہے یعنی جب اللہ تعالیٰ نے کسی چیز کو کرنے کا حکم دیا یا اس سے منع فرمایا تو انسان اسے فوراً تسلیم کر لے، اگر انسان فیصلہ اپنی عقل پر چھوڑ دے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ قانون الٰہی میں آخری فیصلہ انسان کے ہاتھ میں

ہے جب ایسا ہوا تو الوہیت کیسی اور عبودیت کیسی

ملاحظہ

اس آیت مبارکہ میں لفظ تقویٰ تین مرتبہ ذکر کیا گیا ہے۔

١. ایمان اور اعمال صالحہ کے ساتھ تقویٰ کو بیان فرما کر اللہ تعالیٰ کے حکم کی قبولیت اور اس کی تصدیق اور اسے دین قرار دیا گیا ہے۔

٢. تقویٰ کو صرف لفظ ایمان کے ساتھ اس لیے بیان فرمایا ہے کہ تصدیق پر ثابت قدمی دکھائی جائے۔

٣. تقویٰ کو احسان کے ساتھ بیان فرما کر لوگوں پر ظلم نہ کرنا اور اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنا مراد لیا گیا ہے۔

آیات سے جو مسائل ثابت ہوتے ہیں

١. شراب نوشی، اس کی تجارت، جوا کھیلنا، بتوں کی تعظیم کرنا اور تیروں کے ساتھ قسمت آزمائی کرنا حرام ہے۔

٢. شراب کی حد چالیس کوڑوں سے لیکر ٨٠ تک ہے۔

٣. ہر نشہ آور چیز حرام ہے۔

٤. نشہ آور چیز سے ہر قسم کا فائدہ اٹھانا حرام ہے۔

٥. حرمت شراب بتدریج ہوئی۔

٦. شراب اور جوا انسان کو اللہ تعالیٰ کے ذکر اور نماز سے غافل کرتے ہیں۔

٧. شراب اور جوا لوگوں کے درمیان عداوت اور بغض کا سبب بنتا ہے۔

٨. ہر ایمان والے پر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت اور ان کی نافرمانی سے بچنا واجب ہے۔

٩. ہر انسان پر تقویٰ اختیار کرنا واجب ہے۔

١٠. کسی فعل کی حرمت سے قبل اس کے مرتکب پر مؤاخذہ نہیں ہوگا۔

﴿يَاۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَيَبْلُوَنَّكُمُ اللّٰهُ بِشَيْءٍ مِّنَ الصَّيْدِ تَنَالُهٗۤ اَيْدِيْكُمْ وَ رِمَاحُكُمْ لِيَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ يَّخَافُهٗ بِالْغَيْبِ فَمَنِ اعْتَدٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَلَهٗ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿94﴾ يَاۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْتُلُوا الصَّيْدَ وَ اَنْتُمْ حُرُمٌ ؕ وَ مَنْ قَتَلَهٗ مِنْكُمْ مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآءٌ مِّثْلُ مَا قَتَلَ مِنَ النَّعَمِ يَحْكُمُ بِهٖ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ هَدْيًۢا بٰلِغَ الْكَعْبَةِ اَوْ كَفَّارَةٌ طَعَامُ مَسٰكِيْنَ اَوْ عَدْلُ ذٰلِكَ صِيَامًا لِّيَذُوْقَ وَبَالَ اَمْرِهٖ ؕ عَفَا اللّٰهُ عَمَّا سَلَفَ ؕ وَمَنْ عَادَ فَيَنْتَقِمُ اللّٰهُ مِنْهُ ؕ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ ذُو انْتِقَامٍ ﴿95﴾﴾

اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ تمھیں اس شکار سے آزمائیں گے جس تک تمھارے ہاتھ اور نیزے پہنچ جائیں تا کہ اللہ تعالیٰ یہ ظاہر کر دے کہ اسے دیکھے بغیر کون اس کا خوف رکھتے ہیں جو حد سے تجاوز کرے گا اس کے لیے دردناک عذاب ہے ۔اے ایمان والو! احرام کی حالت میں شکار کو قتل مت کرو تم میں سے جس نے اس کو عمداً قتل کیا تو وہ اس کی طرح جزا دے جس طرح کا جانور اس نے قتل کیا ہے اس کا فیصلہ تم میں سے دو عادل شخص کریں گے اس حال میں کہ قربانی ہو بیت اللہ تک جانے والی یا مسکینوں کو کھانا کھلانا یا اس کے برابر روزے رکھے تا کہ وہ اپنے کام کی سزا بھگتے جو اس سے پہلے ہو چکا ہے اللہ تعالیٰ نے اسے معاف کیا اور جو اب ایسا کرے گا اللہ تعالیٰ اسے سزا دے گا، اللہ تعالیٰ غالب ہیں سزا دینے والے ہیں۔

مشکل الفاظ کے معانی

لَيَبْلُوَنَّكُمْ : تا کہ وہ (اللہ تعالیٰ) تم کو آزمائیں۔

تَنَالُهٗۤ اَيْدِيْكُمْ : اس کو تمھارے ہاتھ پکڑ لیں (پرندے کا انڈہ یا بچہ وغیرہ۔)

رِمَاحُكُمْ: رماح کا واحد رمح ہے یعنی تمہارے نیزے۔

لِيَعْلَمَ اللّٰهُ: تا کہ اللہ تعالیٰ ظاہر فرما دیں جس نے حد سے تجاوز کی (شکار کی ممانعت کے بعد پھر شکار کیا۔)

اَنْتُمْ حُرُمٌ: جب تم (حج یا عمرہ کا) احرام باندھنے والے ہو۔

مِنَ النَّعَمِ: چوپاؤں سے (اونٹ بکری گائے وغیرہ۔)

ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ : اہل علم سے دو آدمی جو صاحب عدالت ہوں۔

وَبَالَ اَمْرِہٖ: اپنے فعل (گناہ) کی سزا۔

سَلَفَ: جو پہلے گزرا ہے۔

شانِ نزول

اَخْرَجَ ابْنُ اَبِیْ حَاتِمٍ فِیْ سَبَبِ نُزُوْلِ هٰذِهِ الْاٰیَةِ عَنْ مَقَاتِلٍ اَنَّهَا نَزَلَتْ فِیْ عُمْرَةِ الْحُدَیْبِیَّةِ حَیْثُ اِبْتَلَاهُمُ اللّٰهُ بِالصَّیْدِ وَهُمْ مُحْرِمُوْنَ فَكَانَتِ الْوُحُوْشُ تَغَشَّاهُمْ فِیْ رِحَالِهِمْ وَكَانُوْا مُتَمَكِّنِیْنَ مِنْ صَیْدِهَا اَخْذًا بِاَیْدِیْهِمْ وَطَعْنًا بِرِمَاحِهِمْ وَذٰلِكَ قَوْلُهٗ تَعَالٰی ﴿تَنَالُهٗ اَیْدِیْكُمْ وَرِمَاحُكُمْ﴾ فَهَمُّوْا بِاَخْذِهَا فَنَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰیَةُ ❶

مقاتل بن حبان رحمہ اللہ فرماتے ہیں صلح حدیبیہ کے سال جب مسلمان عمرہ کی غرض سے احرام باندھ کر سفر پر روانہ ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کو شکار کے ساتھ اس طرح آزمایا کہ دوران سفر بہت سے جنگلی جانوران کو نظر آئے گویا کہ وہ خیموں میں داخل ہوگئے اور لوگ ان کو ہاتھوں کے ساتھ پکڑنے اور نیزوں سے شکار کرنے کی قدرت رکھتے تھے اور لوگوں نے شکار کو پکڑنے کا ارادہ بھی کر لیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

آیات کی ماقبل سے مناسبت

اللہ تعالیٰ نے پہلی آیتوں میں طیبات اور حلال اشیا کا ذکر فرمایا اور ان سے شراب اور جوئے کو جدا کر دیا جس سے وہ بھی محرمات میں شامل ہوگئے، پھر اللہ تعالیٰ نے احرام کی حالت میں شکار کرنے سے منع فرما کر تنبیہ کی کہ حالت احرام میں شکار کرنا بھی حرام ہے اور اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو اس سے منع فرمایا ہے۔

التوضیح

﴿یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَیَبْلُوَنَّكُمُ اللّٰهُ بِشَیْءٍ مِّنَ الصَّیْدِ تَنَالُهٗٓ اَیْدِیْكُمْ وَ رِمَاحُكُمْ لِیَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ یَّخَافُهٗ بِالْغَیْبِ﴾

❶ تفسیر المنیر ٧/ ٥٠

اللہ تعالیٰ کا دستور ہے کہ وہ بسا اوقات اپنے بندوں کو مختلف طریقوں سے آزماتے ہیں، اسی طرح امت محمدیہ سے قبل بنی اسرائیل کی بھی شکار کے ساتھ ہی آزمائش کی گئی لیکن وہ ناکام رہے، اس کے بعد امت محمدیہ کو بھی احرام کی حالت میں شکار کرنے سے منع کر کے آزمایا گیا لیکن امت محمدیہ اس ابتلا میں کامیاب رہی، پھر اللہ تعالیٰ نے اس امت کو زمین پر اتنا تسلط اور اقتدار عطا فرمایا جو اس سے پہلے کسی امت کو نہیں دیا گیا، یہ وہ ایام تھے کہ جب یہ امت حقیقتاً مسلم تھی اور وہ اس بات کا یقین رکھتی تھی کہ اسلام کا مقصد یہ ہے کہ انسانی زندگی اس کے سنہری اصولوں کے مطابق بسر ہو اور ان کو اس بات کا بھی علم تھا کہ اللہ تعالیٰ کی عظیم امانت ان کے سپرد کی گئی ہے، وہ اس امانت کی ادائیگی میں کوئی کسر نہیں چھوڑے گا۔

ابتلاء کی حکمت

شکار عربوں کی معاش کا ایک اہم جز تھا اس لیے حالت احرام میں اس کی ممانعت کر کے ان کا امتحان لیا گیا۔ خاص ایسے موقعہ پر کہ جب شکار کثرت کے ساتھ صحابہ کرام ﷺ کے قریب آتا ایسے موقعہ پر شکار سے اس لیے روک دیا تا کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو ظاہر فرمادیں جو اللہ تعالیٰ کو دیکھے بغیر ہی اس کا خوف اپنے دلوں میں رکھتے ہیں ایک مسلمان کا اللہ تعالیٰ کو بغیر دیکھے اپنے دل میں اس کا خوف پیدا کر لینا ہی اسلامی عقیدہ کی بنیاد ہے اور اسی مضبوط بنیاد پر عقائد کی عمارت استوار ہوتی ہے اور یہی اسلامی تربیت کا پہلا زینہ ہے۔

﴿فَمَنِ اعْتَدٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَلَهٗ عَذَابٌ اَلِيْمٌ﴾

جو شخص اللہ تعالیٰ کو دیکھے بغیر اس کا خوف اپنے دل میں پیدا نہیں کرتا اس نے اپنی حدود سے تجاوز کیا ہے اور حد سے تجاوز کرنے والا سزا کا مستحق ہوتا ہے۔

تعدی کا مفہوم یہ ہے کہ ایمان بالغیب کو پس پشت ڈال کر اوامر ونواہی کو نظرانداز کر دیا جائے۔

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْتُلُوا الصَّيْدَ وَ اَنْتُمْ حُرُمٌ﴾

اے ایمان والو! تم احرام کی حالت میں خشکی کا شکار مت کرو اور نہ ہی تم اس شکار پر کسی کے ساتھ تعاون کرو اور اسی طرح حدود حرم (مکی ہوں یا مدنی) میں بھی شکار کرنا حرام ہے۔ حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ حَتّٰى اِذَا كُنَّا بِالْقَاحَةِ فَمِنَّا الْمُحْرِمُ وَمِنَّا غَيْرُ الْمُحْرِمِ

اِذْ بَصَرْتُ اَصْحَابِیْ یَتَرَآؤُوْنَ شَیْئًا فَنَظَرْتُ فَاِذَا حِمَارُ وَحْشٍ فَاَسْرَجْتُ فَرَسِیْ وَاَخَذْتُ رُمْحِیْ ثُمَّ رَکِبْتُ فَسَقَطَ مِنِّیْ سَوْطِیْ فَقُلْتُ لِاَصْحَابِیْ وَکَانُوْا مُحْرِمِیْنَ نَاوِلُوْنِی السَّوْطَ فَقَالُوْا: وَاللّٰهِ لَا نُعِیْنُكَ عَلَیْهِ بِشَیْءٍ ،فَنَزَلْتُ فَتَنَاوَلْتُهُ ثُمَّ رَکِبْتُ فَاَدْرَکْتُ الْحِمَارَ مِنْ خَلْفِهٖ وَهُوَ وَرَآءَ اَکَمَهٖ فَطَعَنْتُهُ بِرُمْحِیْ فَعَقَرْتُهُ فَاَتَیْتُ بِهٖ اَصْحَابِیْ فَقَالَ بَعْضُهُمْ: کُلُوْهُ، وَقَالَ بَعْضُهُمْ: لَا تَأْکُلُوْهُ،وَکَانَ النَّبِیُّ ﷺ اَمَامَنَا فَحَرَّکْتُ فَرَسِیْ فَاَدْرَکْتُهُ فَقَالَ:((هُوَ حَلَالٌ فَکُلُوْهُ.))❶

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم مدینہ سے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نکلے جب ہم القاحہ وادی میں پہنچے تو بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے احرام باندھ لیا اور بعض بغیر احرام کے تھے میرے ساتھی ایک ہرن کی طرف دیکھ رہے تھے میں نے اپنے گھوڑے پر زین ڈال کر اپنا نیزہ پکڑا اور اس پر سوار ہو گیا، اچانک میرے ہاتھ سے میرا کوڑا گر گیا میں نے اپنے ساتھیوں سے اس کا پکڑانا طلب کیا جو کہ حالت احرام میں تھے انہوں نے کوڑا پکڑانے سے انکار کر دیا۔ میں نیچے اترا اور کوڑا پکڑ کر دوبارہ گھوڑے پر سوار ہوا اس وقت ہرن ایک ٹیلہ کے پیچھے تھا میں نے اس کو نیزہ مارا اور اس کی پچھلی ٹانگ کاٹ دی اس کو میں اپنے ساتھیوں کے پاس لایا بعض نے کہا تم اسے کھالو اور بعض نے انکار کر دیا اس وقت رسول اللہ ﷺ ہمارے کچھ آگے تھے میں نے گھوڑا دوڑایا اور آپ سے اس کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے فرمایا: ''یہ حلال ہے تم اس کو کھالو۔''

محرم کا شکار کی طرف اشارہ کرنا

حالت احرام میں جس طرح شکار کرنا حرام ہے اسی طرح ہی شکاری کے ساتھ ہر قسم کا تعاون کرنا اور شکار کی طرف اشارہ کرنا بھی حرام ہے، کیونکہ آپ ﷺ کی خدمت میں جب مذکورہ ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کا قضیہ پیش کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا:((اَمِنْکُمْ اَحَدٌ اَمَرَهٗ اَنْ یَّحْمِلَ عَلَیْهَا اَوْ اَشَارَ اِلَیْهَا؟)) ❷

❶ صحیح بخاری کتاب الجزاالصید باب لایعین المحرم الحلال فی قتل الصید رقم:۱۸۲۳، صحیح مسلم کتاب الحج باب تحریم الصید الماکول البری علی المحرم. ❷صحیح مسلم(حوالہ مذکورہ)

کیا تم سے کسی نے اس کو شکار کا حکم دیا ہو یا شکار کی طرف اشارہ کیا ہو؟ صحابہ کرام ﷺ نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ نہیں تو پھر آپ ﷺ نے ان کو وہ شکار کھانے کی اجازت دے دی تھی۔

ایک روایت کے الفاظ ہیں: ((هَلْ اَشَرْتُمْ اَوْ اَعِنْتُمْ؟)) قَالُوْا: لَا، قَالَ: ((فَكُلُوْهُ.)) ❶

کیا تم نے شکار کی طرف اشارہ کیا تھا یا تم نے شکار پر مدد کی؟ صحابہ ﷺ نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ نہیں، پس آپ ﷺ نے فرمایا تم اس کو کھا لو بلکہ فرمایا:

((اِنَّمَا هِيَ طَعْمَةٌ اَطْعَمَكُمُوْهَا اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ.)) ❷

یہ ایسا کھانا ہے جو تمھیں اللہ تعالیٰ نے کھلایا ہے۔

اس سے یہ بات ثابت ہوئی کہ جب محرم نے شکار کی طرف اشارہ یا کسی قسم کی مدد نہ کی ہو نہ ہی محرم کو کھلانے کی نیت سے شکار کیا گیا ہو تو پھر محرم اس شکار کو کھا سکتا ہے۔

حالت احرام میں جن اشیاء کا قتل جائز ہے

حالت احرام اور حدود حرم میں ہو یا حل میں پانچ چیزوں کو قتل کرنا جائز ہے:

اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ :((خَمْسٌ مِّنَ الدَّوَآبِّ كُلُّهُنَّ فَاسِقٌ يَقْتُلْنَ فِي الْحَرَمِ اَلْغُرَابُ وَالْحِدَاَةُ وَالْعَقْرَبُ وَالْفَاْرَةُ وَالْكَلْبُ الْعَقُوْرِ.)) ❸

پانچ اشیاء کو حرم میں بھی قتل کرنا جائز ہے۔(۱) کوا (۲) چیل (۳) بچھو (۴) چوہا (۵) باؤلا کتا۔

حالتِ احرام میں شکار کا کفارہ

﴿وَمَنْ قَتَلَهٗ مِنْكُمْ مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآءٌ مِّثْلُ مَا قَتَلَ مِنَ النَّعَمِ يَحْكُمُ بِهٖ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ﴾

❶ سنن نسائی کتاب الحج باب اذا اشار المحرم الی الصید فقتله الحلال رقم ٢٨٣٩

❷ صحیح مسلم کتاب الحج باب تحریم الصید الماکول البری علی المحرم ....

❸ صحیح بخاری کتاب جزاء الصید باب مایقتل المحرم من الدواب رقم ١٨٣٨، ١٨٣٩، صحیح مسلم کتاب الحج باب ما یندب للمحرم وغیره قتله من الدواب فی الحل والحرم ، سنن نسائی کتاب الحج باب ما یقتل المحرم من الدواب رقم :٢٨١٦

حالت احرام میں شکار کے کفارہ کے متعلق علماء کا اختلاف ہے لیکن جمہور علماء کے نزدیک جو شخص حالتِ احرام میں شکار کرے وہ شکار عمدًا ہو یا خطأً اس کو اس شکار جیسا دوسرا جانور فدیہ دینا پڑے گا۔

جیسا کہ امام زہری رحمہ اللہ فرماتے ہیں قرآن کریم میں تو صرف یہی فرمان ہے کہ اگر محرم عمدًا شکار کرے تو اس پر فدیہ ہے لیکن حدیث میں بھول کر شکار کرنے والا بھی اس حکم میں شامل ہے یہاں متعمدًا کی قید غالب احوال کے اعتبار سے ہے بطور شرط نہیں۔ ❶

اسی طرح اگر حالت احرام میں کوئی شخص دوسری مرتبہ کسی جانور کو قتل کردے تو اسے پھر دوبارہ اس کی مثل فدیہ دینا پڑے گا مثلاً ہرن کا کفارہ بھیڑ یا بکری، جنگلی اونٹ کا کفارہ گائے، شتر مرغ، زرافہ اور اس جیسے دوسرے جانوروں کا کفارہ اونٹ ہے، خرگوش اور بلی وغیرہ کا کفارہ خرگوش ہے اگر کسی شکار کا مثل پالتو جانوروں میں نہ ہو تو اس کی قیمت ادا کی جائے گی۔

کفارے کا فیصلہ

اس کفارے کا فیصلہ دو عادل مسلمان کریں گے اور جب وہ دونوں حکم کسی جانور کے ذبح کرنے کا فیصلہ دے دیں تو اسے بطور قربانی بیت اللہ تک پہنچایا جائے گا تا کہ وہاں یہ ذبح ہو اور وہاں کے مساکین کو کھلایا جائے اگر کسی وجہ سے اس شکار کے مساوی کوئی جانور میسر نہ ہو تو اس کی قیمت کے مساوی یہ دونوں حکم مساکین کے کھانے کا حکم دے سکتے ہیں۔

عَنْ اَبِیْ وَائِلٍ رضی اللہ عنہ اَخْبَرَنِیْ ابْنُ جَرِیْرٍ الْبَجَلِیُّ قَالَ اَصَبْتُ ظَبْیاً وَاَنَا مُحْرِمٌ فَذَکَرْتُ ذٰلِكَ لِعُمَرَ فَقَالَ ائْتِ رَجُلَیْنِ مِنْ اِخْوَانِكَ فَلْیَحْکُمَا عَلَیْكَ فَاَتَیْتُ عَبْدَالرَّحْمٰنِ وَسَعْدًا فَحَکَمَا عَلَیَّ بِتَیْسٍ اَعْفَرَ ❷

ابن جریر البجلی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے حالت احرام میں ایک ہرن کا شکار کر لیا میں نے اس کا تذکرہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ہاں کیا تو انہوں نے فرمایا تم اپنے دو ساتھی لاؤ جو تمہارا فیصلہ کریں میں نے عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ اور سعد رضی اللہ عنہ کو بلایا تو انہوں نے ایک موٹے تازے بکرے کو بطور فدیہ دینے کا فیصلہ کیا۔

---

❶ تفسیر ابن کثیر ۲/۱۳۷ تفسیر سورۃ المائدہ آیت: ۹۵۔

❷ تفسیر طبری ۱۱/۳۷ بحوالہ تفسیر ابن کثیر ۲/۱۰۱

شکاری کا خود حکمین عادلین سے ایک ہونا

اس کے متعلق علماء نے اختلاف کیا ہے لیکن بوقت ضرورت شکاری خود حکمین عادلین سے ایک ہوسکتا ہے۔

اَوْطَأَ اَرْبَدُ ظَبْیًا فَقَتَلَهٗ وَهُوَ مُحْرِمٌ فَاَتٰی عُمَرَ لِیَحْکُمَ عَلَیْهِ فَقَالَ احْکُمْ مَعِیَ فَحَکَمَا فِیْهِ جَدْیًا قَدْجَمَعَ الْمَآءَ وَالشَّجَرَ ثُمَّ قَالَ عُمَرُ: ﴿یَحْکُمُ بِهٖ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْکُمْ﴾ ❶

اربد نے ایک ہرن کو حالت احرام روند کر قتل کر دیا، پھر فیصلہ کے لیے عدالت فاروقی میں حاضر ہوئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: فیصلہ کے لیے میرے ساتھ دوسرا حکم آپ خود بن جائیں، چنانچہ دونوں نے کفارہ میں ایک بکری کا فیصلہ کیا جو کہ گھر کی پلی ہوئی تر و تازہ تھی۔

یہ قربانی اور فدیہ یا اس کی قیمت کعبہ (حرم مکی) میں پہنچائی جائے گی اور اس کی تقسیم بھی حرم مکی میں رہنے والے مساکین پر ہوگی۔

﴿اَوْ کَفَّارَةٌ طَعَامُ مَسٰکِیْنَ اَوْ عَدْلُ ذٰلِکَ صِیَامًا لِّیَذُوْقَ وَبَالَ اَمْرِهٖ عَفَا اللّٰهُ عَمَّا سَلَفَ﴾

اگر محرم شکار مقتولہ کا مثل نہ پائے یا شکار مقتول کسی پالتو جانور سے مشابہت نہ رکھے تو پھر کفارہ ادا کرنے میں اختیار ہے یعنی مساکین کو کھانا کھلانا یا اس کے برابر روزے رکھنا جائز ہے مقتول جانور کے حساب سے طعام میں جس طرح کمی بیشی ہوگی اسی طرح روزوں میں بھی کمی بیشی ہوگی۔

مثلاً اگر محرم نے صرف قتل کیا تو اس کی مثل بکری ہے اور یہ فدیہ حرم مکہ میں ذبح کیا جائے گا اگر یہ نہ ملے تو ابن عباس رضی اللہ عنہ کے ایک قول کے مطابق چھ مساکین کو کھانا کھلانا یا تین روزے رکھنے ہوں گے اگر اس نے بارہ سنگھا یا اس جیسا کوئی جانور قتل کیا ہے تو اس کی مثل گائے ہے اگر یہ دستیاب نہ ہو یا اس کی طاقت نہ ہو تو بیس مساکین کو کھانا یا بیس روزے رکھنے ہوں گے اگر شتر مرغ یا اس جیسا جانور قتل کیا ہو تو اس کی مثل اونٹ ہے اور اس کی عدم دستیابی کی صورت میں تیس مساکین کو کھانا یا تیس دن کے روزے رکھے۔ ❷

قرآن کریم نے کفارے کی حکمت کو اس طرح بیان فرمایا ہے "لِیَذُوْقَ وَبَالَ اَمْرِهٖ" تاکہ وہ ہمارے حکم کی نافرمانی

❶ تفسیر طبری ۱۱/ ۲٦ بحواله تفسیر ابن کثیر ۲ / ۱۰۲.

❷ تفسیر ابن کثیر ۲ / ۱۰٤ تفسیر سورة المائده آیت: ۹۵

کی سزا پالے، لیکن ایام جاہلیت میں جو کچھ ہوا اس کی ایسے شخص کے لیے معافی ہے جس نے اسلام میں اچھے کام کیے۔

﴿وَمَنْ عَادَ فَيَنْتَقِمُ اللّٰهُ مِنْهُ ۗ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ ذُو انْتِقَامٍ﴾

دخول اسلام کے بعد اور اس کی ممانعت کے باوجود جس نے نافرمانی کی اللہ تعالیٰ اس سے انتقام لیں گے اور وہ سرکشوں سے انتقام لینے والے ہیں۔

جمہور سلف اس بات پر متفق ہیں کہ محرم نے جب شکار کو قتل کر دیا تو اس پر فدیہ دینا واجب ہو گیا اور محرم سے جتنی مرتبہ یہ فعل سرزد ہو گا اتنی دفعہ ہی اس پر فدیہ دینا واجب ہو گا۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اگر محرم سے خطا شکار قتل ہو گیا تو اس پر ہر دفعہ حکم صادر ہو گا اگر وہ عمداً جانور کو قتل کرے تو پہلی مرتبہ اس پر سزا عائد ہو گی اور دوسری مرتبہ اسے کہا جائے گا کہ اللہ تعالیٰ تجھ سے انتقام لے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنی سلطنت میں غالب ہیں کوئی اس کو مغلوب نہیں کر سکتا اور نہ ہی کوئی اس کو انتقام لینے سے روک سکتا ہے اور وہ سرکشوں کو ضرور سزا دے گا اور اس کی صفت انتقام کا یہی اقتضا ہے۔ [1]

آیات سے جو مسائل ثابت ہوتے ہیں

۱. دنیا دارالامتحان ہے اللہ تعالیٰ مومنوں کو مختلف اوقات اور مختلف طرق سے آزماتے ہیں۔
۲. اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو صلح حدیبیہ کے موقعہ پر شکار کی کثرت سے آزمایا لیکن انہوں نے اللہ تعالیٰ کا حکم مانتے ہوئے شکار نہیں کیا اور وہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اس امتحان سے کامیاب ہوئے۔
۳. محرم پر ہر قسم کا بری شکار کرنا یا شکار پر کسی قسم کا تعاون کرنا حرام ہے۔
۴. محرم کے لیے سمندری شکار کرنا حلال ہے۔
۵. اگر محرم کسی جانور کا شکار کرلے تو اس کے کفارہ کا مسلمانوں سے دو عادل آدمی فیصلہ کریں گے محرم خود بخود کفارہ ادا نہیں کر سکتا۔
۶. اگر دو عادل حکم موجود نہیں بوقتِ ضرورت شکار کرنیوالا بھی حکمین میں سے ہو سکتا ہے۔

❁❁❁

[1] تفسیر ابن کثیر ۲ / ۱۰٤ تفسیر سورۃ المائدہ آیت: ۹٥

﴿اُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ وَ طَعَامُهٗ مَتَاعًا لَّكُمْ وَ لِلسَّيَّارَةِ ۚ وَ حُرِّمَ عَلَيْكُمْ صَيْدُ الْبَرِّ مَا دُمْتُمْ حُرُمًا ؕ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْٓ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ (96)﴾

حالت احرام میں سمندر کا شکار اور اس کا کھانا تمھارے اور مسافروں کے فائدے کے لیے حلال کیا گیا ہے اور حالت احرام میں خشکی کا شکار کرنا حرام قرار دیا گیا ہے اور تم اس اللہ تعالیٰ سے ڈرو جس کی طرف تم اکھٹے کیے جاؤ گے۔

مشکل الفاظ کے معانی

اُحِلَّ لَكُمْ: تمھارے لیے حلال کیا گیا ہے۔

صَيْدُ الْبَحْرِ: بحری سمندری شکار (زندہ جانور۔)

مَتَاعًا: فائدہ۔

طَعَامُهٗ: جسکو پانی باہر پھینک دے یا پانی سے اوپر آ جائے۔ (سمندر کا شکار)

السَّيَّارَةِ: مسافر لوگ۔

حُرِّمَ عَلَيْكُمْ: تم پر حرام کیا گیا ہے۔

مَا دُمْتُمْ حُرُمًا: جب تک تم احرام کی حالت میں رہو۔

تُحْشَرُوْنَ: تم جمع کیے جاؤ گے۔

التوضیح

﴿اُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ وَ طَعَامُهٗ مَتَاعًا لَّكُمْ وَ لِلسَّيَّارَةِ﴾

اس سے پہلی آیات میں حالت احرام میں جنگلی جانوروں کے شکار کرنے اور شکاری کے شکار پر تعاون کرنے کی ممانعت تھی۔ اس آیت مبارکہ میں حالت احرام میں سمندری اور دریائی شکار کی اجازت دی گئی ہے۔

فرمایا: تمھارے لیے سمندر کا شکار کرنا اور جو مچھلی خشک کر کے زادِراہ بنائی جاتی ہے وہ تمھارے اور اہل قافلہ (مسافروں) کے لیے حلال ہے۔

صَیْدٌ:

ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں صید سے مراد وہ شکار ہے جو سمندر سے زندہ پکڑا جائے۔

طَعَامُهٗ:

طعام سے مراد وہ شکار ہے جس کو سمندر نے مار کر ساحل پر پھینک دیا ہو۔ ❶

اسی طرح جو جانور پانی سے نکالنے کی بنا پر مر جائے وہ بھی حلال ہے۔

پانی میں زندگی بسر کرنے والے جانوروں کی اقسام

(۱) مچھلی (۲) مچھلی کے علاوہ دوسرے جانور

(۱) **سمك** (مچھلی): وہ حلال ہے کیونکہ حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

((اُحِلَّتْ لَنَا مَيْتَتَانِ وَدَمَانِ اَلْمَيْتَتَانِ اَلْحُوْتُ وَالْجَرَادُ وَالدَّمَانِ اَلْكَبِدُ وَالطِّحَالُ)) ❷

ہمارے لیے دو مردار اور دو خون حلال کیے گئے ہیں۔ مردار یہ ہیں:

۱. مچھلی ۲. مکڑی

دو خون یہ ہیں:

۱. کلیجی ۲. تلی

(۲) **غیر السمك** (مچھلی کے علاوہ دوسرے جانور): ان کی دو اقسام ہیں:

۱. جو پانی اور خشکی میں رہتے ہیں جیسے مینڈک وغیرہ ان کا کھانا حلال نہیں۔

۲. وہ قسم جو صرف پانی میں ہی زندہ رہتی ہے اور وہ خشکی میں زندہ نہیں رہتی اگر اس کی نظیر خشکی میں حلال ہو پھر اس کا کھانا حلال اور جائز ہے جیسے سمندری گائے اگر اس کی نظیر خشکی میں حلال نہیں تو پھر اس کا کھانا حرام ہے۔ ❸

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

---

❶ تفسیر ابن کثیر ۲/ ۱۰۳۔

❷ سنن ابن ماجه كتاب الاطعمة باب الكبد والطحال رقم: ۳۳۱۴، مسند احمد ۲/ ۹۷۔

❸ تفسیر معالم التنزیل ۷/ ۱۰۰،۱۰۱۔

سَأَلَ رَجُلٌ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّا نَرْكَبُ الْبَحْرَ وَنَحْمِلُ مَعَنَا الْقَلِيْلَ مِنَ الْمَآءِ فَاِنْ تَوَضَّأْنَا بِهٖ عَطِشْنَا اَ فَنَتَوَضَّأُ بِمَآءِ الْبَحْرِ؟ فَقَالَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ: ((هُوَ الطَّهُوْرُ مَآءُهٗ وَالْحِلُّ مَيْتَتُهٗ.)) ❶

ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا جب ہم سمندر میں سفر کرتے اور ہمارے پاس تھوڑا سا پانی ہوتا ہے اگر ہم اس سے وضو کریں تو ہم پیاسے رہتے ہیں، کیا ہم سمندر کے پانی کے ساتھ وضو کر سکتے ہیں؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''سمندر کا پانی پاک ہے اور اس کا مردار حلال ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے مردہ مچھلی کو طعام فرماتے ہوئے اس کو مسافر اور غیر مسافر کے لیے اس لیے فائدہ قرار دیا ہے کہ ساحل پر رہنے والے تو تازہ مچھلی کا شکار کر لیتے ہیں اور اس کو خشک کر کے ذخیرہ کر لیتے ہیں جبکہ مسافروں کے لیے یہ زادِ راہ کا کام دیتی ہے۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

بَعَثَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ثَلَاثَ مِائَةِ رَاكِبٍ اَمِيْرُنَا اَبُوْ عُبَيْدَةَ ابْنِ الْجَرَّاحِ نَرْصُدُ عِيْرَ قُرَيْشٍ فَاَقَمْنَا بِالسَّاحِلِ نِصْفَ شَهْرٍ فَاَصَابَنَا جُوْعٌ شَدِيْدٌ حَتّٰى اَكَلْنَا الْخَبَطَ فَسُمِّيَ ذٰلِكَ الْجَيْشُ جَيْشَ الْخَبَطِ فَاَلْقٰى لَنَا الْبَحْرُ دَآبَّةً يُقَالُ لَهَا الْعَنْبَرُ فَاَكَلْنَا مِنْهُ نِصْفَ شَهْرٍ وَادَّهَنَّا مِنْ وَدَكِهٖ حَتّٰى ثَابَتْ اِلَيْنَا اَجْسَامُنَا فَاَخَذَ اَبُوْعُبَيْدَةَ ضِلْعًا مِّنْ اَعْضَائِهٖ فَنَصَبَهٗ وَاَخَذَ رَجُلاً وَّبَعِيْرًا فَمَرَّ تَحْتَهٗ ❷

کہ رسول اللہ ﷺ نے تین سو صحابہ پر مشتمل ایک لشکر قریش کے قافلہ کی نگرانی کے لیے حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کی قیادت میں ساحل کی طرف روانہ کیا ہم نے وہاں تقریباً نصف ماہ قیام کیا اور ہم فاقہ کشی میں مبتلا ہو گئے اور ہم نے درختوں

❶ سنن ابی داود کتاب الطهارة باب الوضوء بماء البحر رقم :۸۳ ، جامع ترمذی کتاب الطهارة باب ما جاء فی ماء البحر انه طهور رقم ٦٩، سنن نسائی کتاب الطهارة باب الوضوء بماء البحر رقم :۳۳۳، سنن ابن ماجه کتاب الطهارة باب الوضوء بماء البحر رقم ٣٨٦، مسند احمد ٢/٣٦١

❷ صحیح بخاری ٢ / ٢٢٥ کتاب المغازی باب غزوة سيف البحر رقم : ٤٣٦١، صحیح مسلم کتاب الصيد والذبائح باب اباحة ميتة البحر رقم :١٩٣٥

کے پتے کھائے اسی لیے اس لشکر کو جیش خبط سے موسوم کرتے ہیں، پھر سمندر نے ایک بہت بڑا (عنبر نامی) جانور باہر پھینکا ہم نے اس جانور کا گوشت نصف ماہ تک کھایا اور اس کی چربی جمع کی اور ہمارے جسم موٹے تازے یعنی صحت منداور طاقتور ہو گئے (وہ جانور اتنا بڑا تھا) کہ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے اس کی پسلی کی ہڈی کو پکڑا اور اس کو زمین میں نصب کر دیا اور اس کے نیچے سے ایک اونٹ سوار آدمی با آسانی گزر گیا۔

﴿وَ حُرِّمَ عَلَيْكُمْ صَيْدُ الْبَرِّ مَا دُمْتُمْ حُرُمًا﴾

اللہ تعالیٰ نے محرم کے لیے حالت احرام میں خشکی کے جانور کا شکار کرنا اور حالت احرام میں شکاری کی مدد کرنا یا شکار کی طرف اشارہ کرنے کو حرام قرار دیا ہے۔

اگر شکار محرم کی نیت سے کیا جائے تو پھر بھی محرم کے لیے اس کا کھانا حرام ہے اگر وہ محرم کی نیت سے نہ کیا جائے اور نہ ہی محرم نے شکار کرنے پر کسی قسم کی مدد کی ہو نہ ہی شکار کی طرف اشارہ کیا ہو تو پھر محرم آدمی اس شکار کا گوشت کھا سکتا ہے کیونکہ مسلم کی ایک طویل حدیث میں ہے حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ مدینہ سے نکلے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم احرام کی حالت میں تھے لیکن ابوقتادہ رضی اللہ عنہ احرام کے بغیر تھے انہوں نے ایک نیل گائے شکار کی، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حالت احرام میں اس نیل گائے کو کھانے سے پرہیز کیا، جب یہ معاملہ دربار رسالت ﷺ میں پیش ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

((هَلْ مِنْكُمْ اَحَدٌ اَمَرَهُ اَوْ اَشَارَ اِلَيْهِ بِشَيْءٍ؟)) قَالَ: قَالُوْا: لَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((فَكُلُوْا مَا بَقِيَ مِنْ لَحْمِهَا.))❶

''کیا تم میں سے کسی نے اس کو شکار کرنے یا (حالت احرام) شکار کی طرف اشارہ کیا ہو؟'' صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے نفی میں جواب دیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم اس کو کھا لو۔

وہ جانور جن کا قتل حالت احرام میں جائز ہے

پانچ جانور ایسے ہیں کہ جن کا قتل حالت احرام میں بھی جائز ہے:

اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: ((خَمْسٌ مِّنَ الدَّوَابِّ لَيْسَ عَلَى الْمُحْرِمِ فِيْ قَتْلِهِنَّ جُنَاحٌ اَلْغُرَابُ

❶ صحيح مسلم كتاب الحج باب تحريم الصيد المأكول البرى على المحرم ....

وَالْحِدَأَةُ وَالْعَقْرَبُ وَالْفَأْرَةُ وَالْكَلْبُ الْعَقُوْرُ.)) [1]

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ حالت احرام میں پانچ چیزوں کو قتل کرنا جائز ہے۔ (۱) کوا (۲) چیل (۳) بچھو (۴) چوہا (۵) باؤلا کتا۔

﴿وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْٓ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ﴾

اللہ تعالیٰ نے حالت احرام میں شکار کے بیان کو تقویٰ کے ساتھ منسلک کیا ہے جس طرح دوسرے تمام احکامات کے آخر میں اکثر اوقات تقویٰ کا حکم ہے یعنی تم حالت احرام میں شکار کرنے سے رک جاؤ جس طرح تم دوسرے برے کاموں سے رک جاتے ہو تم اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہوئے اس کے فرائض کی بجا آوری کرو کیونکہ آخرت کو تمھارا حساب و کتاب ہوگا اچھے اعمال کی جزا اور برے اعمال کی سزا دی جائے گی۔

ملاحظہ

حلت اور حرمت کے تذکرہ کے بعد حشر اور قیامت کی سزا اور جزا کا تذکرہ تحذیر میں مبالغہ کے لیے کیا گیا ہے۔

آیت سے جو مسائل ثابت ہوتے ہیں

۱. حالت احرام میں سمندری شکار کرنا حلال اور خشکی کا شکار حرام ہے۔

۲. حالت احرام میں شکار کی طرف اشارہ کرنا یا شکاری کی مدد کرنا بھی جائز نہیں۔

۳. ہر معاملہ میں اللہ تعالیٰ سے ڈرنا چاہیے۔

۞۞۞

---

[1] صحیح بخاری كتاب جزاء الصيد باب ما يقتل المحرم من الدواب رقم: ۱۸۳۸، ۱۸۳۹، صحیح مسلم كتاب الحج باب ما يندب للمحرم وغيره قتله من الدواب في الحل والحرم، سنن نسائی كتاب الحج باب ما يقتل المحرم من الدواب رقم: ۲۸۱۶۔

﴿جَعَلَ اللّٰهُ الْكَعْبَةَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ قِيٰمًا لِّلنَّاسِ وَ الشَّهْرَ الْحَرَامَ وَ الْهَدْيَ وَ الْقَلَآئِدَ ۚ ذٰلِكَ لِتَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الْاَرْضِ وَ اَنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿97﴾ اِعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ وَ اَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿98﴾ مَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ ۚ وَ اللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَ مَا تَكْتُمُوْنَ ﴿99﴾﴾

اللہ تعالیٰ نے بیت اللہ کو لوگوں کے قیام کا سبب، یعنی مرکز بنایا ہے اور حرمت والے ماہ اور بیت اللہ کی قربانی اور جن جانوروں کے گلے میں قلادہ ہو یہ اس لیے ہے تا کہ تم جان لو کہ اللہ تعالیٰ جانتے ہیں جو کچھ آسمانوں اور جو زمین میں ہے اور بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جاننے والا ہے۔ تم جان لو کہ اللہ تعالیٰ سخت پکڑنے والے اور بخشنے والے مہربان ہیں۔ رسول ﷺ کے ذمہ صرف پیغام پہنچا دینا ہے اور اللہ تعالیٰ جانتے ہیں جس کو تم ظاہر کرتے ہو اور تم چھپاتے ہو۔

مشکل الفاظ کے معانی

اَلْكَعْبَةَ: لغت میں ہر اس عمارت کو جس کی بنا چار کونوں پر قائم ہو کعبہ کہا جاتا ہے لیکن یہاں اس سے بیت اللہ مراد ہے۔

قِيٰمًا لِّلنَّاسِ: وہ مقام جہاں دینی امور (حج اور عمرہ) ادا کیے جائیں اور دنیاوی طور پر امن والا مقام ہو۔

اَلشَّهْرَ الْحَرَامَ: یہ اسم جنس ہے اس سے مراد حرمت والے چار ماہ ہیں:

(۱) رجب (۲) ذیقعدہ (۳) ذی الحجہ (۴) محرم۔

اَلْهَدْيَ: وہ قربانی جو بیت اللہ کی طرف روانہ کی جائے۔

اَلْقَلَآئِدَ: یہ قلادہ کی جمع ہے یعنی وہ ہار جو اس اونٹ اور گائے کے گلے میں ڈالا جائے جو بیت اللہ کی طرف ذبح کے لیے بھیجے جائیں۔

آیات مبارکہ کی پہلی آیات سے مناسبت

اللہ تعالیٰ نے پہلی آیات میں حالت احرام میں شکار کی حرمت بیان فرمائی ہے اور حرم جانوروں اور پرندوں کے لیے امن کا مقام ہے، اسی طرح یہ حرم لوگوں کے لیے بھی مقام امن اور دنیاوی اور اخروی سعادت کا مقام ہے۔

التوضیح

﴿جَعَلَ اللّٰهُ الْكَعْبَةَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ قِيٰمًا لِّلنَّاسِ وَ الشَّهْرَ الْحَرَامَ وَ الْهَدْيَ وَ الْقَلَآئِدَ﴾

اللہ تعالیٰ نے دنیا میں ایک امن وامان کا ایسا خطہ قائم کیا ہے جہاں انسانی جنگ وجدال نہیں پہنچتا اور اس کو اسلام اور لوگوں کی ہدایت کا مرکز بنایا ہے اور دنیا کے ہر گوشہ سے لوگ ہر وقت ہر موسم میں اس کا رخ کرتے اور باہم متحارب گروپ ایک دوسرے کو نیچا دکھانے والے بھی اپنے اختلافات کو بھلا کر بے خوف وخطر اللہ تعالیٰ کی عبادت بجالاتے ہیں۔ اس وقت ان سب کا ہدف بھی ایک ہوتا ہے اور ایک جیسے اعمال کی بجا آوری کر کے انسانیت کے ایک ہونے کا عملی ثبوت پیش کرتے ہیں اور جس گھر میں یہ سب کچھ ہوتا ہے اس گھر (کعبۃ اللہ) کو اللہ تعالیٰ نے بہت بزرگی عنایت فرمائی ہے اس سے بڑی بزرگی اور کیا ہوسکتی ہے کہ وہاں جانوروں کو بھی امن وامان فراہم کرتے ہوئے حدود حرم میں شکار کی ممانعت فرما دی ہے۔

بیت اللہ لوگوں کے قیام اور منفعت کا مقام ہے

بیت اللہ کو لوگوں کے قیام کی جگہ اس لیے فرمایا ہے کہ وہاں کے قیام میں لوگوں کے لیے دینی اور دنیاوی فائدہ ہے۔

دینی فائدہ

وہاں حج اور عمرہ ادا کرنے کی وجہ سے انسان کے تمام گناہ معاف ہوجاتے ہیں۔

دنیاوی فائدہ

موسم حج میں ہر طرح کی تجارت سے لوگوں کو نفع ہوتا ہے۔

﴿وَالشَّهْرَ الْحَرَامَ وَالْهَدْيَ وَالْقَلَآئِدَ﴾

اسلام سے قبل عرب میں بہت زیادہ لوٹ مار تھی لیکن اس جاہلیت کے دور میں چار ماہ حرمت (امن) والے تھے جن میں یہ لوٹ مار اور قتل گری سے لوگ باز رہتے تھے۔

حرمت والے مہینے

حرمت والے ماہ چار ہیں۔

(۱)رجب۔ (۲)ذیقعدہ۔ (۳)ذی الحجہ۔ (۴)محرم۔

جس قافلہ کے ساتھ قربانی کے جانور ہوتے وہ بھی امن میں رہتا بلکہ ان مہینوں کی حرمت کا عقیدہ اللہ تعالیٰ نے دور جاہلیت میں بھی عربوں کے دلوں میں بٹھادیا تھا، وہ ان میں نہ کسی کو پریشان کرتے نہ ہی خون کا مطالبہ کرتے، گویا کہ یہ چار ماہ ان کی سیاحتِ سفر اور روزی کمانے کا پرامن زمانہ تھے، یہاں تک کہ حدود حرم میں درختوں تک کو امن اور سلامتی مہیا کی گئی ہے۔جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ کے دن فرمایا:

((اِنَّ هٰذَا الْبَلَدَ حَرَّمَهُ اللّٰهُ لَايُعْضَدُ شَوْكُهُ وَلَا يُنَفَّرُ صَيْدُهُ وَلَا يَلْتَقِطُ لُقْطَتَهُ اِلَّا مَنْ عَرَّفَهَا.)) ❶

بے شک اس شہر(مکہ) کو اللہ تعالیٰ نے حرمت والا بنایا ہے اس کا درخت نہ کاٹا جائے اس کے شکار کو نہ ڈرایا جائے اس کی گمشدہ چیز نہ اٹھائی جائے مگر اعلان کرنے والا اٹھا سکتا ہے۔

صحیح مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ اس کی نباتات نہ کھودی جائے۔ ❷

﴿ذٰلِكَ لِتَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الْاَرْضِ وَ اَنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ﴾

دنیا کی پیدائش سے قبل ہی اللہ تعالیٰ نے سب امور کا انتظام اس لیے پیدا فرمایا کہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ زمین و آسمان میں کوئی چیز ایسی نہیں جو اللہ تعالیٰ کے علم سے باہر ہو جب انسان اس چیز پر پختہ یقین کرلے کہ میری ہر حرکت اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے اور وہ میرا محاسبہ کرے گا اور مجھے اپنے اچھے اور برے کردار کا بدلہ ملے گا تو اس وقت انسان کے دل میں اطمینان پیدا ہوگا پھر انسان اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے بھی بچنے کی کوشش کرے گا۔

---

❶ صحیح بخاری کتاب الحج باب فضل المحرم ....رقم :۱۵۸۷

❷ صحیح مسلم کتاب الحج باب تحریم صید مکة وغیرہ

﴿اِعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ وَ اَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾

اے لوگو اللہ تعالیٰ سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں جو شخص اللہ تعالیٰ کے حکم کی نافرمانی کرے اور اس کے ساتھ شرک کرے تو اللہ تعالیٰ سخت سزا دینے والے ہیں اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرے اگر اس سے کوئی گناہ ہو جائے تو وہ فوراً اپنے رب کی طرف رجوع کرے اور اپنے مالک سے اپنے گناہوں کی معافی طلب کرے تو اللہ تعالیٰ اسے اپنی رحمت کے ساتھ معاف کر دیں گے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی رحمت بڑی وسیع ہے۔

حدیث میں ہے:

اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((لَوْ يَعْلَمُ الْمُؤْمِنُ مَا عِنْدَاللّٰهِ مِنَ الْعُقُوْبَةِ مَا طَمِعَ بِجَنَّتِهِ اَحَدٌ وَلَوْ يَعْلَمُ الْكَافِرُ مَا عِنْدَ اللّٰهِ مِنَ الرَّحْمَةِ مَا قَنِطَ مِنْ جَنَّتِهِ اَحَدٌ.)) ❶

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ کے غضب اور اس کی پکڑ کا حال کسی ایماندار کو معلوم ہو جائے تو کوئی بھی اس کی جنت کی آرزو نہ کرے اگر کسی کافر کو اس کی رحمت کا حال معلوم ہو جائے تو کوئی بھی اس کی جنت سے ناامید اور مایوس نہ ہو۔

اور اسی مضمون کی ایک روایت بھی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((لَمَّا خَلَقَ اللّٰهُ الْخَلْقَ كَتَبَ فِيْ كِتَابِهٖ وَهُوَ يَكْتُبُ عَلٰى نَفْسِهٖ وَهُوَ وَضْعٌ عِنْدَهٗ عَلَى الْعَرْشِ اِنَّ رَحْمَتِيْ تَغْلِبُ عَلٰى غَضَبِيْ.)) ❷

اللہ تعالیٰ نے جب سے مخلوق کو پیدا کیا اس نے کتاب کے اندر یہ لکھ کر اپنے پاس عرش پر رکھا ہوا ہے کہ میری رحمت میرے غصہ پر غالب ہے۔

﴿مَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ ۭ وَ اللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَ مَا تَكْتُمُوْنَ﴾

اس سے پہلی آیت مبارکہ میں احکام الٰہی سے انحراف کی صورت میں سزا کی وعید اور توبہ کی صورت میں بخشش اور رحم کا وعدہ ہے اور یہاں رسول اللہ ﷺ کی ذمہ داری کو بیان فرمایا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی ذمہ داری پیغام پہنچانے کیساتھ ختم

❶ صحیح مسلم کتاب التوبة باب وسعة رحمة الله تعالى وانها سبقت غضبه رقم:٢٧٥٥

❷ صحیح بخاری کتاب التوحید باب قول الله عزوجل ويحذركم الله نفسه رقم:٧٤٠٤، صحیح مسلم کتاب التوبة باب فی سعة رحمة الله تعالى رقم:٤٧٥١۔

ہو جاتی ہے اور اس کے علاوہ ان کے ذمہ اور کچھ نہیں اس کے بعد سارا بوجھ ان لوگوں کے کندھوں پر آ جاتا ہے جن کو پیغام الٰہی پہنچا دیا گیا ہے۔

آخر میں پھر اللہ تعالیٰ کا خوف اور آخرت کی یاد دلائی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ تمھارے پوشیدہ اور ظاہر کو اچھی طرح جانتے ہیں ان سے تمھارا کوئی قول و فعل پوشیدہ نہیں۔

آیات سے جو مسائل ثابت ہوتے ہیں

۱. بیت اللہ انسانوں اور جانوروں کے لیے امن کا مقام ہے۔
۲. حدود حرم سے درخت وغیرہ نہیں کاٹنے چاہییں۔
۳. بیت اللہ لوگوں کے لیے دینی اور دنیاوی منفعت کا مقام ہے۔
۴. اللہ تعالیٰ کی رحمت اس کے غضب پر وسیع ہے۔
۵. رسول اللہ ﷺ کا وظیفہ صرف لوگوں تک احکام باری تعالیٰ کو پہنچانا ہے۔
۶. ہر چیز اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے۔

﴿قُلْ لَّا يَسْتَوِي الْخَبِيْثُ وَ الطَّيِّبُ وَ لَوْ اَعْجَبَكَ كَثْرَةُ الْخَبِيْثِ فَاتَّقُوا اللّٰهَ يٰاُولِي الْاَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿١٠٠﴾﴾

آپ فرما دیں پاک اور ناپاک برابر نہیں اگرچہ آپ کو ناپاک کی کثرت خوش کرے یا اچھی لگے اے عقل مندو! تم اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ۔

مشکل الفاظ کے معانی

لَا يَسْتَوِيْ: برابر نہیں ہے۔

الْخَبِيْثُ: ”لفظ خبیث عام ہے یہ محسوسات اور معقولات سب کو شامل ہے“ اس سے مراد حرام ہے۔

اَعْجَبَكَ: تجھ کو اچھی لگے۔

أُولِي الْأَلْبَابِ: عقل مند۔

ماقبل سے مناسبت

اس سے قبل اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کا وظیفہ بیان فرمایا ہے اور پھر ذکر کیا ہے کہ حکمت اور عدل کا تقاضا یہ ہے کہ انسان پاک اور خبیث اور نیکی و بدی میں تمیز کرے۔

شانِ نزول

عَنْ جَابِرٍ رضی اللہ عنہ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ ذَكَرَ تَحْرِيْمَ الْخَمْرِ فَقَامَ اَعْرَابِيٌّ فَقَالَ: اِنِّيْ كُنْتُ رَجُلًا كَانَتْ هٰذِهٖ تِجَارَتِيْ فَاعْتَقَبْتُ مِنْهَا مَالًا فَهَلْ يَنْفَعُ ذٰلِكَ الْمَالُ اِنْ عَمِلْتُ بِطَاعَةِ اللّٰهِ تَعَالٰى؟ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((اِنَّ اللّٰهَ لَا يَقْبَلُ اِلَّا الطَّيِّبَ.)) فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى تَصْدِيْقًا لِّرَسُوْلِهٖ ﷺ ﴿قُلْ لَّا يَسْتَوِي الْخَبِيْثُ﴾ [1]

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک دن شراب کی حرمت بیان فرمائی تو ایک اعرابی نے عرض کی، یارسول اللہ ﷺ! میں اس کی تجارت کرتا ہوں اور میں نے اس سے مال کمایا ہے اگر اس مال کو میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں خرچ کروں تو مجھے یہ نفع دے گا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ صرف حلال اور پاکیزہ مال کو قبول کرتے ہیں۔''

التوضیح

﴿قُلْ لَّا يَسْتَوِي الْخَبِيْثُ وَ الطَّيِّبُ وَ لَوْ اَعْجَبَكَ كَثْرَةُ الْخَبِيْثِ فَاتَّقُوا اللّٰهَ يٰۤاُولِي الْاَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ﴾

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ناپاک اور پاک چیز برابر اور یکساں نہیں ہوتی۔

خبیث اور طیب کے متعلق علماء کے مختلف اقوال ہیں: بعض نے اس سے حلال اور حرام مراد لیا ہے اور بعض خبیث سے مراد کافر اور طیب سے مومن مراد لیتے ہیں اور بعض ردی اور عمدہ چیز مراد لیتے ہیں۔ لیکن صحیح اور درست امام قرطبی کا قول ہے۔

---

[1] تفسیر المنیر ۷/ ۷۵

وہ فرماتے ہیں یہ لفظ عام ہے اور تمام امور کو شامل ہے، اس کا مطلب یہ ہوا جس چیز میں ناپاکی ہوگی وہ کفر و فسق ہو یا اشیا یا اقوال ہوں وہ کثرت کے باوجود ان اشیا کا مقابلہ نہیں کر سکتے جن میں پاکیزگی ہو یہ دونوں یعنی خبیث اور طیب کسی صورت میں برابر نہیں ہو سکتے، کیونکہ خبیث کی وجہ سے اس چیز کی منفعت اور برکت ختم ہو جاتی ہے اور اس کے برعکس جس چیز میں پاکیزگی ہو اس میں منفعت اور برکت میں اضافہ ہو جاتا ہے، اسی لیے اللہ تعالیٰ صرف پاکیزہ مال کو ہی قبول کرتے ہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ تَصَدَّقَ بِعَدْلِ تَمْرَةٍ مِنْ كَسْبٍ طَيِّبٍ وَلَا يَقْبَلُ اللّٰهُ اِلَّا الطَّيِّبَ فَاِنَّ اللّٰهَ يَتَقَبَّلُهَا)) (الی اخرہ) ❶

”جو شخص اپنے پاکیزہ مال سے ایک کھجور کے برابر صدقہ کرے اللہ تعالیٰ اسے قبول فرما لیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ صرف پاکیزہ مال کو ہی قبول فرماتے ہیں۔“

خبیث اور طیب میں امتیاز ضروری ہے

امت مسلمہ کو رہنمائی کے منصب پر فائز کیا گیا ہے لوگ پسند اور ناپسند اچھائی اور برائی اور خوش خلقی اور بد خلقی میں اسے معیار ٹھہراتے ہیں، جو رہنمائی کے منصب پر فائز ہو اس کی پسندیدہ اشیا ان کی پسندیدہ اور اس کی ناپسندیدہ اشیا انکی ناپسندیدہ ہوتی ہیں، اس لیے پھر رہنما پر ہی ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ لوگوں کے سامنے خیر اور شر کا فرق واضح کرے اسی لیے اسلام نے امت مسلمہ کو جاہلیت سے نکال کر پہلے اخلاق کی بلندیوں پر فائز کرتے ہوئے اس کے خیالات وتصورات اور عادات کو بدلا اور اسے توازن واعتدال بخشا تا کہ دنیا والوں پر حجت الٰہی تمام ہو سکے اور اسے نیکی وبدی اور اچھائی وبرائی میں عام رائج الوقت معیاروں سے ارفع واعلیٰ معیار دیا گیا کہیں وہ کثرت سے دھوکہ کھا کر معیار جاہلیت کو قبول نہ کرے، بلکہ اسلام نے ہمیں بتلایا ہے کہ چیزوں کی قدر وقیمت ان کی اصلیت کے پیش نظر ٹھہری اور برائی کی کثرت سے برائی اچھائی میں قطعاً تبدیل نہیں ہوتی اور نیکی دراصل نیکی ہی ہے چاہے وہ قلیل ہی کیوں نہ ہو یہی وہ میزان الٰہی ہے جو اشیا کے وزن کے لیے ہمیں دی گئی ہے اگر یہ میزان نہ ہوتی تو امت اپنی حیثیت کھو بیٹھتی۔

آخر میں پھر تقویٰ کا حکم دیا گیا ہے اور اس چیز پر ہی فلاح موقوف ہے، کیونکہ صحیح مسلم اور جامع ترمذی وغیرہ میں

❶ صحیح بخاری کتاب الزکوۃ باب الصدقة من کسب طیب رقم: ١٤١٠

حضرت ابوہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ جو کوئی دنیا میں کسی کا ناجائز طریقہ سے مال حاصل کرے گا اور آخرت میں اس مال کے بدلے میں مالک کو اس کی نیکیاں دلوائی جائیں گی، اور یہ بھی ممکن ہے کہ اسی مال کی بدولت انسان کی تمام نیکیاں برباد ہو جائیں اور وہ آخرت میں ناکامی سے ہم کنار ہو جائے۔ ❶

اسی لیے تقویٰ پر ہی کامیابی کی عمارت کو استوار کیا گیا ہے۔

آیت مبارکہ سے اخذ ہونے والے مسائل

۱. پاک اور ناپاک، نیز حلال اور حرام برابر نہیں اگرچہ حرام کتنا ہی کثیر ہو۔
۲. اللہ تعالیٰ حرام کمائی سے صدقہ قبول نہیں کرتا۔
۳. کھجور کے برابر یا اس سے کم کیا گیا صدقہ بھی اللہ تعالیٰ کے ہاں اہمیت رکھتا ہے۔
۴. مال کمانے اور خرچ کرنے میں تقویٰ کو پیش نظر رکھنا چاہیے۔
۵. غصب شدہ مال قیامت کو نیکیوں کے باوجود جہنم میں جانے کا سبب بن سکتا ہے، کم از کم نیکیاں تو ضرور چھن جائیں گی۔

❀❀❀

﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَسْـَٔلُوْا عَنْ اَشْيَآءَ اِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ ۚ وَ اِنْ تَسْـَٔلُوْا عَنْهَا حِيْنَ يُنَزَّلُ الْقُرْاٰنُ تُبْدَ لَكُمْ ؕ عَفَا اللّٰهُ عَنْهَا ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ﴿۱۰۱﴾ قَدْ سَاَلَهَا قَوْمٌ مِّنْ قَبْلِكُمْ ثُمَّ اَصْبَحُوْا بِهَا كٰفِرِيْنَ ﴿۱۰۲﴾ ﴾

اے ایمان والو! تم ایسی باتوں کے متعلق مت سوال کرو اگر وہ تم پر ظاہر کر دی جائیں تو تمھیں ناگوار گزریں اور تم زمانہ نزول قرآن میں ان باتوں کو پوچھو گے تم پر وہ ظاہر کر دی جائیں گی گزشتہ سوالات اللہ تعالیٰ نے معاف کر دیے ہیں اللہ تعالیٰ بڑی مغفرت اور حلم والا ہے۔ ایسی باتیں تم سے پہلے اور لوگوں نے بھی پوچھی تھیں پھر ان باتوں سے منکر ہو گئے۔

❶ صحيح مسلم كتاب البر باب تحريم الظلم رقم: ٢٥٨١

مشکل الفاظ کے معانی

تُبْدَلَكُمْ : تمھارے لیے ظاہر ہو جائے۔

تَسُؤْكُمْ : تمھیں بری لگے گی۔

عَفَا اللّٰهُ عَنْهَا: اللہ تعالیٰ نے تمھیں ایسی باتوں سے معاف کر دیا ہے۔

قَدْسَاَلَهَا: تحقیق اشیاء کا سوال کیا۔

اَصْبَحُوْا: وہ ہو گئے۔

شانِ نزول

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہ قَالَ كَانَ قَوْمٌ يَسْأَلُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اِسْتِهْزَآءً فَيَقُوْلُ الرَّجُلُ مَنْ اَبِيْ ؟ وَيَقُوْلُ الرَّجُلُ تَضِلُّ نَاقَتُهُ اَيْنَ نَاقَتِيْ ؟ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ فِيْهِمْ هٰذِهِ الْاٰيَةَ ﴿يَاۤ يُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَسْئَلُوْا عَنْ اَشْيَآءَ اِنْ تُبْدَلَكُمْ تَسُؤْكُمْ﴾ حَتّٰى فَرَغَ مِنَ الْاٰيَةِ كُلِّهَا ❶

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں لوگوں نے بطور استہزاء رسول اللہ ﷺ سے سوالات کیے، پس ایک نے کہا میرا باپ کون ہے؟ دوسرا بولا میری اونٹنی گم ہوگئی ہے آپ بتلائیں وہ کہاں ہے؟ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت مبارکہ نازل فرمائی۔

التوضیح

﴿يَاۤ يُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَسْئَلُوْا عَنْ اَشْيَآءَ اِنْ تُبْدَلَكُمْ تَسُؤْكُمْ ۚ وَاِنْ تَسْئَلُوْا عَنْهَا حِيْنَ يُنَزَّلُ الْقُرْاٰنُ تُبْدَلَكُمْ﴾

اس آیت مبارکہ میں امت مسلمہ کی تربیت اور تہذیب کے پہلو کو اجاگر فرما کر رسول اللہ ﷺ کے ادب و احترام کو ملحوظ رکھنے کی تلقین کرتے ہوئے فضول اور بیکار سوالوں سے منع فرمایا گیا ہے اور ایسے سوالوں سے بھی ممانعت فرمائی ہے جن کی بدولت لوگوں پر تنگی اور مشکل ڈال دی جائے یا جن چیزوں سے خاموشی کا مقصد لوگوں کی آسانی اور وسعت ہو لیکن

❶ صحیح بخاری کتاب التفسیر باب لا تسالوا عن اشیاء ان تبدلکم تسؤ کم رقم: ٤٦٢٢

ان سوالوں کی بدولت اس وسعت میں تحدید ہو جائے ایسے تمام اسئلہ سے ایمان والوں کو روکا گیا ہے۔

مسلمانوں میں سب سے بڑا گناہ گار

اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ:((اِنَّ اَعْظَمَ الْمُسْلِمِیْنَ جُرْمًا مَنْ سَأَلَ عَنْ شَیْءٍ لَمْ یُحَرَّمْ فَحُرِّمَ مِنْ اَجْلِ مَسْأَلَتِہٖ.))❶

مسلمانوں میں سب سے بڑا گناہ گار وہ ہے کہ جس کے سوال کرنے کی وجہ سے کوئی حلال چیز حرام ہو جائے۔

بے فائدہ سوال سے ممانعت

قَالَ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ :((اِنَّ اللّٰہَ عَزَّوَجَلَّ حَرَّمَ عَلَیْکُمْ عُقُوْقَ الْاُمَّھَاتِ وَوَأْدَ الْبَنَاتِ وَمَنْعًا وَّھَاتِ وَکَرِہَ لَکُمْ ثَلَاثًا قِیْلَ وَقَالَ وَکَثْرَۃَ السُّؤَالِ وَاِضَاعَۃَ الْمَالِ.))❷

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تم پر ماؤں کی نافرمانی، لڑکیوں کو زندہ دفن کرنا، ضرورت کے وقت خرچ نہ کرنا اور بغیر ضرورت کے سوال کرنے کو حرام قرار دیا ہے اور تین چیزیں اللہ تعالیٰ نے تمھارے لیے ناپسند کی ہیں۔

(۱) قیل وقال۔

(۲) کثرت سوالات۔

(۳) مال کو ضائع کرنا۔

کثرت سوال سے کیا مراد ہے؟

کثرتِ سوال سے مراد فقہی مسائل میں بلاضرورت زیادہ سوال کرنا اور جو احکام نازل نہیں ہوئے ان میں تکلف کرنا اور مغالطے پیدا کرنا ہے ان اشیا کو سلف نے ناپسند کیا ہے، کیونکہ اسلام ایک واقعی طرز حیات کا نام ہے جو زندگی کے واقعات کا مقابلہ احکام سے کرتا ہے جن کا تعلق عملی اور واقعاتی چیزوں سے ہوتا ہے، یعنی جب کوئی واقعہ پیش آجائے، خواہ اس کی کوئی بھی صورت ہو تو اس کا جواب شریعت کے ان قوانین سے دیا جائے گا جو اس پر منطبق ہوتے ہوں۔

❶ صحیح بخاری کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ باب ما یکرہ من کثرۃ السؤال رقم:۷۲۸۹۔

❷ صحیح بخاری کتاب الادب باب عقوق الوالدین من الکبائر رقم:۵۹۷۵، صحیح مسلم کتاب الاقضیۃ باب النھی عن کثرۃ السؤال واضاعۃ المال رقم:۱۷۱۵۔

سوال کب جائز ہے؟

اللہ تعالیٰ نے ہر قسم کے سوال ناجائز قرار نہیں دیے بلکہ بے فائدہ سوال ناجائز ہیں بلکہ جن سوالات کا تعلق انسانی بھلائی کے ساتھ ہو اور ان پر انسان کی عملی زندگی کا انحصار ہو ان کو پوچھنا و دریافت کرنا انسان پر ضروری ہے، جیسے قرآن میں کوئی مجمل حکم ہو اس کی وضاحت کرنا۔

حدیث میں ہے عہد رسالت میں ایک آدمی کو دوران سفر زخم آیا تو وہ جنبی ہو گیا اس نے اپنے ساتھیوں سے دریافت کیا تو انہوں نے اسے غسل کرنے کا حکم دیا وہ غسل کرنے سے وفات پا گیا، رسول اللہ ﷺ کو اس معاملہ کا علم ہوا تو آپ ان پر سخت ناراض ہوئے فرمایا: ((اَوَلَمْ يَكُنْ شِفَاءُ الْعِيِّ السُّؤَالَ.)) ❶

لاعلمی کا علاج سوال تھا انہوں نے دریافت کیوں نہیں کیا؟

﴿عَفَا اللّٰهُ عَنْهَا ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ﴾

لوگوں نے بے فائدہ سوالات کی ممانعت کے نزول سے پہلے جو اس طرح کے سوالات کیے ہیں ان کا اللہ تعالیٰ مواخذہ نہیں کریں گے، اس لیے مسلمانوں کو ایسے سوالات سے پرہیز کرنا چاہیے اور جن احکامات میں اللہ تعالیٰ نے خاموشی اختیار کی ہے انسان کو بھی ان میں خاموشی اختیار کرنی چاہیے، جس آدمی نے سوال میں غلطی کی اللہ تعالیٰ اسے معاف کرنے والے ہیں۔

عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((اِنَّ اللّٰهَ فَرَضَ فَرَآئِضَ فَلَا تُضَيِّعُوْهَا وَحَدَّ حُدُوْدًا فَلَا تَعْتَدُوْهَا وَحَرَّمَ اَشْيَاءَ فَلَا تَنْتَهِكُوْهَا وَسَكَتَ عَنْ اَشْيَاءَ رَحْمَةً لَّكُمْ غَيْرَ نِسْيَانٍ فَلَا تَبْحَثُوْا عَنْهَا.)) ❷

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تم پر کچھ چیزیں فرض کی ہیں تم ان کو ضائع نہ کرو اور اس نے کچھ حدود مقرر کی ہیں تم ان سے تجاوز مت کرو اور کچھ اشیا تم پر حرام کی ہیں تم ان کی حرمت کو مت توڑو اور تم پر رحمت کرتے ہوئے کچھ اشیا پر اس نے بغیر کسی بھول کے خاموشی اختیار کی ہے تم ان کے متعلق بحث مت کرو۔

﴿قَدْ سَاَلَهَا قَوْمٌ مِّنْ قَبْلِكُمْ ثُمَّ اَصْبَحُوْا بِهَا كٰفِرِيْنَ﴾

❶ سنن ابن ماجه كتاب الطهارة وسننها باب في المجروح تصيبه الجنابة فيخاف على نفسه ان اغتسل رقم: ٥٧٢
(شیخ البانی نے اس روایت کو حسن قرار دیا ہے۔ دیکھیں ضعیف ابن ماجہ ص ۴۴)

❷ بيهقي ١٠/١٢، مشكوٰة باب الاعتصام بالكتاب والسنة رقم: ١٩٧ (بحواله سنن دار قطني)

اللہ تعالیٰ نے پہلی بعض قوموں کی حالت بیان فرمائی ہے کہ انہوں نے اپنے انبیائے کرام علیہم السلام سے بے جا سوالات کیے جو عناد اور استہزاء پر محمول تھے، جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے جوابات آئے تو انہوں نے ان کو ماننے سے انکار کر دیا جس کی وجہ سے وہ کافر ہو گئے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ:((دَعُوْنِیْ مَاتَرَكْتُكُمْ فَاِنَّمَا هَلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ سُؤَالُهُمْ وَاخْتِلَافُهُمْ عَلٰى اَنْبِيَآئِهِمْ فَاِذَا نَهَيْتُكُمْ عَنْ شَیْءٍ فَاجْتَنِبُوْهُ وَاِذَا اَمَرْتُكُمْ بِاَمْرٍ فَأْتُوْا مِنْهُ مَااسْتَطَعْتُمْ.))[1]

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس چیز کو میں نے چھوڑ دیا ہے اس چیز کو تم ترک کر دو، تم سے پہلے امتیں کثرت سوال اور اپنے انبیائے کرام علیہم السلام سے اختلاف کرنے کی وجہ سے ہلاک ہوئیں، میں تم کو جس چیز سے منع کر دوں تم اس سے رک جاؤ جس کا تم کو حکم دوں حسب استطاعت اس کی بجا آوری لاؤ۔

آیات سے اخذ ہونے والے مسائل

١. بے مقصد سوال کرنے سے منع کیا گیا ہے۔
٢. کثرت سوال، مال کو ضائع کرنا، والدین کی نافرمانی اور قیل وقال سے شریعت نے منع فرمایا ہے۔
٣. دین کے مسائل سیکھنے اور ان کے بارے میں سوال کرنا پسندیدہ فعل ہے۔
٤. علم نہ ہو تو فتویٰ نہیں دینا چاہیے۔
٥. جن باتوں کا شریعت نے حکم دیا ان پر عمل پیرا ہونا چاہیے جن سے روکا ان سے باز رہنا چاہیے اور جن سے خاموشی اختیار کی ان کے پیچھے نہیں پڑنا چاہیے۔

﴿مَا جَعَلَ اللّٰهُ مِنْ بَحِيْرَةٍ وَّ لَا سَآئِبَةٍ وَّ لَا وَصِيْلَةٍ وَّ لَا حَامٍ ۙ وَّ لٰكِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ ؕ وَ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ﴿103﴾﴾

اللہ تعالیٰ نے بحیرہ، سائبہ، وصیلہ اور حام کو مشروع نہیں کیا لیکن جو کافر ہیں وہ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ لگاتے اور اکثر

[1] صحیح بخاری کتاب الاعتصام بالکتاب والسنة باب الاقتداء بسنن رسول الله ﷺ رقم: ٧٢٨٨، صحیح مسلم کتاب الحج باب فرض الحج مرة فی العمر رقم ١٣٣٧

کافر عقل نہیں رکھتے۔

مشکل الفاظ کے معانی

مَا جَعَلَ اللّٰهُ: اللہ تعالیٰ نے جائز نہیں کیا۔

بَحِيْرَةٍ: وہ جانور جس کا دودھ دوھنا چھوڑ دیا جاتا اور کہا جاتا یہ بتوں کے لیے ہے، چنانچہ کوئی شخص اس کے تھنوں کو ہاتھ نہ لگاتا۔

سَآئِبَةٍ: وہ جانور جو بتوں کے لیے آزاد کر دیا جاتا جہاں چاہتا وہ جانور چرتا اس پر بوجھ بھی نہ رکھتے اور نہ ہی اس پر سوار ہوتے اور نہ ہی اس کی اون اتارتے تھے۔

وَصِيْلَةٍ: وہ اونٹنی جس سے یکے بعد دیگرے دو مادہ بچے پیدا ہوتے اس کو بھی بتوں کے نام پر آزاد کر دیتے۔

حَامٍ: وہ اونٹ جس کی نسل سے کئی بچے پیدا ہو چکے ہوتے اس کو بھی بتوں کے نام آزاد کر دیتے اور اس پر سواری وغیرہ بھی نہیں کرتے تھے۔

ماقبل آیات سے مناسبت

اللہ تعالیٰ نے پہلی آیات میں بے جا اور فضول سوالات کرنے سے منع فرمایا ہے اس کے بعد اہل جاہلیت کی گمراہی ظاہر کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ تقلید دین اور علم کے منافی اور باطل ہے۔

شانِ نزول

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ ﷺ ((فِيْ قَوْلِهٖ عَزَّوَجَلَّ﴿ لَا تَسْئَلُوْا عَنْ اَشْيَآءَ﴾ قَالَ: يَعْنِي الْبَحِيْرَةَ وَالسَّآئِبَةَ وَالْوَصِيْلَةَ وَالْحَامَ اَلَا تَرٰى اَنَّهٗ يَقُوْلُ مَاجَعَلَ اللّٰهُ مِنْ كَذَا وَكَذَا.))

ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بعض لوگوں نے رسول اللہ ﷺ سے ان مذکورہ جانوروں کے متعلق سوال کیا تھا۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان کے جواب میں یہ آیت مبارکہ اتاری تھی کہ تم ان کے متعلق سوال مت کرو حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو حرام نہیں کیا۔ [1]

[1] سنن سعيد بن منصور ٤ / ١٦٣٤

التوضیح

﴿مَا جَعَلَ اللّٰهُ مِنْ بَحِيْرَةٍ وَّ لَا سَآئِبَةٍ وَّ لَا وَصِيْلَةٍ وَّ لَا حَامٍ وَّ لٰكِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ﴾

یہاں اللہ تعالیٰ نے ان چار اشیا کا تذکرہ فرمایا ہے جن کو اہل جاہلیت نے اللہ تعالیٰ پر افتراء باندھ کر اپنے اوپر حرام کرلیا تھا حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ایسا کوئی حکم نہیں نازل فرمایا اوران کی عقل پر ایسا پردہ پڑا کہ وہ اس حرمت کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرتے تھے، حالانکہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے لیے کفر وشرک کو پسند نہیں کرتے اوراور نہ ہی کفر وشرک کا حکم دیتے ہیں، بلکہ ان کے دلوں میں کج روی تھی جس کی بنا پر وہ ایسی باتیں کرتے تھے۔

انسانی دل کی حالتیں

قلب انسانی کی دو حالتیں ہوتی ہیں:

١. قلب انسانی اللہ تعالیٰ کی پیدا کردہ فطرت پر قائم ہوتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کو ہی رب مانتا اسی کی توحید کا اعتراف کرتے ہوئے قانون الٰہی کا مطیع ہوجاتا ہے وہ کسی اور قانون کو ماننے کے لیے تیار نہیں ہوتا۔

٢. قلب انسانی کی دوسری حالت یہ ہوتی ہے کہ وہ جاہلیت کی بھول بھلیوں میں سرگرداں ہوجاتا ہے تو اس وقت جاہلیت کے شیاطین اور بت پرستی کے سردار اس سے یہ مطالبہ کرتے ہیں کہ ان کی عبادت کے لیے مختلف عادات ورسومات کے طریقے اختیار کرے اور انہیں راضی کرنے کے لیے ہر قسم کی قربانیاں دے، پھر عادات اور قربانیوں میں پوجا پاٹ کے طریقے متعدد ہوجاتے ہیں اور اس وقت وہ کئی الٰہوں کی بندگی میں ذلتیں برداشت کرتا ہے جو انسان کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملی ہوئی عزت وآبرو کا خاتمہ کردیتی ہیں۔

عربوں کے اندر ملت ابراہیمی میں افعال قبیحہ کا موجد

عربوں کے اندر ملتِ ابراہیمی میں تحریف کرکے ان رسومات اور خرافات اور بتوں کی عبادت کا موجد عمرو بن لحی الخزاعی تھا اور اس نے ہی سب سے پہلے دین ابراہیمی کو تبدیل کیا۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے:

قَالَ النَّبِيُّ ﷺ :((رَأَيْتُ عَمْرَو بْنَ عَامِرِ الْخُزَاعِيَّ يَجُرُّ قُصْبَهُ فِي النَّارِ كَانَ أَوَّلَ مَنْ سَيَّبَ السَّوَائِبَ.))❶

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ان جانوروں کے حرام کرنے کی رسم عربوں میں سب سے پہلے عمرو بن عامر خزاعی نے جاری کی تھی اور میں نے اس کو جہنم میں دیکھا کہ اس کی انتڑیاں دوزخ میں نکلی ہوئی تھیں وہ ان کو کھینچتا ہوا جہنم میں جل رہا تھا۔''

بعض مرفوع اور موقوف روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ ملت ابراہیمی کو چھوڑ کر قریش میں بت پرستی کی رسم اس عمرو بن عامر نے ڈالی تھی اور حضرت نوح علیہ السلام کے زمانہ میں جو بت زمین میں دب گئے تھے شیطان کے بہکاوے کی بنا پر وہ یہ بت جدہ سے کھود کر مکہ لے آیا ان کو کعبہ کے اردگرد مسجد حرام کے اندر نصب کر دیا اور جب قوم جرہم کے بعد بیت اللہ قوم خزاعہ کے پاس آیا تو اس وقت یہ عمرو بن عامر بنوخزاعہ کا سردار تھا۔❷

جاہلیت میں بت پرستی کے علاوہ ایک یہ بری رسم بھی رائج تھی اسلام جس کا علاج کرتا ہے تاکہ لوگوں میں سوچ و بچار کے اصول قائم ہوں اور ان میں نظم و نسق قائم ہو اس لیے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کوئی بحیرہ، سائبہ، وصیلہ اور حام مقرر نہیں کیا جب ان کو مقرر کرنے والے ہی کافر ہیں تو ان کی اتباع کرنے والے بھی کفار اور مشرکین ہوں گے اور وہ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھتے ہیں اور خود ہی باتیں بنا کر اللہ تعالیٰ کے ذمہ لگا دیتے ہیں اسی طرح وہ احکام الٰہی سے جان چھڑانے کے لیے بہانہ سازیاں کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بولتے ہیں۔

آیت کریمہ سے اخذ ہونے والے مسائل

۱ بحیرہ، سائبہ، وصیلہ اور حام جانوروں کو اللہ تعالیٰ نے حرام نہیں کیا۔

۲ اللہ کی شریعت میں رخنہ اندازی کرنے والے جہنمی ہیں۔

۳ عمرو بن لحی سائبہ کی رسم کو جاری کرنے کی وجہ سے جہنمی ثابت ہوا۔

۴ اپنی مرضی سے اللہ تعالیٰ کی حلال کردہ چیزوں کو حرام کرنے والے کافر ہیں۔

❶ صحیح بخاری کتاب التفسیر باب ما جعل اللہ من بحیرۃ ولا سائبۃ ولا وصیلۃ ولا حام رقم:٤٦٢٣، صحیح مسلم کتاب الجنۃ باب النار یدخلھا الجبارون رقم:٢٨٥٦_❷ فتح الباری ٨/ ٦٦٨ تفسیر سورۃ نوح

﴿ وَ اِذَا قِيۡلَ لَهُمۡ تَعَالَوۡا اِلٰى مَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰهُ وَ اِلَى الرَّسُوۡلِ قَالُوۡا حَسۡبُنَا مَا وَجَدۡنَا عَلَيۡهِ اٰبَآءَنَا ؕ اَوَ لَوۡ كَانَ اٰبَآؤُهُمۡ لَا يَعۡلَمُوۡنَ شَيۡـًٔـا وَّ لَا يَهۡتَدُوۡنَ ﴿۱۰۴﴾ ﴾

جب ان کو کہا جاتا ہے تم اس کتاب کی طرف آؤ جس کو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا ہے اور رسول ﷺ کی طرف آؤ تو انہوں نے کہا ہمارے لیے وہی کافی ہے جس پر ہم نے اپنے باپ اور دادا کو پایا، کیا اگر ان کے باپ اور دادا کچھ نہیں جانتے اور ہدایت پر نہیں تھے (تو تب بھی وہ ان کے پیچھے جائیں گے۔)

مشکل الفاظ کے معانی

اِذَا قِيۡلَ لَهُمۡ: جب ان کے لیے کہا جاتا ہے۔

تَعَالَوۡا: تم آؤ۔

مَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰهُ: جو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی ہے۔

حَسۡبُنَا: ہم کو کافی ہے۔

وَجَدۡنَا: ہم نے پایا۔

التوضیح

﴿ وَ اِذَا قِيۡلَ لَهُمۡ تَعَالَوۡا اِلٰى مَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰهُ وَ اِلَى الرَّسُوۡلِ قَالُوۡا حَسۡبُنَا مَا وَجَدۡنَا عَلَيۡهِ اٰبَآءَنَا ﴾

یہاں اللہ تعالیٰ نے مشرکین کی عادت قبیحہ کا تذکرہ فرمایا ہے کہ جب ان مشرکین کو کہا جاتا کہ تم اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ شریعت اور احکام پر عمل کرو اور ان کو قبول کر لو اور جو شریعت اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی ہے اس کی شرح اور تفسیر رسول اللہ ﷺ کی سنت ہے اور یہی وہ حق کی کسوٹی اور نقطہ ہے جس پر جاہلیت اور اسلام کی راہیں جدا ہو جاتی ہیں اسی پر ہی کفر و ایمان کے راستے الگ ہو جاتے ہیں، یعنی جب لوگوں کو کتاب اللہ کی نصوص کی طرف بلایا جائے تو وہ لبیک کہیں تو پھر وہ مؤمن ہیں اگر وہ اس دعوت کو قبول کرنے سے انکار کر دیں تو وہ مسلمان اور مومن نہیں اور ان کو اس وقت مومن کہلانے کا

کوئی حق نہیں۔تو وہ رسول اللہ ﷺ کو جواب دیتے کہ ہمارے لیے آباء واجداد کا طریقہ ہی کافی ہے گویا کہ انہوں نے بندوں کی غلامی ترک کرنے سے انکار کیا۔اپنے مالک اور خالق کے قانون کا انکار کر کے اپنی آزادی سے منہ پھیر کر تقلید اختیار کر لی جو کہ سراسر گمراہی ہے۔

﴿اَوَ لَوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ شَيْئًا وَّ لَا يَهْتَدُوْنَ﴾

کیونکہ عرب قوم دوسری قوموں کی نسبت اپنے آپ کو زیادہ عقل مند سمجھتی ان کا گمان تھا کہ اگر کوئی نبی ان میں سے ہو اور اس پر کتاب نازل کی جائے تو دوسری قوموں سے بڑھ کر ہدایت پھیلے گی، جب اللہ تعالیٰ نے ان کی اس آرزو کو پورا فرما دیا اور ان پر آسمانی کتاب بھی نازل ہوئی تو پھر ان کی عقل کا یہ حال کہ وہ اپنے بڑوں کی لکیر کے فقیر (اندھے مقلد) بن گئے، ان کے دلوں پر نبی ﷺ کی تبلیغ اور قرآن کی ہدایت کا کچھ اثر نہیں ہوتا حالانکہ ان کے سامنے دنیا والوں کی بے شمار ایسی مثالیں موجود ہیں، دنیا کے معاملات میں نقصان بڑوں کی تقلید اور ان کی بات پر عمل کرنے سے ہوتا ہو تو چھوٹے بڑوں کی بات ہرگز نہیں مانتے۔کیا ان کو اتنی عقل بھی نہیں اگر بڑے صاحب عقل اور دین کا راستہ جاننے والے ہوتے تو وہ ایسی فضول اور بے بنیاد باتوں کو دین ابراہیمی میں داخل نہ کرتے۔

حدیث میں ہے:

عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ:((مَثَلُ مَابَعَثَنِیَ اللّٰهُ بِیْ مِنَ الْهُدٰی وَالْعِلْمِ كَمَثَلِ الْغَيْثِ الْكَثِيْرِ اَصَابَ اَرْضًا فَكَانَ مِنْهَا نَقِيَّةٌ قَبِلَتِ الْمَآءَ فَاَنْبَتَتِ الْكَلَاَ وَالْعُشْبَ الْكَثِيْرَ وَكَانَتْ مِنْهَا اَجَادِبُ اَمْسَكَتِ الْمَآءُ فَنَفَعَ اللّٰهُ بِهَا النَّاسَ فَشَرِبُوْا وَسَقُوْا وَزَرَعُوْا وَاَصَابَ مِنْهَا طَائِفَةٌ اُخْرٰی اِنَّمَا هِیَ قِيْعَانٌ لَا تُمْسِكُ مَآءً وَلَا تُنْبِتُ كَلًأ فَذٰلِكَ مِثْلُ مَنْ فَقُهَ فِیْ دِيْنِ اللّٰهِ وَنَفَعَهُ مَا بَعَثَنِیَ اللّٰهُ بِهٖ فَعَلِمَ وَعَلَّمَ وَمَثَلُ مَنْ لَّمْ يَرْفَعْ بِذٰلِكَ رَاْسًا وَلَمْ يَقْبَلْ هُدَی اللّٰهِ الَّذِیْ اُرْسِلْتُ بِهٖ.)) [1]

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں ''جو ہدایت میں لے آیا ہوں اس کی مثال اس بارش جیسی ہے جو زمین پر برسے اور

[1] صحیح بخاری کتاب العلم باب فضل من علم وعلم رقم: ٧٩ (١ / ١٨)۔

اچھی زمین اس کے پانی کو قبول کرتی ہے اس سے گھاس اور نباتات اگتی ہیں اور کچھ زمین سخت ہوتی ہے وہ پانی کو روک لیتی ہے اس سے لوگ فائدہ حاصل کرتے ہیں اور کھیتی باڑی کرتے ہیں اور کچھ زمین پتھریلی ہوتی ہے وہ پانی کو نہیں روکتی گھاس اور نباتات کو نہیں اگاتی جو آدمی دین سمجھے اور اس سے نفع حاصل کرلے وہ زمین کی پہلی قسم جیسا ہے جو دین کی طرف توجہ نہیں کرتا اور نہ ہی وہ ہدایت قبول کرتا ہے جس کو میں لے کر آیا ہوں اس کی مثال پتھریلی زمین جیسی ہے۔''

ملاحظہ

اس آیت مبارکہ اور حدیث شریف کو ملانے سے معلوم ہوا کہ جس طرح بارش اچھی بری زمین پر یکساں برستی ہے اور اچھی زمین اس کو قبول کر لیتی ہے اور پتھریلی زمین اسے قبول نہیں کرتی اس طرح رسول اللہ ﷺ کی نصیحت سب لوگ سنتے ہیں جو لوگ اسے قبول کر لیتے ہیں وہ صالح اور اللہ تعالیٰ کے قرب کے مستحق ٹھہرتے ہیں جو اسے قبول نہیں کرتے بلکہ وہ اپنے آباء واجداد کی تقلید پر ہی قائم رہتے ہیں اور اچھائی اور برائی کی تمیز نہیں کرتے وہ غضب الٰہی کے مستحق ٹھہرتے ہیں۔

۞۞۞

﴿يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ ۚ لَا يَضُرُّكُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَيْتُمْ ؕ اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿105﴾﴾.

اے ایمان والو! تم اپنی فکر کرو جب تم راہ راست پر چل رہے ہو اس وقت جو شخص گمراہی اختیار کرے اس سے تمھارا نقصان نہیں ہوگا اللہ تعالیٰ کے پاس تم سب نے جانا ہے جو کچھ تم (دنیا میں) کرتے تھے وہ تم کو بتلا دے گا۔

مشکل الفاظ کے معانی

اٰمَنُوْا: ایمان لائے یعنی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی تصدیق کرنے اور ان کے حکم کو ماننے اور افعال خیر کرنے اور منکرات کو چھوڑنے والے۔

عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ: اپنی جانوں کو برائی سے بچاؤ۔

اِذَا اهْتَدَيْتُمْ: جب تم ہدایت پا جاؤ گے، یعنی جب تم حق کو پہچان لو گے اور حق کے راستہ کو لازم پکڑو گے۔

اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا: تم سب (گمراہ اور ہدایت یافتہ لوگوں) کا اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹنا ہے۔

فَيُنَبِّئُكُمْ : وہ تمھیں تمھارے اعمال کی خبر اور ان کی جزا دے گا۔

التوضیح

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ ۚ لَا يَضُرُّكُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَيْتُمْ ؕ اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ﴾

اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے مسلم اور غیر مسلم کا امتیاز کرتے ہوئے حکم فرمایا ہے کہ ایمان والوں کو اپنے نفوس کی اصلاح اور اپنی طاقت کے مطابق افعال خیر کی کوشش کرنی چاہیے کیونکہ مسلمان ایک امت ہیں اور ان پر ایک دوسرے کی طرف سے بہت سی ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں جب تک یہ اپنی اجتماعی اور انفرادی ذمہ داریاں پوری نہ کریں اس وقت تک ان کی نجات ممکن نہیں، اگر یہ اپنی ذمہ داریوں کو ادا کریں تو دوسرے لوگوں کی بدی اور نافرمانی ان کے لیے نقصان دہ نہیں ہوگی، اگر وہ بدلوگوں سے میل ملاپ کی وجہ سے اپنی ذمہ داریوں سے منحرف ہو گئے تو اس انحراف کا ان سے سوال کیا جائے گا اور اس کی وجہ سے ان پر عذاب نازل ہوگا۔

عَنْ حُذَيْفَةَ رضی اللہ عنہ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: ((وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَتَأْمُرُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ وَلَتَنْهَوُنَّ عَنِ الْمُنْكَرِ اَوْلَيُوْشَكَنَّ اللّٰهُ اَنْ يَّبْعَثَ عَلَيْكُمْ عِقَابًا مِّنْ عِنْدِهٖ ثُمَّ لَتَدْعُوْنَهٗ وَلَا يُسْتَجَابُ لَكُمْ.)) ❶

حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مجھے اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے تم امر بالمعروف و نہی عن المنکر پر کاربند رہو گے ورنہ اللہ تعالیٰ تم پر عذاب نازل فرمائیں گے اور تم دعا کرو گے اللہ تعالیٰ تمھاری دعا کو قبول نہیں کریں گے۔''

❶ جامع ترمذی ابواب الفتن باب ما جاء فی الامر بالمعروف رقم: ٢١٦٩

غلط فہمی

یہ غلط فہمی بہت پرانی مگر آج بھی موجود ہے کہ صرف انسان اپنا ہی ذمہ دار ہے جب اس نے خود کو ہدایت یافتہ کر لیا تو پھر اگر ساری دنیا گمراہ ہو جائے تو اس پر کوئی گناہ اور ذمہ داری نہیں، اس تصور کا نتیجہ یہ ہوا کہ بعض لوگوں نے محض ذاتی اصلاح کو اسلام جان لیا، ان کا خیال ہے کہ خدائی احکام کی زمین میں اقامت اس امت کی ذمہ داری سے خارج ہے، اگر اس تصور کو مان لیا جائے تو اسلام ایک انفرادی مذہب بن کر رہ جاتا ہے جو کہ اسلام پر بڑا قدغن ہے۔

غلط فہمی کا جواب

اسلام نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو بطور فریضہ اس امت پر واجب کیا ہے اور دوسرے لوگوں کو گمراہی سے نکالنے کی حتی المقدور کوشش کا حکم دیا ہے جیسا کہ فرمایا ہے:

﴿وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ﴾ ❶

تم میں ایک ایسی جماعت ہونی چاہیے جو لوگوں کو اچھائی کا حکم دے اور برائی سے روکے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: لوگو تم یہ آیت: ﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ ۚ لَا يَضُرُّكُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَيْتُمْ﴾ تلاوت کرتے ہو، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اِنَّ النَّاسَ اِذَا رَأَوُا الْمُنْكَرَ لَا يُغَيِّرُوْنَهُ اَوْشَكَ اَنْ يَّعُمَّهُمْ بِعِقَابِهِ.)) ❷

جب لوگ برائی کو دیکھ کر اس سے لوگوں کو نہیں روکیں گے تو ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان پر اپنا عام عذاب نازل کر دے۔

اس سے یہ بات ثابت ہوئی کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے باوجود اگر وہ گمراہی پر قائم رہیں اور نیکی کی طرف نہ آئیں اس وقت وہ تمھارے لیے نقصان دہ نہیں ہوں گے۔

---

❶ سورة ال عمران آیت ۱۰۴۔

❷ سنن ابن ماجه كتاب الفتن باب الامر بالمعروف والنهى عن المنكر رقم:۴۰۰۵۔

آیت مبارکہ سے جو مسائل ثابت ہوتے ہیں

۱. ایمان والوں پر خود کو شرک اور معاصی سے بچانا اور اعمال صالحہ کرنا واجب ہے۔
۲. جب انسان امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر کاربند ہو تو لوگوں کی گمراہی اس کے لیے نقصان دہ نہیں ہوتی۔
۳. مسلمانوں میں ایک ایسی جماعت ہونی چاہیے جو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ سرانجام دے۔
۴. اعمال کا انسانی زندگی پر بہت زیادہ اثر ہوتا ہے۔
۵. آخرت حق ہے اس میں کسی قسم کا کوئی شک وشبہ نہیں۔

❁❁❁

﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ شَهَٰدَةُ بَيۡنِكُمۡ إِذَا حَضَرَ أَحَدَكُمُ ٱلۡمَوۡتُ حِينَ ٱلۡوَصِيَّةِ ٱثۡنَانِ ذَوَا عَدۡلٍ مِّنكُمۡ أَوۡ ءَاخَرَانِ مِنۡ غَيۡرِكُمۡ إِنۡ أَنتُمۡ ضَرَبۡتُمۡ فِي ٱلۡأَرۡضِ فَأَصَٰبَتۡكُم مُّصِيبَةُ ٱلۡمَوۡتِۚ تَحۡبِسُونَهُمَا مِنۢ بَعۡدِ ٱلصَّلَوٰةِ فَيُقۡسِمَانِ بِٱللَّهِ إِنِ ٱرۡتَبۡتُمۡ لَا نَشۡتَرِي بِهِۦ ثَمَنٗا وَلَوۡ كَانَ ذَا قُرۡبَىٰ وَلَا نَكۡتُمُ شَهَٰدَةَ ٱللَّهِ إِنَّآ إِذٗا لَّمِنَ ٱلۡأٓثِمِينَ ﴿١٠٦﴾ فَإِنۡ عُثِرَ عَلَىٰٓ أَنَّهُمَا ٱسۡتَحَقَّآ إِثۡمٗا فَـَٔاخَرَانِ يَقُومَانِ مَقَامَهُمَا مِنَ ٱلَّذِينَ ٱسۡتَحَقَّ عَلَيۡهِمُ ٱلۡأَوۡلَيَٰنِ فَيُقۡسِمَانِ بِٱللَّهِ لَشَهَٰدَتُنَآ أَحَقُّ مِن شَهَٰدَتِهِمَا وَمَا ٱعۡتَدَيۡنَآ إِنَّآ إِذٗا لَّمِنَ ٱلظَّٰلِمِينَ ﴿١٠٧﴾ ذَٰلِكَ أَدۡنَىٰٓ أَن يَأۡتُواْ بِٱلشَّهَٰدَةِ عَلَىٰ وَجۡهِهَآ أَوۡ يَخَافُوٓاْ أَن تُرَدَّ أَيۡمَٰنُۢ بَعۡدَ أَيۡمَٰنِهِمۡۗ وَٱتَّقُواْ ٱللَّهَ وَٱسۡمَعُواْۗ وَٱللَّهُ لَا يَهۡدِي ٱلۡقَوۡمَ ٱلۡفَٰسِقِينَ ﴿١٠٨﴾﴾

اے ایمان والو! جب تم میں سے کسی پر موت کا وقت آجائے اور وصیت کرنا چاہے تو اسے چاہیے اپنی وصیت پر تم میں سے دو عادل آدمی گواہ بنائے۔ (اگر مسلم گواہ میسر نہ ہوں تو) پھر ان کے غیر (غیر مسلم) کو شاہد بنائے جب تم کو سفر کی حالت میں موت نے دبوچ لیا ہے اگر تم شک کرو تو پھر ان دونوں گواہوں کو تم (نماز عصر کے بعد) گواہی کے لیے روک لو (کھڑا کرو) وہ دونوں اللہ تعالیٰ کی قسم اٹھائیں گے ہم حلف کے بدلے میں دنیا نہیں کمانا چاہتے اگرچہ کوئی قرابت دار بھی ہو اور اللہ تعالیٰ کی بات کو ہم پوشیدہ نہیں کریں گے اس وقت ہم سخت گنہگار رہوں گے، اگر اس امر کی اطلاع ملے کہ وہ دونوں

گواہ کسی گناہ کے مرتکب ہوئے ہیں۔تو ان لوگوں میں سے جن کے مقابلہ میں گناہ کا ارتکاب کیا ہوا تھا اور دو شخص جو میت کے قریب تر ہوں جہاں وہ کھڑے ہوئے تھے وہاں کھڑے ہو کر قسم اٹھائیں کہ ہماری قسم ان کی قسم سے زیادہ صحیح اور درست ہے ہم نے کسی قسم کی زیادتی نہیں کی ہم اس حالت میں زیادہ ظالم ہوں گے، یہ زیادہ قریب تر ہے کہ وہ لوگ واقعہ کو صحیح طور پر ظاہر کریں یا اس سے ڈریں کہ ان سے قسمیں لینے کے بعد یہ قسمیں الٹی پڑ جائیں گی اور تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور سنو کہ اللہ تعالیٰ فاسق لوگوں کو ہدایت نہیں کرتا۔

مشکل الفاظ کے معانی

شَهَادَةُ: ایسا قول جو انسان سے علم اور بصیرت کے ساتھ صادر ہو شہادۃ کہلاتا ہے۔

بَيْنِكُمْ: آپس میں تمھارے درمیان۔

اِنْ اَنْتُمْ ضَرَبْتُمْ فِي الْاَرْضِ: جب تم حالت سفر میں ہو۔

بَعْدِ الصَّلٰوةِ: نماز عصر کے بعد۔

اِنِ ارْتَبْتُمْ: جب تم ان دونوں (گواہوں) کی سچائی میں شک کرو۔

لَا نَكْتُمُ: ہم نہیں چھپائیں گے۔

فَاِنْ عُثِرَ: اگر خبر ہو جائے۔

اِسْتَحَقَّآ اِثْمًا: ان دونوں (گواہوں نے) گناہ کا ارتکاب کیا ہے۔

اَدْنٰٓى: زیادہ قریب۔

بِالشَّهَادَةِ عَلٰى وَجْهِهَآ: صحیح شہادت جس میں کسی قسم کی تحریف اور تبدیلی نہ ہو۔

الْفٰسِقِيْنَ: اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے نکلنے والے یعنی نافرمان۔

ماقبل سے مناسبت

اللہ تعالیٰ نے پہلی آیت میں موت کے بعد اٹھائے جانے اور قیامت کے دن حساب وکتاب اور لوگوں کے اعمال کی جزا کا تذکرہ فرمایا ہے، اس آیت میں وصیت پر شہادت کا ذکر ہے کیونکہ وصیت بھی موت کے بعد جاری ہوتی ہے تاکہ شہادت اور تنفیذ احسن طریقہ سے انجام پائے۔

شانِ نزول

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہ قَالَ خَرَجَ رَجُلٌ مِّنْ بَنِیْ سَهْمٍ مَّعَ تَمِیْمِ الدَّارِیِّ وَعَدِیِّ بْنِ بَدَّآءٍ فَمَاتَ السَّهْمِیُّ بِاَرْضٍ لَیْسَ بِهَا مُسْلِمٌ فَلَمَّا قَدِمَا بِتَرِكَتِهٖ فَقَدُوْا جَامًا مِّنْ فِضَّةٍ مُّخَوَّصًا مِّنْ ذَهَبٍ فَاَحْلَفَهُمَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ثُمَّ وُجِدَ الْجَامُ بِمَكَّةَ فَقَالُوْا اِبْتَعْنَاهُ مِنْ تَمِیْمٍ وَّعَدِیٍّ فَقَامَ رَجُلَانِ مِنْ اَوْلِیَاءِ السَّهْمِیِّ فَحَلَفَا لَشَهَادَتُنَا اَحَقُّ مِنْ شَهَادَتِهِمَا وَاَنَّ الْجَامَ لِصَاحِبِهِمْ قَالَ وَفِیْهِمْ نَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰیَةُ [1]

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ بنوسہم سے ایک آدمی تمیم الداری اور عدی بن بدا کے ساتھ ارض شام کی طرف تجارت کی غرض سے روانہ ہوا اور یہ سہمی رضی اللہ عنہ جو مسلمان تھا راستہ میں بیمار ہو گیا وہاں کوئی اور مسلمان نہیں تھا اس نے وصیت لکھ کر اپنے مال میں رکھ دی وہ فوت ہو گیا جب وہ دونوں نصرانی اس کے ترکہ یعنی مال کو لے کر واپس آئے اور اس کا مال اس کے ورثاء کے حوالے کیا تو انہوں نے اس مال سے ایک سونے کا پیالہ گم پایا، جب یہ مقدمہ عدالت نبوی ﷺ میں دائر ہوا تو ان دونوں نے قسم اٹھائی کہ ہم نے اس کا کل ترکہ واپس کر دیا ہے، اس کے بعد متوفی کے ورثاء نے وہ پیالہ جس کو ان دونوں نے فروخت کیا تھا مکہ سے پالیا، اس پر متوفی کے ورثاء نے قسم اٹھائی کہ ان نصرانیوں نے غلط قسم اٹھائی ہے اور یہ پیالہ متوفی کا ہے اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

التوضیح

اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو خطاب کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ تم میں سے جو آدمی اپنی موت کے قریب ہونے کو

[1] صحیح بخاری کتاب الوصایا باب قول اللہ تعالیٰ یایھا الذین آمنوا شھادۃ بینکم رقم: ۲۷۸۰۔

محسوس کرے اور وہ اپنے مال میں وصیت کرنا چاہتا ہو تو وہ مسلمان گواہ بنائے جب وہ سفر میں ہو اگر اس کو مسلم گواہ نہیں ملتے تو اس وقت دو غیر مسلم گواہ بنانے بھی جائز ہیں اور وہ دونوں گواہی دیں گے اگر ان کے بیانات پر ورثاء کو کسی قسم کا شک نہ ہو تو پھر ان کے بیانات پر فیصلہ کیا جائے گا اگر ورثائے میت کو گواہوں کے حق میں بدظنی پیدا ہو جائے تو پھر اپنے بیانات کے درست ہونے پر حلف دیں گے۔

حلف کا طریقہ

یہ دونوں گواہ نماز کے بعد کھڑے ہو کر حلف اٹھائیں گے کہ ہم جھوٹی قسم کے ذریعہ اس دنیا فانی کو نہیں کمائیں گے اگر چہ ہماری قسم سے ہمارے قریبی رشتہ دار کو نقصان ہی کیوں نہ پہنچے اور ہم اللہ تعالیٰ کی شہادت میں تغیر اور تبدیلی وغیرہ بھی نہیں کریں گے اور نہ اس سے کوئی چیز مخفی رکھیں گے اگر ہم نے ایسے کیا تو ہم گناہ گاروں سے ہیں۔

حلف کا وقت

اس قسم کا حلف اٹھانے کے لیے نماز عصر کے بعد کا وقت زیادہ موزوں ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے عصر کے بعد جھوٹی قسم کو بڑا خوفناک قرار دیا ہے جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

قَالَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ :((ثَلَاثَةٌ لَّا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ وَلَا يَنْظُرَاِلَيْهِمْ وَلَا يُزَكِّيْهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ رَجُلٌ عَلٰى فَضْلِ مَآءٍ بِطَرِيْقٍ يَّمْنَعُ مِنْهُ ابْنَ السَّبِيْلِ وَرَجُلٌ بَايَعَ رَجُلًا لَا يُبَايِعُهٗ اِلَّا لِلدُّنْيَا فَاِنْ اَعْطَاهُ مَايُرِيْدُ وَفٰى لَهٗ وَاِلَّالَمْ يَفِ لَهٗ وَرَجُلٌ سَاوَمَ رَجُلًا بِسِلْعَةٍ بَعْدَ الْعَصْرِ فَحَلَفَ بِاللّٰهِ لَقَدْ اَعْطٰى بِهٖ كَذَا وَكَذَا فَاَخَذَهَا.))[1]

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ تین قسم کے لوگوں سے ہمکلام نہیں ہوں گے اور ان کی طرف نظر رحمت سے نہیں دیکھیں گے اور نہ ہی ان کو گناہوں سے پاک کریں گے۔

وہ تین آدمی درج ذیل ہیں۔

1 جو آدمی اپنا فالتو پانی مسافروں سے روک لیتا ہے۔

---

[1] صحیح بخاری کتاب الشهادات باب اليمين بعد العصررقم:٢٦٧٢ ۔

۲ کوئی آدمی دنیاوی لالچ کی بنا پر کسی کی بیعت کرتا ہے۔ اگر اس کا مقصود اسے حاصل ہو تو بیعت کو باقی رکھتا ہے ورگرنہ اسے ختم کر دیتا ہے۔

۳ جو شخص کسی کو نماز عصر کے بعد جھوٹی قسم اٹھا کر اپنا مال فروخت کرتا ہے۔''

ملاحظہ

ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب شاہدین غیر مسلم ہوں تو اس وقت ان کے دین کی نماز مراد ہوگی۔ ❶

ورثائے میت کی شہادت

جب ورثائے میت شاہدین کی گواہی میں کوئی خیانت محسوس کریں تو پھر قریبی دو ورثاء اللہ تعالیٰ کی قسم اٹھا کر شہادت دیں گے کہ ہماری شہادت ان دونوں سے زیادہ صحیح ہے ہم نے کسی قسم کی زیادتی یا غلط بیانی نہیں کی اگر ہم نے غلط بیانی سے کام لیا ہے تو ہم گنہگار رہیں۔

غیر مسلم کی شہادت

اگر کسی وجہ سے مسلم شہداء میسر نہ ہوں تو پھر دو غیر مسلم شاہد بنائے جا سکتے ہیں۔

جیسا کہ ایک صحیح حدیث میں شعبی بیان فرماتے ہیں:

اَنَّ رَجُلًا مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ حَضَرَتْهُ الْوَفَاةُ بِدَقُوْقَآءَ هٰذِهٖ وَلَمْ يَجِدْ اَحَدًامِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ يُشْهِدُهٗ عَلٰى وَصِيَّةٖ فَاَشْهَدَ رَجُلَيْنِ مِنْ اَهْلِ الْكِتَابِ فَقَدِمَاالْكُوْفَةَ فَاَتَيَا اَبَا مُوْسَى الْاَشْعَرِيَّ فَاَخْبَرَاهُ فَقَدِمَا بِتَرَكَتِهٖ وَوَصِيَّتِهٖ فَقَالَ الْاَشْعَرِيُّ هٰذَا اَمْرٌلَمْ يَكُنْ بَعْدَ الَّذِیْ كَانَ فِیْ عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَاَحْلَفَهُمَا بَعْدَ الْعَصْرِ بِاللّٰهِ مَاخَانَا وَلَا كَذَبَا وَلَا بَدَّلَا وَلَا كَتَمَا وَلَا غَيَّرَا وَاِنَّهَا لَوَصِيَّةُ الرَّجُلِ وَتَرِكَتُهٗ فَاَمْضٰى شَهَادَتَهُمَا ❷

ایک مسلمان شخص کی وفات دوران سفر دقوقاء کے مقام پر ہوئی اور اسے وصیت پر گواہ بنانے کے لیے کوئی مسلم

---

❶ تفسیر ابن کثیر ۲/۱۵۵ تفسیر سورۃ مائدہ آیت ۱۰۶۔

❷ سنن ابی داود کتاب القضایا باب شهادة اهل الذمة فی الوصیة فی السفر رقم: ۳۶۰۵۔
(اس کی سند صحیح ہے اگر شعبی کا ابوموسیٰ سے سماع ثابت ہو۔ ضعیف سنن ابی داود ص ۳۵۶)

گواہ نہ ملے تو متوفی نے اہل کتاب سے دو گواہ بنا لیے، جب یہ دونوں شاہد حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے پاس کوفہ حاضر ہوئے تو متوفی کا ترکہ اور وصیت پیش کی تو حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے فرمایا ایسا ہی ایک واقعہ رسول اللہ ﷺ کے پاس پیش ہوا تھا اور یہ اب دوسرا واقعہ ہے، چنانچہ نماز عصر کے بعد ان دونوں سے قسم لی گئی کہ ہم نے خیانت نہیں کی اور نہ ہی جھوٹ بولا ہے نہ ہی کسی چیز کو چھپایا ہے چنانچہ ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے ان کی شہادت کو صحیح مانتے ہوئے اسی پر فیصلہ صادر فرما دیا، اس فیصلہ کا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کسی نے انکار نہیں کیا بلکہ اس کو درست تسلیم کیا ہے۔

لوگوں کے سامنے قسم لینے میں حکمت

جب وہ لوگوں کے سامنے حلف باللہ اٹھائیں گے تو ایک تو اس کی تعظیم اور دوسرا لوگوں کے سامنے اپنی رسوائی سے ڈرتے ہوئے کہ کہیں ہماری قسموں کو رد نہ کر دیا جائے اور ہم سزا کے مستحق نہ ٹھہریں وہ سچ بولیں گے اور شہادت میں کسی قسم کا تغیر یا تبدیلی نہیں کریں گے۔

ملاحظہ

بعض علمائے کرام نے ان آیات کو منسوخ قرار دیا ہے یہ درست نہیں اگر یہ منسوخ ہوتیں تو پھر عہد صحابہ رضی اللہ عنہم میں اس پر عمل باقی نہ رہتا بلکہ ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے فیصلہ کو سب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تسلیم نہ کرتے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ان کے فیصلہ کو قبول کر لینا بتلاتا ہے کہ منسوخیت والی بات درست نہیں۔

امام ابن کثیر بھی فرماتے ہیں کہ جس نے اس کو منسوخ کیا ہے اس کو دلیل پیش کرنی چاہیے۔ [1]

آیات سے جو مسائل ثابت ہوتے ہیں

۱. انسان کے لیے وصیت سفر اور حضر میں جائز اور مشروع ہے، اس پر ترغیب دلائی گئی ہے۔

۲. وصیت پر دو گواہوں کا ہونا ضروری ہے۔

۳. جب کوئی مسلم گواہ نہ ہو تو غیر مسلم کی وصیت پر شہادت قبول ہوگی۔

۴. نماز عصر کے بعد قسم اٹھانا مستحب ہے۔

۵. جب گواہوں کی سچائی مشکوک ہو جائے تو پھر ورثائے میت کی گواہی معتبر ہوگی۔

﴿يَوْمَ يَجْمَعُ اللّٰهُ الرُّسُلَ فَيَقُوْلُ مَاذَآ اُجِبْتُمْ قَالُوْا لَا عِلْمَ لَنَا ؕ اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ﴿۱۰۹﴾﴾

جس دن اللہ تعالیٰ تمام انبیائے کرام کو جمع فرما کر سوال کریں گے (دعوت توحید پیش کرنے پر) تم کو کیا جواب ملا؟ وہ کہیں گے ہم کو خبر نہیں یا اللہ تو ہی پوشیدہ باتوں کو جاننے والا ہے۔

مشکل الفاظ کے معانی

يَوْمَ يَجْمَعُ اللّٰهُ الرُّسُلَ: جس دن (قیامت کو) اللہ تعالیٰ تمام رسولوں کو جمع فرمائیں گے۔

مَاذَآ اُجِبْتُمْ: (جب تم نے ان کو توحید کی طرف بلایا) تم کیا جواب دیے گئے؟

عَلَّامُ الْغُيُوْبِ: پوشیدہ اشیا کا علم رکھنے والا۔

(ہر وہ چیز جس کا علم بندوں کے پاس نہ ہو یا قیامت کے خوف اور شدت کی بنا پر وہ اس کو بھول جائیں۔)

ماقبل سے مناسبت

پہلی آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے تقویٰ، اوامر اور نواہی پر سمع واطاعت کا حکم ارشاد فرمایا ہے اور اس آیت میں ان کو قیامت کی شدت اور ہولنا کی یاد دلا کر تقویٰ اور سمع واطاعت پر اور پختہ کیا گیا ہے۔

انبیاء اور امتوں کی دربارِ الٰہی میں حاضری

﴿يَوْمَ يَجْمَعُ اللّٰهُ الرُّسُلَ﴾

اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء اور رسل کو مختلف اوقات میں مختلف اقوام کی طرف مبعوث فرمایا مقامات کے اور ملل کے اختلاف کی بنا پر رسولوں کے پیغام میں کوئی تبدیلی نہیں آئی، بلکہ سب کی دعوت توحید ایک ہی تھی، پھر آخر میں اسی دعوت کامل کو لے کر آخری شکل میں رسول اللہ ﷺ مبعوث ہوئے، آپ ﷺ نے دین اسلام کو قومی اور نسلی حد بندیوں سے باہر نکالا اور انسانیت کو ایک قوم بنا دیا کیونکہ ان کا ایک ہی دین ایک ہی کتاب اور ایک ہی آئین اور ایک ہی رہنما تھا۔

❶ تفسیر ابن کثیر تفسیر سورۃ المائدہ آیت ۱۰۶، ۱۰۸، ۲/۱۵۲

پھر قیامت کے دن اللہ تعالیٰ تمام رسولوں کو جمع فرمائیں گے تاکہ ان کے کام کی جانچ پڑتال کی جا سکے کیونکہ بعض انبیاء کو احمقوں نے الٰہ بنالیا تھا اس دن ساری کائنات اللہ تعالیٰ کے حضور پیش ہوگی، اللہ تعالیٰ ان سے سوال کریں گے بتاؤ تمھارا الٰہ اور معبود کون ہے؟ جیسا کہ اللہ تعالیٰ خود بیان فرماتے ہیں ان سے سوال ہوگا:

"لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ" آج کے دن کس کی بادشاہی ہے؟ لوگ جواباً کہیں گے۔ "لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ" ❶

﴿مَاذَآ اُجِبْتُمْ﴾

اللہ تعالیٰ اس دن بطور توبیخ (لوگوں کو ڈانٹنے کے لیے) اپنے رسولوں سے فرمائیں گے کہ جب تم نے ان کو میری توحید کی دعوت دی اس وقت تمھیں کیا جواب ملا تھا؟ اس وقت رسول ایک طرف از راہ ادب سر جھکائے کھڑے ہیں دوسری طرف یہ سوچ رہے ہیں کہ جو اللہ ذرے ذرے کا علم رکھتا ہے اسے کیا جواب دیں؟ ہم سے زیادہ تو وہ خود جانتا ہے۔

﴿ قَالُوْا لَا عِلْمَ لَنَا ؕ اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ﴾

اس وقت تمام رسول یہی جواب دیں گے ہمیں علم نہیں یا اللہ اخبار غیب کو جاننے والے آپ ہی ہیں۔

کیونکہ تمام انبیائے کرام آخر انسان ہیں وہ اپنی قوموں کے ظاہر کو جانتے تھے مگر پوشیدہ باتوں کا ان کو علم نہیں تھا۔ انہوں نے اپنی قوموں کو ہدایت کی طرف بلایا بعض نے ان کی دعوت قبول کی اور بعض نے انکار کر دیا، انبیائے کرام منکرین دعوت کو جانتے تھے لیکن ماننے والوں کی دلی حقیقت کا انہیں کوئی علم نہیں اس لیے وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنے علم کو ہیچ جانتے ہوئے یہ جواب دیں گے، اے اللہ ان کے احوال کو آپ ہی زیادہ جانتے ہیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((لَيَرِدَنَّ عَلَيَّ نَاسٌ مِّنْ اَصْحَابِيَ الْحَوْضَ حَتّٰى اِذَا عَرَفْتُهُمْ اخْتُلِجُوْا دُوْنِيْ فَاَقُوْلُ اَصْحَابِيْ فَيَقُوْلُ: لَا تَدْرِيْ مَا اَحْدَثُوْا بَعْدَكَ.)) ❷

قیامت کے دن کچھ لوگ حوض کوثر کی طرف آئیں گے لیکن ان کو حوض سے روک دیا جائے گا، میں ان کی یہ حالت دیکھ کر رسول اللہ ﷺ فرشتوں کو فرمائیں گے یہ لوگ تو میرے فرمانبرداروں سے ہیں، تو فرشتے جواب دیں گے انہوں نے آپ کی وفات کے بعد دین میں بدعات (نئے کام) جاری کی تھیں۔ اور یہ لوگ آپ ﷺ کے دین پر قائم نہیں رہے تھے۔

---

❶ سورۃ الغافر آیت: ۱٦

❷ صحیح بخاری کتاب الرقاق باب فی الحوض رقم: ٦٥٨٢۔

آیت جو مسائل ثابت ہوتے ہیں

۱. قیامت کے دن تمام انبیائے کرام کو بھی دعوت توحید کو لوگوں تک پہنچانے کے متعلق سوال کیا جائے گا۔

۲. انسان کو صرف ظاہر علم ہوتا ہے باطن کا علم صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہے چاہے وہ انبیاء کیوں نہ ہوں۔

۳. قیامت کی ہولناکی بہت شدید ہوگی یہاں تک کہ انبیائے کرام بھی گھبراہٹ میں ہوں گے۔

۴. بدعتی لوگوں کو حوض کوثر سے روک دیا جائے گا۔

۞۞۞

﴿اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ اذْكُرْ نِعْمَتِيْ عَلَيْكَ وَعَلٰى وَالِدَتِكَ ۘ اِذْ اَيَّدْتُّكَ بِرُوْحِ الْقُدُسِ ۣ تُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَ كَهْلًا ۚ وَ اِذْ عَلَّمْتُكَ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ وَ التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ ۚ وَ اِذْ تَخْلُقُ مِنَ الطِّيْنِ كَهَيْـَٔةِ الطَّيْرِ بِاِذْنِيْ فَتَنْفُخُ فِيْهَا فَتَكُوْنُ طَيْرًا ۢ بِاِذْنِيْ وَ تُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَ الْاَبْرَصَ بِاِذْنِيْ ۚ وَ اِذْ تُخْرِجُ الْمَوْتٰى بِاِذْنِيْ ۚ وَ اِذْ كَفَفْتُ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ عَنْكَ اِذْ جِئْتَهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۱۰﴾ وَ اِذْ اَوْحَيْتُ اِلَى الْحَوَارِيّٖنَ اَنْ اٰمِنُوْا بِيْ وَ بِرَسُوْلِيْ ۚ قَالُوْٓا اٰمَنَّا وَ اشْهَدْ بِاَنَّنَا مُسْلِمُوْنَ ﴿۱۱۱﴾﴾

جب اللہ تعالیٰ عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کو فرمائیں گے۔ اے عیسیٰ تم اس انعام کو یاد کرو جو میں نے تم پر اور تمھاری والدہ پر کیا جب میں نے روح القدس کے ساتھ تمھاری مدد کی اور تو پنگھوڑے اور ادھیڑ عمر میں لوگوں سے کلام کرتا تھا اور میں نے تجھ کو کتاب اور حکمت اور تورات اور انجیل سکھلائی، جب تو مٹی سے میرے حکم کے ساتھ پرندے کی شکل بناتا اور اس میں پھونک مارتا تو وہ میرے حکم سے اڑنے والا پرندہ بن جاتا اور میرے ہی حکم کے ساتھ تو مادرزاد اندھے کو شفا دیتا اور تو مردوں کو میرے حکم سے زندہ کرتا اور جب میں نے بنی اسرائیل کو تجھ سے دور رکھا جب تو ان کے پاس معجزات لے کر آیا تو ان میں سے کفار نے کہا یہ کھلا جادو ہے، جب میں نے حواریوں کو حکم دیا کہ تم مجھ پر اور میرے رسول ﷺ پر ایمان لاؤ انہوں نے کہا ہم ایمان لائے تو گواہ ہو جا کہ ہم بلاشبہ ایمان لانے والے ہیں۔

مشکل الفاظ کے معانی

اِذْاَیَّدْتُّكَ : میں نے تیری مدد کی۔

بِرُوْحِ الْقُدُسِ: جبریل علیہ السلام کے ساتھ۔

الْمَهْدِ : دودھ پینے والے بچے کی چارپائی (گھوارہ۔)

كَهْلًا : بڑھاپا، یعنی جب تیس سال سے عمر زیادہ ہو جائے۔

الْكِتٰبَ : خط اور کتابت۔

الْحِكْمَةَ : شرح کے اسرار اور تمام امور میں درستگی / سنت۔

تَخْلُقُ: آپ علیہ السلام بناتے تھے۔

كَهَيْئَةِ الطَّيْرِ: پرندے کی شکل۔

الْاَكْمَهَ : مادرزاد اندھا۔

الْاَبْرَصَ: کوڑھی والا۔

تُخْرِجُ الْمَوْتٰى: تم مردوں کو (قبروں سے) زندہ کرتے تھے۔

كَفَفْتُ: میں نے منع کیا یا روکا۔

الْحَوَارِيُّوْنَ: یہ حواری کی جمع ہے (جس کی محبت ظاہر اور باطن میں خالص ہو) یعنی عیسیٰ علیہ السلام کے مخلص ساتھی۔

ماقبل سے مناسبت

نصاریٰ نے اللہ تعالیٰ کو بعض ایسی صفات کے ساتھ متصف کر دیا تھا جو اللہ تعالیٰ کے لائق نہیں تھیں جیسے ان کا عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا اور مریم علیہا السلام کو اس کی بیوی قرار دینا وغیرہ۔

اللہ تعالیٰ نے ان آیات مقدسہ میں ان انعامات کا ذکر کیا ہے جو کہ ان کو بطور معجزہ عطا کیے تھے اور وہ سب کے سب عیسیٰ علیہ السلام کے بشر اور عبد اور ان کے الٰہ نہ ہونے پر دلالت کرتے ہیں۔

عیسیٰ علیہ السلام پر انعامات الٰہی اور روز قیامت ان کا تذکرہ

﴿إِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ اذْكُرْ نِعْمَتِي عَلَيْكَ وَعَلٰى وَالِدَتِكَ إِذْ أَيَّدْتُّكَ بِرُوحِ الْقُدُسِ﴾

قیامت کے دن اللہ تعالیٰ تمام انبیائے کرام کو سوال کریں گے کہ تم نے اپنی اپنی امتوں کو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور خالص اس کی عبادت کرنے کے احکام پہنچائے تو کیا انہوں نے عمل کیا؟ تو سب رسول جواب دیں گے لیکن عیسیٰ علیہ السلام کو حاضر کر کے خاص طور پر یہ سوال ہوگا کیونکہ عیسیٰ علیہ السلام کی ذات ایسی تھی جس کے متعلق بہت زیادہ اوہام پیدا کیے گئے۔

ان کی ذات کو لوگوں کا مرکز بنایا گیا اور ان کی صفات میں بھی شکوک پیدا کیے گئے اس دن اللہ تعالیٰ یہ پیچیدگیاں پیدا کرنے والوں کے سامنے اپنے انعامات کا ذکر فرمائیں گے جو ان پر اور ان کی والدہ ماجدہ پر کیے گئے تھے اور ان کے معجزات کا بھی تذکرہ ہوگا جن کی بنا پر بعض نے انکار کر دیا اور بعض نے ان کو الوہیت کے مقام پر فائز کر دیا تھا۔

ایسے لوگوں کو اللہ تعالیٰ بزبان عیسیٰ علیہ السلام جھوٹا ثابت کریں گے تاکہ پتہ چل جائے کہ عیسیٰ علیہ السلام برحق رسول تھے۔ اللہ، اس کے بیٹے یا جادوگر نہیں تھے۔

﴿تُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا ۚ وَإِذْ عَلَّمْتُكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرٰىةَ وَالْإِنْجِيلَ ۚ وَإِذْ تَخْلُقُ مِنَ الطِّينِ كَهَيْئَةِ الطَّيْرِ بِإِذْنِي فَتَنْفُخُ فِيهَا فَتَكُونُ طَيْرًا بِإِذْنِي وَتُبْرِئُ الْأَكْمَهَ وَالْأَبْرَصَ بِإِذْنِي ۚ وَإِذْ تُخْرِجُ الْمَوْتٰى بِإِذْنِي﴾

اللہ تعالیٰ نے جو معجزات عیسیٰ علیہ السلام کو دیے تھے ان کا تذکرہ ہو رہا ہے۔ کہ تمھاری یعنی عیسیٰ علیہ السلام کی ذات کو خود اللہ تعالیٰ نے کمال قدرت کی نشانی قرار دیا ہے اور تمھاری والدہ پر بھی یہ احسان کیا کہ تم کو ان کی پاک دامنی کی دلیل بنایا اور یہ ظالم لوگ جو فحش الزام اس کی طرف منسوب کرتے اس سے تمھاری ماں کو بچایا اور حضرت جبریل علیہ السلام کے ذریعہ تمھاری مدد کی اور تم کو گہوارے میں بولنے کی توفیق عطا کی تم نے اپنی ماں کی پاکدامنی پیش کی اور تم کو بچپن اور شباب میں نبی اور داعی الی اللہ بنایا اور کتاب و حکمت سکھلائی، حالانکہ اس سے قبل تم کچھ نہیں جانتے تھے، اللہ تعالیٰ نے ان کو کتابت سکھلائی اور یہ تعلیم دی کہ معاملات کو کس طرح نپٹائے، جس طرح اللہ تعالیٰ نے ان کو توراۃ اور انجیل سکھلائی اور ان کو معجزات بھی عطا کیے جن پر کوئی شخص بھی اللہ تعالیٰ کی اجازت اور حکم کے بغیر قادر نہیں ہو سکتا۔

عیسیٰ علیہ السلام کے بعض معجزات

مٹی سے پرندے جیسی شکل بنانا اور اس میں پھونک مارنا اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے اسے اڑا دینا اس کی کیفیت کسی کو معلوم نہیں کیونکہ انسان آج تک یہ نہیں جان سکا کہ زندگی کیا چیز ہے؟ اللہ تعالیٰ نے اسے کیوں پیدا کیا اور وہ زندوں میں کیوں جاری وساری ہے؟ اس نے مادر زاد اندھوں کو اللہ تعالیٰ کے حکم سے بینا کر دیا جب کہ ابھی تک طب یہ معلوم نہیں کر سکی کہ یہ بینائی کیوں آئی؟ لیکن جو ذات ابتدا میں بینائی سے نواز دیتی ہے وہ اس کو دوبارہ بھی لوٹانے پر قادر ہے اس نے کوڑھی والے کو بغیر کسی دوا کے اللہ تعالیٰ کے حکم سے شفا دی اور باذن اللہ مردوں کو زندہ کیا وغیرہ۔

﴿وَ اِذْ كَفَفْتُ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ عَنْكَ اِذْ جِئْتَهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ﴾

پھر اللہ تعالیٰ عیسیٰ علیہ السلام کو بنی اسرائیل سے بچانے کی نعمت یاد دلا رہے ہیں جب عیسیٰ علیہ السلام ان کے پاس ہدایت اور معجزات لے کر آئے اور انہوں نے ان کی تکذیب کی اور ان کو کھلا جادو قرار دیا، بنی اسرائیل نے ان کو قتل کرنے کا ارادہ کیا مگر وہ اس میں ناکام رہے انہیں سولی نہ دے سکے اس وقت اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو اپنی طرف زندہ اٹھالیا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خاص معجزات عطا کرنے کی حکمت

اللہ تعالیٰ نے مسیح علیہ السلام کو یہ معجزات اس لیے عطا کیے تھے کیونکہ اس وقت طب اپنے عروج پر تھی انہیں ایسے معجزات سے نوازا گیا جو بشری فطرت پر حاوی تھے۔

﴿وَاِذْ اَوْحَيْتُ اِلَى الْحَوَارِيّٖنَ اَنْ اٰمِنُوْا بِيْ وَ بِرَسُوْلِيْ ۚ قَالُوْٓا اٰمَنَّا وَ اشْهَدْ بِاَنَّنَا مُسْلِمُوْنَ﴾

اللہ تعالیٰ نے حواریوں کے دلوں میں عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانے کا الہام کیا اور انہوں نے لبیک کہا اور وہ مطیع ہو گئے۔

عیسائیوں نے ان انعامات کا مفہوم غلط لیا

اللہ تعالیٰ نے یہ انعامات عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت پر بطور دلیل اور شہادت کیے تھے مگر ان کے ماننے والوں کی اکثریت نے ان کو گمراہی اور کج روی کا ذریعہ بنایا اور عیسیٰ علیہ السلام کو الٰہ ہی بنالیا۔

عیسیٰ علیہ السلام سب انسانوں اور فرشتوں کے سامنے اپنے ماننے والوں کی گمراہیوں کا تذکرہ کریں گے اس طرح

حضرت مسیح کی شان میں غلو کرنے والوں کی رسوائی سب کے سامنے ہوگی۔

آیات سے جو مسائل ثابت ہوتے ہیں

۱: اللہ تعالیٰ کے انعامات واحسانات کو یاد رکھنا اور ان کا شکریہ ادا کرنا چاہیے کیونکہ قیامت کے دن اس کی بابت سوال ہوگا۔

۲: انبیائے کرام علیھم السلام کی شان میں افراط وتفریط نہیں کرنی چاہیے۔

۳: اللہ تعالیٰ اپنے انبیاء کو معجزات سے نوازتے ہیں۔

۴: معجزہ نبی کی صداقت کی قطعی دلیل ہوتا ہے۔

۞۞۞

﴿اِذْ قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ هَلْ يَسْتَطِيْعُ رَبُّكَ اَنْ يُّنَزِّلَ عَلَيْنَا
مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ ؕ قَالَ اتَّقُوا اللّٰهَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿112﴾ قَالُوْا نُرِيْدُ اَنْ نَّاْكُلَ مِنْهَا وَ
تَطْمَئِنَّ قُلُوْبُنَا وَ نَعْلَمَ اَنْ قَدْ صَدَقْتَنَا وَ نَكُوْنَ عَلَيْهَا مِنَ الشّٰهِدِيْنَ ﴿113﴾ قَالَ عِيْسَى ابْنُ
مَرْيَمَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَآ اَنْزِلْ عَلَيْنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ تَكُوْنُ لَنَا عِيْدًا لِّاَوَّلِنَا وَ اٰخِرِنَا وَ اٰيَةً
مِّنْكَ وَارْزُقْنَا وَ اَنْتَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ﴿114﴾ قَالَ اللّٰهُ اِنِّيْ مُنَزِّلُهَا عَلَيْكُمْ فَمَنْ يَّكْفُرْ بَعْدُ
مِنْكُمْ فَاِنِّيْۤ اُعَذِّبُهٗ عَذَابًا لَّاۤ اُعَذِّبُهٗۤ اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ ﴿115﴾﴾

جب حواریوں نے کہا اے عیسیٰ بن مریم! کیا آپ کا رب ہم پر آسمان سے دسترخوان اتارنے کی طاقت رکھتا ہے؟ تو اس نے کہا تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو اگر تم ایماندار ہو۔ انہوں نے کہا کہ ہم چاہتے ہیں اس سے کھائیں اور ہمارے دل مطمئن ہوں اور ہم جان لیں کہ آپ نے ہم سے سچ کہا ہے اور ہم اس پر گواہ بن جائیں۔ عیسیٰ علیہ السلام نے کہا یا اللہ! ہم پر آسمان سے ایک دسترخوان نازل فرما دے جو ہمارے پہلوں اور پچھلوں کے لیے عید ہو اور تیری طرف سے ایک نشانی ہو اور ہم کو رزق دے اور تو ہی بہترین رازق ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کہا میں اسے تم پر اتارنے والا ہوں پھر بعد میں جو تم سے ناشکری کرے گا میں اسے ایسی سزا دوں گا جو جہان والوں سے کسی کو نہ دوں گا۔

مشکل الفاظ کے معانی

هَلْ يَسْتَطِيْعُ: کیا طاقت رکھتا ہے یعنی وہ راضی اور خوش ہوتا ہے۔

مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ: ایک دسترخوان آسمان سے آئے جس پر طعام لگا ہوا ہو۔

تَطْمَئِنَّ قُلُوْبُنَا: ہمارے دل مطمئن ہو جائیں۔

نَكُوْنَ عَلَيْهَا مِنَ الشّٰهِدِيْنَ: ہم اس کے آسمان سے اترنے کی گواہی دیں گے۔

عِيْدًا: خوشی کا دن جس میں ہم اللہ تعالیٰ کا شکریہ اور اس کا ذکر کریں گے۔

اٰيَةً: علامت، نشانی۔

فَمَنْ يَّكْفُرْ: جو کفر اور انکار کرے گا۔

بَعْدُ مِنْكُمْ: دسترخوان کے نزول کے بعد۔

آیات کی ماقبل آیات سے مناسبت

اللہ تعالیٰ نے جو اپنے انعامات اور احسانات عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ پر کیے تھے آیات سابقہ میں ان کا تذکرہ تھا اور ان آیات میں بھی ان انعامات میں سے ایک انعام کا ذکر فرمایا ہے۔

التوضیح

﴿ اِذْ قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ هَلْ يَسْتَطِيْعُ رَبُّكَ اَنْ يُّنَزِّلَ عَلَيْنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ ۭ قَالَ اتَّقُوا اللّٰهَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴾

اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام پر بہت انعامات کیے ہیں ان میں سے ایک نزول مائدہ ہے، عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں نے ان سے خواہش کی تھی کہ ان پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک دسترخوان اتارا جائے تو عیسیٰ علیہ السلام نے ان کی خواہش کے مطابق اللہ تعالیٰ سے نزول مائدہ کی درخواست کی، اللہ تعالیٰ نے اس کو مشروط طور پر قبول کرلیا کہ اگر اس کے نزول کے بعد وہ اس کا صحیح طرح سے شکر ادا نہ کر سکے تو ان پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے سخت عذاب نازل ہو جائے گا۔

حواری کی تعریف

حواری عیسیٰ علیہ السلام کی قوم کے وہ مخلص اور منتخب لوگ تھے جن پر اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح علیہ السلام پر ایمان لانے کے متعلق الہام کیا تھا۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور حواریوں میں فرق

رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دلوں میں آپ ﷺ پر ایمان لانے کا الہام نہیں کیا گیا اور نہ ہی انہوں نے ایمان لانے کے بعد آپ ﷺ سے معجزات طلب کیے ہیں۔

حواریوں کے دلوں میں ان کے نبی پر ایمان لانے کا الہام بھی کیا گیا اور ایمان لانے کے بعد پھر انہوں نے اپنے نبی سے معجزات بھی طلب کیے۔

قصہ مائدہ کی حقیقت

اس واقعہ کا بیان جس طرح قرآن کریم میں وارد ہوا ہے اس طرح موجودہ انجیلوں میں نہیں ہے لیکن اسلام نے اسے بڑی وضاحت سے بیان فرمایا ہے۔

ایک موقوف حدیث میں ہے:

عَنْ عَمَّارِ بْنِ یَاسِرٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((اُنْزِلَتِ الْمَآئِدَةُ مِنَ السَّمَآءِ خُبْزًا وَّلَحْمًا وَاُمِرُوْا اَنْ لَّا يَخُوْنُوْا وَلَا يَدَّخِرُوْا وَرَفَعُوْا لِغَدٍ فَمَسَخُوْا قِرَدَةً وَّخَنَازِيْرَ.)) [1]

عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''آسمان سے جو دستر خوان نازل ہوا تھا اس میں روٹی اور گوشت تھا۔ ان کو حکم دیا گیا تھا کہ اس میں خیانت نہ کریں اور نہ ہی اس کو ذخیرہ کریں۔ لیکن انہوں نے اس کو دوسرے دن کے لیے جمع کر لیا تو ان کی شکلیں بندر اور خنزیر کی بنا دی گئیں۔''

کیونکہ یہ اصول باری تعالیٰ ہے کہ جب کوئی اللہ تعالیٰ سے معجزہ طلب کرتا ہے اس کے بعد وہ ایمان نہ لائے اور اس کی قدر نہ کرے تو اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے عذاب نازل ہو جاتا ہے۔

---

[1] جامع ترمذی (۲ / ۱۳۲) کتاب التفسیر تفسیر سورۃ المائدہ رقم: ۳۰۶۱
(اس کی سند میں قتادہ اور سعید مدلس ہیں جن کے سماع کی صراحت مذکور نہیں اس لیے ضعیف ہے)

اسی لیے عیسیٰ علیہ السلام ان کو فرما رہے ہیں کہ تم اگر مومن ہو تو پھر اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اس سے معجزات طلب نہ کرو کیونکہ معجزات کا طلب کرنا خطرہ سے خالی نہیں ہوتا۔

﴿ قَالُوْا نُرِيْدُ اَنْ نَّاْكُلَ مِنْهَا وَ تَطْمَئِنَّ قُلُوْبُنَا وَ نَعْلَمَ اَنْ قَدْ صَدَقْتَنَا وَ نَكُوْنَ عَلَيْهَا مِنَ الشّٰهِدِيْنَ ﴾

یہاں اللہ تعالیٰ ان کے اس معجزہ کو طلب کرنے کے اسباب بیان فرما رہے ہیں۔

مائدہ طلب کرنے کے اسباب

یہ معجزہ طلب کرنے کے مندرجہ ذیل چار اسباب تھے۔

۱. بھوک کی شدت: عیسیٰ علیہ السلام جب ایک دن کھلے اور چٹیل میدان کی طرف نکلے تو آپ کے ساتھ تقریباً پانچ ہزار آدمی تھے بعض حواری اور دیگر لوگ ان کے ساتھ ان کا مذاق اڑانے والے تھے کہ ان کے پاس کھانے کے لیے کوئی چیز نہیں۔ جب ان کو بھوک نے تنگ کیا تو حواریوں کے ساتھ موجود دوسرے لوگوں نے ان کے ذریعہ عیسیٰ علیہ السلام کو کہلوایا کہ وہ اللہ تعالیٰ سے دستر خوان کا سوال کریں لیکن عیسیٰ علیہ السلام کے منع کرنے کے باوجود بھی منع نہ ہوئے۔

۲. ان اسباب میں سے دوسرا سبب یہ تھا کہ انہوں نے اطمینان قلب کے لیے یہ دستر خوان طلب کیا تھا جیسا کہ ابراہیم علیہ السلام کا مردوں کو زندہ کرنے کے متعلق اللہ تعالیٰ سے سوال کرنا۔

۳. ان کے قلوب میں یہ بات اچھی طرح راسخ ہو جائے کہ عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں تاکہ ان کا ایمان اور زیادہ پختہ ہو جائے۔

۴. یہ معجزہ عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت پر دلیل ہو اور وہ اسے دیکھ کر اپنے قلوب سے اس پر شہادت دیں کہ عیسیٰ علیہ السلام مخلوق ہیں ورنہ اللہ تعالیٰ سے اس کا سوال نہ کرتے۔

﴿ قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَآ اَنْزِلْ عَلَيْنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ تَكُوْنُ لَنَا عِيْدًا لِّاَوَّلِنَا وَ اٰخِرِنَا وَ اٰيَةً مِّنْكَ وَارْزُقْنَا وَ اَنْتَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ﴾

حواریوں کا جواب سن کر عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوئے اور اس طرح دعا کی۔ یا اللہ! ہم پر آسمان سے

ایک دسترخوان نازل فرما جو ہمارے پہلوں اور پچھلوں کے لیے عید ہو اور وہ تیری طرف سے ایک معجزہ ہو اور ہمیں رزق دے اے اللہ تو ہی بہترین رزق دینے والا ہے۔

عیسیٰ علیہ السلام کی دعا اپنے معبود کے حضور میں ایک برگزیدہ بندے کا ادب ظاہر کر رہی ہے اور رب کی معرفت کا ثبوت دے رہی ہے کہ یا اللہ میں تجھ سے ایک دسترخوان کا سوال کرتا ہوں جو ہمارے لیے خوشی کا سبب بنے، اس سے بھی عیسیٰ علیہ السلام کا عاجز اور بندہ ہونا ثابت ہو رہا ہے اور اسی چیز کا اعتراف عیسیٰ علیہ السلام قیامت کے روز سب کے سامنے کریں گے۔

﴿قَالَ اللّٰهُ اِنِّیْ مُنَزِّلُهَا عَلَیْكُمْ فَمَنْ یَّكْفُرْ بَعْدُ مِنْكُمْ فَاِنِّیْۤ اُعَذِّبُهٗ عَذَابًا لَّاۤ اُعَذِّبُهٗۤ اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِیْنَ﴾

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے عیسیٰ علیہ السلام کی دعا قبول فرمائی لیکن اظہار قبولیت میں اپنی اس شان کا اظہار کیا جو رب العالمین کے جلال کے لائق تھی کیونکہ حواریوں نے ایک خرق عادت چیز کا مطالبہ کیا تھا، اللہ تعالیٰ نے دعا کی قبولیت کے ساتھ یہ شرط لگا دی کہ میں جو دسترخوان نازل کروں گا اگر اس کے بعد تم سے کسی نے کفران نعمت کیا تو پھر تمھیں ایسی سزا دوں گا جو اور کسی کو نہیں دوں گا، جو شخص معجزہ طلب کرے اور اس کی طلب پوری ہو جائے تو پھر کفران نعمت کرنے کی صورت میں اس کی سزا بھی بڑی عبرتناک ہونی چاہیے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ان کو اس کفران نعمت پر عبرتناک سزا کی وعید سنائی ہے۔

آیات سے جو مسائل ثابت ہوتے ہیں

۱. یہود بڑے ظالم اور بے وفا تھے انہوں نے موسیٰ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ برے طریقے سے بے وفائی کی جو کہ کسی ایمان والے کی شان کے لائق نہیں۔

۲. عیسیٰ علیہ السلام الٰہ اور معبود نہیں تھے۔

۳. اللہ تعالیٰ سے دعا کرنی چاہیے کیونکہ دعا بھی عبادت ہے۔

۴. قیامت کے دن سب سے سخت عذاب آل فرعون اور منافقین کو ہوگا اور جن لوگوں نے کفران نعمت کیا وہ بھی عذاب الٰہی کے مستحق ہوں گے۔

✡✡✡

﴿وَ اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِيْ وَ اُمِّيَ اِلٰهَيْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ قَالَ سُبْحٰنَكَ مَا يَكُوْنُ لِيْۤ اَنْ اَقُوْلَ مَا لَيْسَ لِيْ ۗ بِحَقٍّ ؕ اِنْ كُنْتُ قُلْتُهٗ فَقَدْ عَلِمْتَهٗ ؕ تَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِيْ وَ لَاۤ اَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِكَ ؕ اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ (116) مَا قُلْتُ لَهُمْ اِلَّا مَاۤ اَمَرْتَنِيْ بِهٖۤ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّيْ وَ رَبَّكُمْ ۚ وَ كُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا مَّا دُمْتُ فِيْهِمْ ۚ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ ؕ وَ اَنْتَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ (117) اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ ۚ وَ اِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ (118)﴾

جب اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو فرمائے گا اے عیسیٰ کیا تو نے لوگوں کو کہا تھا کہ مجھے اور میری ماں کو اللہ تعالیٰ کے سوا معبود بنالو؟ وہ کہے گا پاکیزگی تیرے لیے ہے میرے لیے جائز نہ تھا کہ میں وہ بات کہوں جو میرا حق نہیں اگر میں نے کہا تھا تو تو جانتا ہے میرے دل کی باتوں کو تو جانتا ہے جو تیرے دل میں ہیں میں نہیں جانتا بے شک تو ہی چھپی ہوئی چیزوں کو جاننے والا ہے میں نے تو ان سے صرف وہی کہا تھا جس کا تو نے مجھے حکم دیا تھا کہ اللہ تعالیٰ کی ہی عبادت کرو جو میرا اور تمہارا رب ہے اور میں ان میں نگران (گواہ) رہا جب تک میں ان میں رہا۔ پھر جب تو نے مجھے اٹھالیا تو ہی ان کا نگران تھا اور تو ہی ہر چیز پر گواہ ہے، اگر تو ان کو سزا دے وہ تیرے ہی بندے ہیں اگر تو ان کو بخش دے تو بے شک تو ہی غالب حکمت والا ہے۔

مشکل الفاظ کے معانی:

اِلٰهَيْنِ : دو معبود۔

مَا يَكُوْنُ لِيْۤ : میرے لیے لائق نہیں تھا۔

الرَّقِيْبَ : نگہبان۔

اِنْ تُعَذِّبْهُمْ : اگر تو ان کو عذاب دے۔

اِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ : اگر تو ان پر رحم کرے/ان کی خطاؤں کو معاف کر دے۔

الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ : غالب حکمت والا۔

ماقبل سے مناسبت

جن انعامات سے اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کونوازا تھا پہلی آیات میں ان کا تذکرہ ہے اس کے بعد اللہ تعالیٰ نصاریٰ کو ڈانٹنے اور جو افترا انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر باندھا تھا اس افترا سے اپنے رسول کو بری کرنے کے لیے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے سوال کریں گے۔

عیسیٰ علیہ السلام کی اللہ کے دربار میں روزِ قیامت حاضری

﴿وَ اِذْ قَالَ اللّٰهُ یٰعِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِیْ وَ اُمِّیَ اِلٰهَیْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ قَالَ سُبْحٰنَكَ مَا یَكُوْنُ لِیْۤ اَنْ اَقُوْلَ مَا لَیْسَ لِیْ ۗ بِحَقٍّ ؕ اِنْ كُنْتُ قُلْتُهٗ فَقَدْ عَلِمْتَهٗ ؕ تَعْلَمُ مَا فِیْ نَفْسِیْ وَ لَاۤ اَعْلَمُ مَا فِیْ نَفْسِكَ ؕ اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ﴾

قیامت کے دن اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ان لوگوں کی موجودگی میں جنہوں نے ان کو اوران کی والدہ مریم علیہا السلام کو الٰہ بنالیا تھا، سوال کریں گے کہ کیا آپ نے ان کو اپنی عبادت کرنے کا حکم دیا تھا؟ اوراس ہولناک دن میں اس طرح ایک نبی سے سوال کیا جانا یہ انکو معبود اور الٰہ بنانے والوں کیلیے ایک توبیخ اور ڈانٹ ہوگی، کیونکہ ایک عام انسان بھی اللہ تعالیٰ پر اس طرح افترا کی جرأت نہیں کرتا پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک اولوالعزم رسول ہو کر اس شدید ترین گناہ کے کس طرح مرتکب ہو سکتے ہیں۔

اسی لیے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس سوال کا جواب کانپتے ہوئے بڑی عاجزی اور انکساری کے ساتھ دیں گے جو اللہ تعالیٰ کی تسبیح سے شروع ہوگا، پھر فوراً اپنی براءت پیش کریں گے یا اللہ میری یہ شان نہیں تھی اور نہ ہی میرے لیے یہ جائز تھا کہ میں ایک ایسی بات کہتا جس کا مجھے کوئی حق نہیں تھا، پھر وہ خود اللہ تعالیٰ کو گواہ بناتے ہوئے اپنی بندگی کا اعتراف فرمائیں گے اگر میں نے یہ بات کہی تھی تو یا اللہ آپ اسے زیادہ جانتے ہیں، کیونکہ آپ علام الغیوب ہیں آپ سے کوئی چیز مخفی نہیں۔

اس کی تائید ایک غریب حدیث سے ہوتی ہے:

عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی الْاَشْعَرِیِّ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ:((اِذَا كَانَ یَوْمَ الْقِیَامَةِ دُعِیَ بِالْاَنْبِیَآءِ وَاُمَمِهِمْ ثُمَّ یُدْعٰی بِعِیْسٰی فَیُذَكِّرُهُ اللّٰهُ بِنِعْمَتِهٖ عَلَیْهِ فَیُقِرُّبُهَا فَیَقُوْلُ یَاعِیْسَی ابْنَ

مَرْيَمَ اذْكُرْ نِعْمَتِيْ عَلَيْكَ وَعَلٰى وَالِدَتِكَ ثُمَّ يَقُوْلُ أَأَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِيْ وَاُمِّيَ اِلٰهَيْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ؟ فَيُنْكِرُ اَنْ يَكُوْنَ قَالَ ذٰلِكَ فَيُؤْتٰى بِالنَّصَارٰى فَيُسْأَلُوْنَ فَيَقُوْلُوْنَ نَعَمْ هُوَ اَمَرَنَا بِذٰلِكَ قَالَ فَيُطَوَّلُ شَعْرُ عِيْسٰى علیہ السلام فَيَأْخُذُ كُلُّ مَلَكٍ مِّنَ الْمَلَائِكَةِ بِشَعْرَةٍ مِّنْ شَعْرِ رَأْسِهٖ وَجَسَدِهٖ فَيُجَاثِيْهِمْ بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ مِقْدَارَ اَلْفَ عَامٍ حَتّٰى تُرْفَعَ عَلَيْهِمُ الْحُجَّةُ وَيُرْفَعُ لَهُمُ الصَّلِيْبُ وَيَنْطَلِقُ بِهِمْ اِلَى النَّارِ.)) ❶

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قیامت کے دن انبیاء اور ان کی امتیں بلائی جائیں گی حضرت عیسیٰ علیہ السلام طلب کیے جائیں گے پھر ان پر اللہ تعالیٰ اپنی نعمتوں کا اظہار کریں گے حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان کا اقرار کریں گے پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ کیا آپ علیہ السلام نے لوگوں کو اپنی اور اپنی والدہ کی پرستش کرنے کا حکم دیا تھا ؟ حضرت عیسیٰ علیہ السلام انکار فرمائیں گے، پھر ان کی قوم نصاریٰ بلائی جائے گی ان کو سوال کیا جائے گا کہ اس پرستش کا حکم کس نے دیا تھا ؟ وہ کہیں گے کہ عیسیٰ علیہ السلام نے ان کا جواب سن کر خوف کی وجہ سے عیسیٰ علیہ السلام کے سر اور جسم کے بال کھڑے ہوجائیں گے فرشتے ان کے بالوں کو تھام لیں گے۔ ان نصاریٰ کو اللہ تعالیٰ کے سامنے پاؤں کے بل ایک ہزار سال تک بٹھایا جائے گا یہاں تک کہ ان پر حجت قائم ہوجائے اور اصلیت ان کے سامنے آجائے، اس کذب وافترا کی سزا میں صلیب کو ان کا پیشوا بنا دیا جائے گا اور وہ دوزخ کی طرف ہانکے جائیں گے۔

عیسیٰ علیہ السلام کا روزِ قیامت اعلانِ حق

﴿مَا قُلْتُ لَهُمْ اِلَّا مَاۤ اَمَرْتَنِيْ بِهٖۤ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّيْ وَ رَبَّكُمْ ۚ وَ كُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا مَّا دُمْتُ فِيْهِمْ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ وَ اَنْتَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ﴾

لمبی تسبیح بیان کرنے کے بعد عیسیٰ علیہ السلام اس بات کا اعلان فرمائیں گے کہ میں نے اپنی امت کو یا اللہ تیری ہی بندگی کرنے کا حکم دیا تھا اور ہر اس چیز کا حکم دیا جس کے کرنے کا تو نے مجھے حکم دیا تھا، میں نے اس میں کسی قسم کی کمی یا زیادتی نہیں کی جب تک میں ان میں موجود رہا یہی حکم دیتا اور ان کی نگرانی کرتا رہا۔ جب تو نے مجھے اٹھالیا تو اس کے بعد تو ان کا

❶ تهذيب تاريخ دمشق ٥٤/٢٩ ، در منثور ٦١٥/٢

نگران تھا پھر اللہ تعالیٰ کے نبی ان کے معاملہ کو خالصتاً اللہ تعالیٰ کے سپرد کردیں گے۔

اسی طرح حدیث میں ہے:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ ﷺ قَالَ خَطَبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ: ((يَاأَيُّهَاالنَّاسُ إِنَّكُمْ مَّحْشُوْرُوْنَ إِلَى اللّٰهِ حُفَاةً عُرَاةً غُرْلًا ثُمَّ قَالَ كَمَا بَدَأْنَا أَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِيْدُهُ وَعْدًا عَلَيْنَا إِنَّا كُنَّا فَاعِلِيْنَ ثُمَّ قَالَ أَلَا وَإِنَّ أَوَّلَ الْخَلَائِقِ يُكْسٰى يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِبْرَاهِيْمُ عليه السلام أَلَا وَإِنَّهُ يُجَآءُ بِرِجَالٍ مِّنْ أُمَّتِيْ فَيُؤْخَذُ بِهِمْ ذَاتَ الشِّمَالِ فَأَقُوْلُ يَارَبِّ أُصَيْحَابِيْ فَيُقَالُ إِنَّكَ لَا تَدْرِيْ مَا أَحْدَثُوْا بَعْدَكَ فَأَقُوْلُ كَمَا قَالَ الْعَبْدُ الصَّالِحُ: ﴿وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا﴾ ......الخ فَيُقَالُ إِنَّ هٰؤُلَآءِ لَمْ يَزَالُوْا مُرْتَدِّيْنَ عَلٰى أَعْقَابِهِمْ مُنْذُ فَارَقْتَهُمْ.)) [1]

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ نے خطبہ دیتے ہوئے ہمیں فرمایا: ''اے لوگو! تم قیامت کے دن ننگے پاؤں، ننگے بدن اور غیر مختون اٹھائے جاؤ گے جیسے پیدائش کے وقت تم ننگے تھے سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو لباس پہنایا جائے گا، پھر میری امت کے کچھ لوگ لائے جائیں گے جن کو جہنم کی نشانی کے طور پر بائیں طرف رکھا جائے گا، میں کہوں گا یہ میری امت ہیں تو مجھے جواب ملے گا کہ آپ ﷺ نہیں جانتے ان لوگوں نے آپ ﷺ کے بعد آپ کی سنت کو چھوڑ کر بدعات جاری کیں تو میں بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرح کہوں گا یا اللہ! جب تک میں ان میں موجود رہا ان کا نگران تھا جب تو نے مجھے فوت کرلیا پھر تو ان کا نگہبان تھا پھر کہا جائے گا تمھارے بعد یہ لوگ مرتد اور بدعتی ہو گئے تھے۔''

﴿إِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَإِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَإِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَإِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ﴾

یہ کلام اللہ تعالیٰ کی مشیت پر دلالت کرتا ہے کہ وہ جو چاہے کرے وہ سب کو پوچھ سکتا ہے لیکن اس کو کوئی نہیں پوچھ سکتا۔

نیز یہ کلام نصاریٰ سے بیزاری پر بھی مشتمل ہے جنہوں نے عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا شریک اس کا بیٹا، اس کی والدہ کو اللہ تعالیٰ کی بیوی قرار دیا تھا۔

[1] صحیح بخاری کتاب التفسیر باب کنت علیھم شھیدا مادمت فیھم ......رقم: ٤٦٢٥

آیت مبارکہ کی فضیلت

عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ رضی اللہ عنہ قَالَ صَلَّی النَّبِیُّ ﷺ ذَاتَ لَیْلَةٍ فَقَرأَ بِاٰیَةٍ حَتّٰی اَصْبَحَ یَرْکَعُ بِھَا وَیَسْجُدُ بِھَا ﴿اِنْ تُعَذِّبْھُمْ فَاِنَّھُمْ عِبَادُكَ﴾ فَلَمَّا اَصْبَحَ قُلْتُ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ اِمَازِلْتَ تَقْرَأُ هٰذِهِ الْاٰیَةَ حَتّٰی اَصْبَحْتَ تَرْکَعُ بِھَا وَتَسْجُدُ بِھَا قَالَ: ((اِنِّیْ سَاَلْتُ رَبِّیْ عَزَّوَجَلَّ الشَّفَاعَةَ لِاُمَّتِیْ فَاَعْطَانِیْھَا وَھِیَ نَائِلَةٌ اِنْ شَآءَ اللّٰہُ لِمَنْ لَایُشْرِكُ بِاللّٰہِ شَیْئًا.)) [1]

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک رات رسول اللہ ﷺ صبح تک اسی آیت کی تلاوت کرتے رہے حتی کہ رکوع اور سجدے میں بھی یہی آیت پڑھی میں نے صبح کے وقت جب اس کی وجہ دریافت کی آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں اللہ تعالیٰ سے اپنی امت کی شفاعت کا سوال کرتا رہا، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے مشرک کے علاوہ سب کو بخشنے کا وعدہ فرمایا ہے۔

آیات سے اخذ ہونے والے مسائل

۱. عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کے دربار میں پیش کیا جائے گا۔
۲. عیسیٰ علیہ السلام بڑی عاجزی سے لوگوں کے شرک سے عدالت الٰہی میں براءت کا اظہار کریں گے۔
۳. عیسیٰ علیہ السلام نے کسی کو بھی اللہ کے غیر کی عبادت کا حکم نہیں دیا۔
۴. مشرکین اور غیر اللہ کو پکارنے والوں کے لیے درس عبرت ہے۔
۵. امت محمدیہ تمام امتوں میں سے افضل ہے۔
۶. موحد بہرحال جنت میں داخل ہوگا۔

[1] مسند احمد ۲/۱۲۳، ۱۴۹/۵

﴿قَالَ اللّٰهُ هٰذَا يَوْمُ يَنْفَعُ الصّٰدِقِيْنَ صِدْقُهُمْ ؕ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَاۤ اَبَدًا ؕ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوْا عَنْهُ ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۱۱۹﴾ لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ مَا فِيْهِنَّ ؕ وَ هُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱۲۰﴾﴾

اللہ تعالیٰ فرمائیں گے یہ وہ دن ہے جب سچوں کو ان کی سچائی نفع دے گی ان کے لیے باغات ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہیں وہ ہمیشہ ہمیشہ ان میں رہیں گے، اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو گئے وہ اللہ تعالیٰ سے راضی ہو گئے یہ بہت بڑی کامیابی ہے اللہ تعالیٰ کے لیے ہی آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان میں ہے اسی کی بادشاہی ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

مشکل الفاظ کے معانی

يَنْفَعُ : نفع دے گا۔

صِدْقُهُمْ : ان کی سچائی۔

وَمَا فِيْهِنَّ : جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے۔

التوضیح

﴿قَالَ اللّٰهُ هٰذَا يَوْمُ يَنْفَعُ الصّٰدِقِيْنَ صِدْقُهُمْ ؕ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَاۤ اَبَدًا ؕ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوْا عَنْهُ ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ﴾

ان جھوٹے لوگوں کے بیان کے بعد جنہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر بہتان لگایا تھا اللہ نے صادقین، یعنی جو لوگ اپنے ایمان میں سچے ہیں کی جزا کا بیان فرماتے ہوئے اس دن ایک فیصلہ کن اعلان فرمائیں گے اور اس میں صادقین کی جزا بیان ہوگی۔

اعلانِ باری تعالیٰ

کہ آج کے دن ایمان والوں کو ان کا ایمان فائدہ دے گا اور یہ اعلان کچھ نعمتوں پر مشتمل ہوگا۔

ا۔ ان کے لیے ہمیشہ رہنے والی جنت ہے۔

۲. وہ ان باغات میں ہمیشہ رہیں گے۔

۳. اللہ تعالیٰ ان پر راضی ہو گیا۔

۴. وہ اللہ تعالیٰ پر راضی ہو گئے۔

پھر ان پے در پے انعامات کے آخر میں فرمایا کہ یہی عظیم کامیابی ہے اور یہ ایک ایسا وعدہ ہے جو مستقبل سے تعلق رکھتا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ :((ثُمَّ يَتَجَلّٰى لَهُمُ الرَّبُّ جَلَّ جَلَالُهٗ فَيَقُوْلُ سَلُوْنِيْ سَلُوْنِيْ اُعْطِكُمْ قَالَ فَيَسْأَلُوْنَهُ الرِّضَافَيَقُوْلُ رِضَایَ اُحِلُّكُمْ دَارِيْ وَاَنَا لَكُمْ كَرَامَتِيْ فَسَلُوْنِيْ اُعْطِكُمْ فَيَسْأَلُوْنَهُ الرِّضَا قَالَ فَيُشْهِدُهُمْ اَنَّهٗ قَدْ رَضِيَ عَنْهُمْ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى.))[1]

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس دن اللہ تعالیٰ جلوہ افروز ہو کر فرمائیں گے تم مانگو میں تمھیں دوں گا لوگ اس کی رضا مندی مانگیں گے، اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ میری رضا مندی نے ہی تم کو میرے گھر میں اتارا ہے پھر فرمائیں گے تم مانگو میں تمھیں دوں گا لوگ پھر اسکی رضا مندی طلب کریں گے اللہ تعالیٰ فرمائیں گے تم گواہ ہو جاؤ میں تم پر راضی ہو گیا۔

﴿ لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ مَا فِيْهِنَّ ؕ وَ هُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴾

اس سورت کے آخر میں اللہ تعالیٰ کی الوہیت وربوبیت اور قدرت کا تذکرہ ہوا ہے گویا کہ یہ اشیا سورت کے تمام مضامین کا ایک خلاصہ ہے۔ کیونکہ اس میں بتایا گیا ہے کہ دین اللہ تعالیٰ کی شریعت کی اتباع اور اس کی نازل کردہ تعلیمات کے مطابق فیصلہ کرنے کا نام ہے۔

کیونکہ حکومت اور قانون اسی کا ہے اور دین اسلام کا خلاصہ بھی یہی ہے کہ الوہیت صرف اللہ تعالیٰ کی ہے فیصلہ حکم وامر صرف اسی کا ہے اسی کے قبضہ قدرت میں کائنات کی ہر چیز ہے اور وہ ساری اشیا کا خالق اور ہر چیز پر متصرف اور قادر ہے ہر چیز اس کے غلبہ وقدرت کے تحت ہے اس کی کوئی نظیر نہیں نہ ہی اس کا کوئی باپ اور نہ اس کی بیوی اور اولاد ہے اس کے سوا کوئی دوسرا عبادت کے لائق ہی نہیں۔

[1] مصنف ابن ابی شیبہ ۲/ ۱۵۰، ابن ابی حاتم ۴/ ۱۲۵۷

وہ مسائل جو ان آیات سے اخذ ہوتے ہیں

۱. مشرکین کے عذاب اور موحدین کے انعامات کا بیان ہے۔

۲. سچائی کی فضیلت بیان کی گئی ہے کہ سچائی انسان کو دنیا اور آخرت میں فائدہ دے گی۔

۳. غیر اللہ سے سوال کرنا ممنوع ہے کیونکہ وہ کسی شے کے مالک نہیں۔

بحمد اللہ

محدث روپڑی اکیڈمی

کی جانب سے عنقریب منظر عام پر آنے والی کتابیں

مظہرالنکات شرح مشکوٰۃ

مؤلف: حافظ عبداللہ محدث روپڑی رحمہ اللہ

یہ حضرت محدث روپڑی کا علمی شاہکار ہے جس میں ایسے نکات بیان کیے گئے ہیں جن کو بیان کرنے سے پہلی تمام شروحات قاصر ہیں۔ ان شاء اللہ عنقریب قارئین کے ہاتھوں میں ہوگی۔

درایت تفسیری

مؤلف: حافظ عبداللہ محدث روپڑی رحمہ اللہ

یہ کتاب اصول تفسیر میں اپنی مثال آپ ہے

اس میں قرآنی تفسیر کے اصولوں کو اجاگر کیا گیا ہے

اور قرآنی تفسیر کرنے میں سلف کے منہج کو واضح کیا گیا ہے

جو کہ علماء کرام اور ابتدائی اور منتہی طلباء اور عوام الناس کے لیے یکساں مفید ہے۔

ارسال الیدین بعد از رکوع

مؤلف: حافظ عبداللہ محدث روپڑی رحمہ اللہ

اس میں رکوع کے بعد ہاتھ باندھنے کی تردید ادلہ قاطعہ سے کی گئی ہے

اور احادیث صحیحہ سے ثابت کیا گیا ہے کہ رکوع کے بعد ارسال الیدین رسول اللہ ﷺ کی سنت مطہرہ ہے۔

بکرا دیوی

مؤلف: حافظ عبداللہ محدث روپڑی رحمہ اللہ

یہ کتاب قیام پاکستان سے قبل انڈیا میں طبع ہوئی اور اس میں

﴿وَمَا أُهِلَّ بِهِ لِغَيْرِ اللّٰهِ﴾

کی تفسیر بڑے علمی انداز میں بیان کی گئی ہے

اور انمول علمی نکات سے اسے مزین کیا گیا ہے۔

تعریف اہل حدیث

مؤلف: حافظ عبداللہ محدث روپڑی رحمہ اللہ

یہ کتاب 1936ء روپڑ ضلع انبالہ حال انڈیا میں طبع ہوئی

اس میں اہلحدیث کی تعریف کتاب وسنت کے دلائل سے کی گئی ہے

اور مخالفین کی طرف سے مسلک اہلحدیث پر وارد ہونے والے اعتراضات کے

مسکت اور مدلل جوابات دیکر ثابت کیا گیا ہے کہ منہج سلف کی صحیح وارث جماعت اہلحدیث ہی ہے۔

تعریفات اہل سنت

مؤلف: حافظ عبداللہ محدث روپڑی رحمہ اللہ

یہ کتاب دراصل مولانا انور شاہ کشمیری کی کتاب الاقتصاد کا جواب ہے

اور اس میں برھان قاطعہ سے اہل سنت کی تعریف کو واضح کیا ہے۔

تعارف
جامعہ اہلحدیث لاہور

جامعہ اہلحدیث چوک دالگراں لاہور الحمدللہ اپنے تعلیمی معیار اور قابل اساتذہ کے لحاظ سے انفرادی حیثیت کا حامل ہے۔ جس میں 29 قابل اور محنتی اساتذہ تعلیمی فرائض سرانجام دینے پر مامور ہیں۔

مؤسسین

مجتہد العصر العلام حافظ عبداللہ محدث روپڑی رحمہ اللہ و رئیس المناظرین حضرت مولانا حافظ عبدالقادر روپڑی رحمہ اللہ

بنیاد

تاسیس اول 1914 روپڑ شہر ضلع انبالہ، تجدید تاسیس 1948 لاہور۔

شعبہ جات

جامعہ ہذا نو شعبوں پر مشتمل ہے ☆ تحفیظ القرآن الکریم ☆ درس نظامی ☆ وفاق المدارس السلفیہ ☆ دار الافتاء ☆ تصنیف والتالیف ☆ فن مناظرہ ☆ دعوت والارشاد ☆ کمپیوٹر لیب ☆ طب اور اس کے ساتھ ساتھ ایف۔اے تک عصری تعلیم کا معقول بندوبست۔

سالانہ اخراجات

جامعہ کا سالانہ خرچہ جس میں طلبہ کے قیام وطعام، ادویات، صابون، اساتذہ کرام وملازمین کی تنخواہوں سمیت تقریباً 26 لاکھ روپے سے تجاوز کر چکا ہے۔ جو اللہ کے فضل وکرم اور احباب کے تعاون سے پورا ہوتا ہے۔

تعمیری منصوبہ

جامعہ کے آئندہ منصوبہ جات میں طلباء کے لئے مزید رہائشی وتدریسی کمروں کی ضرورت ہے الحمدللہ رہائش کے لئے ایک بلاک اور ایک عظیم الشان لائبریری تعمیر ہو چکی ہے مزید رہائشی وتدریسی کمروں کی تعمیر کا تخمینہ تقریباً 90 لاکھ روپے ہے۔

اپیل

یہ تمام کام اللہ کے فضل وکرم اور احباب کے تعاون سے جاری ہیں۔ اس لیے مخیر حضرات بڑھ چڑھ کر تعاون کا سلسلہ جاری رکھیں۔

ترسیل زر کا پتہ   اکاؤنٹ نمبر 7066 یونائیٹڈ بنک لمیٹڈ برانڈرتھ روڈ لاہور، پاکستان

حافظ عبدالغفار روپڑی ناظم اعلیٰ جامعہ اہلحدیث چوک دالگراں لاہور۔
فون: 7656730-7670968   فیکس: 7659847